خ ۲۷ م ل

ف ۱۹۱۶۵۵۱

۷۴۷۳

خسرو، امیر یمین الدین

مجنون لیلیٰ

فریدہ کردہ از فاروق حسن شاہ مارہروی بقیمت

سلسلۂ خسروی بہ سرپرستی اعلیٰ حضرت حضور نظام عالی مقام خلد اللہ ملکہ

من عشق وعفّ فمات فھو شھید

تا ہش کہ زغیب شد مسجل

مجنون لیلیٰ بعکس اول

مثنوی

مجنون لیلیٰ

حضرت امیر خسرو دہلوی

بہ تصحیح وتنقید جناب مولانا محمد حبیب الرحمن خاں صاحب حسرت شروانی

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

مطبع انسٹیٹیوٹ علی گڈھ میں طبع ہوئی

محمد فاروق حسن مارہروی ١٣٣٥ ھ / ١٩١٧ ع عطیہ حضرت والی سلمہٗ

انتساب

یہ سلسلہ نہایت فخر و مباہات کے ساتھ حسب اجازت

اعلیحضرت بندگان عالی متعالی ہز ہائنس آصف جاہ

مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ

نواب میر سر عثمان علی خاں بہادر

فتح جنگ جی سی ایس آئی، جی سی بی خلد اللہ

ملکہ و سلطانہ وادام اقبالہ کے نام نامی و اسم

گرامی کے ساتھ منسوب و معنون کیا جاتا ہے۔

فہرستِ مضامین

مضمون	صفحہ
مقدمہ	
تمہید	۱
مجنوں لیلیٰ	۴
قصۂ لیلیٰ مجنوں	۵
شخصیات	۱۴
(۱) مجنوں ۱۴ (۲) لیلیٰ ۱۶	
تصویرِ فطرت	۲۰
(۱) بہار ۲۰ (۲) خزاں ۲۱	
(۳) دوپہر کی تپش ۲۳	
واقعہ نگاری	۲۳
(۱) لیلیٰ اور اُس کی ما ۲۴ (۲) مجنوں کی ما ۲۵	
(۳) مجنوں کا باپ ۲۶ (۴) مجنوں کی سرگردانی ۳۰	
(۵) لیلیٰ کے باپ کو پیامِ شادی ۳۱	

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

مقدّمہ

حسن اتفاق، حضرت امیر خسرو کو سات برس کی عمر میں داغِ یتیمی نصیب ہوا تو انھوں نے اپنے نانا عماد الملک کی آغوشِ شفقت میں پرورش پائی۔ امیر سیف الدین والد کا نام تھا چنانچہ فرماتے ہیں ؎

سیف از سرم برفت و دلِ من دو نیم ماند

دریائے ما رواں شد و دُرِّ یتیم ماند

آج تقریباً سات سو برس کے بعد دوسرے نواب عماد الملک کے فیض تربیت سے کلامِ خسروی کے دُرِّ یتیم تازہ آب و تاب سے دیدۂ روزگار کو روشن کر رہے ہیں نہیں نہیں، طوطیِ ہند کے فرزندانِ معنوی (جو باپ کے دامنِ شفقت سے جدا ہو کر کس مپرسی کی یتیمانہ بیکسی میں مبتلا اور بیدرد کاتبوں کی جفا کاری سے نیم مُردہ بلکہ مردہ ہیں) حیاتِ تازہ حاصل کر رہے ہیں۔ مہمات و جزئیات کالج کے ساتھ ساتھ

اہتمام کُلیّات خسرو کی باگ ایسے روشن دماغ[1] کے ہاتھوں میں ہی جو ادب فارسی کے گھرانے کا چشم و چراغ اور حسرتی مرحوم کا خلف رشید ہی۔

کُلیّات خسرو کے مختلف اجزا تصحیح و تنقید کے واسطے مختلف اہل دانش کے سپرد فرمائے گئے۔ مجنوں لیلی کی خدمت کا ع

قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند

عذر کیا مقبول نہوا۔ فحملہ الانسان قبول خدمت کے وقت ہرگز وہ دقّت ذہن میں نہ تھی جو پیش آئی۔ قدیم قلمی نسخوں کی صحت پر اعتماد اور کُلّی اعتماد تھا۔ تجربہ کے بعد بالکلیہ زایل ہوگیا۔ جو نسخہ صحت کے لئے مجھکو دیا گیا وہ ایک نسخہ سے منقول اور دوسے مقابلہ شدہ تھا۔ ایک قلمی نسخہ مقابلے کے واسطے مجھکو ملا۔ دوسرا میرے کتاب خانے میں تھا۔ میرے نسخے نے اوّل مقابلہ میں شکست کھائی۔ دوسرے نے بھی بارہا ہتیار ڈالے مگر میں نے آخر تک مقابلہ کیا۔ بہت سے مقامات صحیح ہوگئے۔ تاہم اشعار کی خاصی تعداد کاتبوں کے پنجۂ ظلم سے نکلنے کو تڑپتی رہ گئی۔ ایک اور نسخہ عطا ہوا جو سرسالار جنگ کے کتاب خانہ کا تھا۔ اس سے بھی مدد ملی۔ ضرورت پھر بھی باقی تھی۔ دو نسخے اور دستیاب ہوئے۔ صحت کا قدم آگے بڑہا۔ اب بھی معدودے چند مقام صحت طلب ہیں۔ شوقِ تلاش دل میں ہی۔ اور نسخہ ہاتھ آتا ہے تو انشاءاللہ یہ بھی درست ہوجائیں گے۔

[1] نواب حاجی محمد اسحٰق خاں صاحب بہادر آنریری سکرٹری محمڈن کالج ۱۲

چند مہینے کے مطالعہ کے بعد مثنوی کی طرز بیان سے مناسبت ہوگئی نیز یہ بھی
تجربہ ہوگیا کہ کاتب کہاں کس قسم کی غلطی کرتے ہیں۔ کہیں کہیں اس مناسبت اور
تجربہ سے بھی کام نکلا۔ اگر صحت پر مفصل بحث کروں تو مبحث تو دلچسپ ہوگا لیکن
مقصود سے بُعد ہو جائیگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جن نسخوں کا ذکر ہوا اُن میں سے تقریباً
ہر ایک پاکیزگی خط، خوبی کاغذ، زیب و زینت اور قدامت کے لحاظ سے نایاب
ہے۔ لیکن اصل مرض کی دوا نہیں یعنی صحت مفقود ہے۔ کاتبوں نے کند چھری سے
خسرو کے معنوی شاہزادوں کو ذبح کیا ہے۔ نہ صرف ذبح کیا ہے بلکہ جہاں ہاتھ
پڑ گیا صاف اُڑا دیا۔ مجھکو حیرت ہے کہ صدہا برس کے دوران میں کسی نے ان
نسخوں کو نہ دیکھا۔ دیکھا تو صحیح نہ کیا اور اگر صحیح سمجھکر دیکھا تو کیا دیکھا۔ ایسا معلوم ہوتا
ہے کہ یہ نسخے محض کتاب خانوں کی زینت تھے۔ صحیح نسخے وہ ہوں گے جو ظاہری
آرایش سے معرا اہل فن کے لکھے ہوئے اور اُستادوں کے زیر مطالعہ رہکر زیور
صحت سے آراستہ ہوئے ہوں گے۔ افسوس کہ اب تک کوئی ایسا نسخہ ہاتھ نہیں
آیا۔ مجھکو قلمی کتابوں سے سالہا سال سے شوق ہے حیف کہ اس تلخ تجربہ نے کاتبوں کا
اعتبار بالکل کھو دیا۔ اسی کے ساتھ بارہا اُن بزرگوں کی محنت و ہمت پر دل سے
آفرین نکلی جنھوں نے قرآن و حدیث کو اہل قلم کی دست برد سے محفوظ کر دیا۔
جزاہم اللہ عنا خیر الجزاء اگر یہ نہوتا تو کیا ہوتا۔ معاذ اللہ خود دین نہوتا۔
البلاء قدیم۔ کاتبوں کے ظلم و ستم کا اندیشہ خود امیر خسرو کو بھی تھا۔

ہر کو نکند بہ طبع قابل
با بعد نوشتنش مقابل
یا بیتے ازیں عدد وکند کم
کم باد و راخلاصی از غم

مگر کاتب کب پروا کرتے ہیں۔ آج اگر امیر خسرو زندہ ہو کر اپنے کلام کی تباہی دیکھیں تو یقیناً فرطِ غم سے پھر زندگی سے خلاص پا جائیں ؎ صائب

ہرگز از چنگیز خاں بر عالمِ صورت نرفت
آں ستم کز کاتباں بر اہلِ معنی می رود

مجنوں لیلےٰ یہ مثنوی خمسۂ خسروی کی تیسری مثنوی ہے جو مطلع الانوار اور شیریں خسرو کے بعد لکھی گئی ۶۹۸ھ میں منظوم ہوئی[1]۔ اس کی تصنیف کے وقت حضرت امیر خسرو کی عمر چوالیس[۴۴] برس کی تھی اور دیوان تحفۃ الصغر وسط الحیوٰۃ اور غرۃ الکمال اور مثنوی قرآن السعدین مرتب ہو چکی تھی۔ امیر خسرو فرماتے ہیں ؎

چوں من بدو نامہ زیں ورق پیش
راندم قلمے بہ نکتۂ خویش

---

[1] ۶۹۸ھ میں امیر خسرو نے تین مثنویاں لکھیں مطلع الانوار، شیریں خسرو اور لیلےٰ مجنوں۔ ان کے اشعار کی مجموعی تعداد دس ہزار بیالیس (۱۰۰۴۲) ہے ۱۲ حسرت شروانی

وله

تاریخ زہجرت آنکہ بگذشت
سالش نود و ست و شش صد و ہشت ۶۹۸

خمسۂ نظامی کی مثنوی کا نام لیلیٰ مجنوں ہے طوطئ ہند نے مجنوں لیلے رکھا۔

نامش کہ زغیب شد مسجّل
مجنوں لیلے بہ عکسِ اوّل

مجنوں لیلیٰ کے اشعار دو ہزار چھ سو ساٹھ ہیں۔

بیتش بہ شمارِ راستی ہست
جملہ دو ہزار و شش صد و شست ۲۶۶۰

نسخہ ہذا میں تعداد اشعار دو ہزار چھ سو آٹھ ہے ۲۶۰۸۔ مختلف نسخوں کے مقابلے سے اڑتالیس کا اضافہ ہوا۔ باون اب بھی کم ہیں۔

قصۂ لیلیٰ مجنوں لیلیٰ مجنوں کی حکایت کا تعلق سرزمین عرب سے ہے۔ اور یہ دو لا غیر فانی ہستیاں عربی نژاد تھیں۔ مردانہ عشق کا لوازمہ شورش اور جوش و خروش ہے عرب کے جذبات نے ہر میدان میں سادگی و صداقت کی قوت سے فتح پائی ہے۔ انھی اوصاف کی مدد سے قیس عامری بھی میدان عشق میں گوئے سبقت لے گیا۔ اُس کا حریفِ شہرت فرہاد سرزمین ایران کا ثمرہ تھا۔ چناں چنیں سے فرصت تھی ع

سرگشتۂ خمارِ رسوم و قیود تھا

قصرِ شیریں کی زیب و زینت کے لئے جوئے شیر کی فکر میں سرگرداں رہا۔ آخر تیشہ نے پانوں پر گر کر کام تمام کر دیا۔ مجنوں کی بے تعلقی کا یہ اثر ہے کہ اُس کی تصویر حماموں میں برہنہ کھینچی جاتی تھی ع

قیس تصویر کے پردہ میں بھی عُریاں نکلا

عشق کی تاثیر دیکھو۔ عربی، فارسی، ترکی، پشتو، اُردو، یہ پانچوں زبانیں اُس کے دمِ گرم کی تاثیر سے منور و تابدار ہیں۔ یورپ کے لٹریچر بھی ان ناموں سے خالی نہیں۔ اور اس طرح ایک عالم آج تک اُس کے زیرِ نگیں ہے۔ اور کوئی دوسرا لٹریچر قیس کا ہمپایہ عاشق پیش نہیں کر سکا۔

اثرِ سوز و گداز کی قوت سے وہ مضامین جو سرزمینِ عرب سے مخصوص تھے فارسی اور اُردو میں شیر و شکر ہو گئے۔ ناقہ، محمل، ساربان، حُدی، صحرا، خارِ مغیلاں، قبیلہ، یہ تمام الفاظ گل و بلبل اور شمع و پروانہ کی مثل باعثِ گرمی ہنگامہ ہیں۔ شعرائے فارسی کی نکتہ سنجی و نزاکت آفرینی نے کیسے کیسے بدیع اسلوب پیدا کئے ہیں۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

شفائی اصفہانی ؎

ناقہ را می راند لیلیٰ سوئے خلوت گاہِ ناز
سارباں در رہ حُدی میخواند و مجنوں میگریست

حافظ شیرازی ؎

در رہِ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بسے
شرطِ اوّل قدم آن ست کہ مجنوں باشی

شاپور طہرانی ؎

غمش در نہاں خانۂ دل نشیند
بنازیکہ لیلےٰ بہ محمل نشیند

ملک قمی ؎

رفتم کہ خار از پاکشم محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد

عرفی شیرازی ؎

تقدیر بہ یک ناقہ نشانید دو محمل
سلمائے حُدوث تو و لیلائے قدم را

صائب ترشیزی ؎

داغ فرزندی کند فرزندِ دیگر را عزیز
تنگ تر گیرد ز مجنوں در بغل صحرا مرا

میرزا غالب دہلوی ؎

بہ شرع آمیز و حق می جو ز مجنوں کم نئی بارے
دلش با محمل ست اما سخن با ساربان دارد

عشق مجنوں کی حکایات گوناگوں تصوف میں سرمایۂ درد و مایۂ سوزش ہیں۔ اگر مختلف زبانوں کا وہ کلام جس میں مجنون و لیلیٰ کا ذکر ہے فراہم کیا جائے تو یقین ہی کہ ایک مختصر کتاب خانہ مرتب ہو جائے۔

اس میں سخت اختلاف ہی کہ مجنوں کا وجود واقعی ہے یا فرضی۔ صاحب اغانی نے اس پر مفصل بحث کی ہی۔ متعدد روایتیں فرضی ہونے کی تائید میں نقل کی ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہی کہ خاندان بنی امیہ کا ایک شاہزادہ کسی پری جمال پر فریفتہ تھا۔ راز عشق چھپانے کے لئے جو اشعار عالم وارفتگی میں کہتا مجنوں کے نام سے کہتا۔ ع

دیوانہ بکار خویش ہشیار

قوی قول یہ ہی کہ مجنوں اور لیلیٰ فی الواقع اس عالم میں تھے۔ نجد اُن کا وطن تھا۔ نجد عرب کا وہ حصّہ ہی جو شام سے متصل اور نہایت شاداب ہی۔ اُس کے سر سبز پہاڑ پھولوں کی خوشبو سے مہکتے ہیں۔ عرار[1] نجد مشہور ہی۔ دونوں قبیلۂ بنی عامر کے چشم و چراغ تھے۔

مجنوں کا نام قیس ہے۔ بعض نے مہدی بھی لکھا ہی۔ نسب قیس بن الملوح بن مزاحم بن عدی بن ربیعہ بن جعدہ بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ۔ لیلیٰ کا نسب لیلی بنت مہدی بن سعد بن مہدی بن ربیعہ بن الجریش بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ کُنیّت ام مالک۔ مروان بن حکم اموی کے عہد کا یہ واقعہ ہی (۶۴ھ لغایۃ ۶۵ھ)

---

[1] ایک خوشبودار درخت ۱۲ حسرت

بچپن میں دونوں اپنے اپنے گھر کے مویشی چرایا کرتے تھے۔ اسی عالم میں عشق کا نشو و نما ہوا۔ جب سن بڑھا اور چرچا ہوا تو لیلیٰ اک پردہ ہو گیا۔ فراق سے مجنوں کی شورش بڑھی، شورش کے ساتھ شہرت و رسوائی۔ والدین نے فرط رحم سے شادی کا پیام دیا۔ خانہ رسوائی تباہ، لیلیٰ کے ماں باپ کو داغ بدنامی گوارا نہوا۔ خانہ آبادی سے انکار کر دیا۔ برقِ انکار نے قیس کا خرمنِ ضبط و صبر پھونک دیا۔ کپڑے پھاڑ کر جنگل کو نکل گیا۔ بادیہ نوردی میں عشق کے جوہر چمکے۔ مجنوں سوزِ عشق کے ساتھ عربی فصاحت سے بھی بہرہ یاب تھا۔ ہر موقع کے متعلق اس کے پُر درد اشعار ہیں جو عشق و محبت کے آئین و آئینہ ہیں۔ میں یہاں کچھ نمونے دکھاتا لیکن ایک عبرت خیز واقعہ سے ڈرا ہوا ہوں۔

علامہ شبلی کی کتاب شعر العجم پڑھکر اہلِ ذوق نے یہ داد دی کہ اگر اس میں اشعار فارسی کے بجائے اردو ترجمہ ہوتا تو خوب ہوتا، اشعار فارسی سے بے لطفی ہو جاتی ہے۔ فارسی کا یہ حال ہے تو عربی کا کیا حشر ہوگا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ بادیہ پیمائی میں مجنوں کے ہمدم خاص آہوانِ صحرا تھے۔ یوں رشتۂ ہمدمی سب ودوم کے ساتھ مستحکم تھا۔ بیٹے کی تباہی سے ماں باپ کا دل کڑھتا تھا۔ ایک مرتبہ حرم محترم میں لائے اور کہا کہ خانۂ کعبہ کا پردہ پکڑ کر عشق لیلیٰ سے نجات پانے کی دعا مانگو۔

مجنوں نے پردہ پکڑا اور کہا ؎

	(ترجمہ)
یَا رَبِّ لَا تَسْلُبَنِّی حُبَّھَا اَبَدًا	اے میرے رب لیلیٰ کی محبت میرے دل سے کبھی نہ نکالنا
وَیَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ اٰمِیْنَا	اور خدا اُس بندے پر رحمت کرے جو میری دعا پر آمین کہے

ستم پر ستم یہ ہوا کہ بے درد والدین نے لیلیٰ کی شادی دوسری جگہ کر دی
مجنوں پر تو جو مصیبت گذری ہوگی وہ ظاہر ہے۔ لیلیٰ کی بیتابی وبیقراری نے شوہر پر
زندگی وبالِ جان کر دی اور تنگ آکر بے تعلق ہوگیا۔ مجنوں کبھی کبھی جوشِ وحشت میں
دیارِ جاناں میں آتا اور دردناک اشعار سے لیلیٰ اور اُس کے اہلِ قبیلہ کو بیقرار کر جاتا
آخر لیلیٰ اسی حسرت و یاس میں جان سے گذر گئی۔ مجنوں وفاتِ جاناں کی خبر سُنکر
کب زندہ رہ سکتا تھا۔ نامراد مر گیا۔ یہ ہے عربی قصہ کا خلاصہ۔

مثنوی مولنا نظامیؒ کے عنوان مفصلۂ ذیل ہیں:-

حمد، مناجات، نعت، منقبتِ چاریار، معراج، نصیحت، ترتیب کتاب،
مدحِ ممدوح، دعائے دولت، حسبِ حال، یادگذشتگان، آغاز داستان عشق مجنوں لیلیٰ
نالۂ مجنوں فراقِ لیلیٰ میں، لیلیٰ کے نظارہ کو مجنوں آتا ہے، سید عامری لیلیٰ کے گھر مجنوں کا
پیامِ شادی لے گیا اور ناکام رہا، زاری مجنوں، سید عامری مجنوں کو زیارتِ کعبہ
کے واسطے لے گیا، مجنوں کی دعا، قبیلۂ لیلیٰ مجنوں کی ہلاکت پر آمادہ ہوا، باپ کی
نصیحت مجنوں کو، مجنوں کا جواب، سراپائے لیلیٰ اور اُس کی شورش، لیلیٰ کا باغ میں
جانا، ابن سلام لیلیٰ پر عاشق ہوکر خواستگارِ نکاح کرتا ہے، نوفل کی مجنوں سے
ملاقات اور پرسشِ حال، نوفل کی لڑائی قبیلۂ لیلیٰ سے، مجنوں کی شکایت نوفل کے
نوفل کی قبیلۂ لیلیٰ سے دوبارہ لڑائی، مجنوں کا مکالمہ کوّے سے، لیلیٰ اپنے باپ سے
مجنوں کی مخالفت پر ناخوش ہوتی ہے، لیلیٰ کا نکاح ابن سلام سے، دونوں میں ناموافقت،

مجنوں نے لیلیٰ کے نکاح کا حال سُنا، سید عامری دو بارہ مجنوں کے پاس گیا، پدرِ مجنوں کی وفات، لیلیٰ کا مجنوں کے نام خط، مجنوں کا جواب، مجنوں کی لیلیٰ سے ملاقات باغ میں، ابن سلام کی بیماری اور وفات، لیلیٰ نے زید کو بھیجکر مجنوں کو بلایا، دونوں کی ملاقات، لیلیٰ کی بیماری اور ماں کو وصیت، دلداریِ مجنوں کی، زید نے وفاتِ لیلیٰ کی خبر مجنوں کو پہنچائی، مجنوں لیلیٰ کی قبر پر جان دیتا اور اسی قبر میں دفن ہوتا ہے۔

امیر خسرو نے اپنی مثنوی کے حسبِ ذیل عنوان قایم کئے ہیں: حمد، مناجات، نعت، معراج، مدح بادشاہ، خطاب بہ بادشاہ، حکایت دیوان، نصیحت فرزند کو، حکایتِ شباں، سببِ تالیف، مجنوں کی پیدایش، مکتب نشینی، مکتب میں لیلیٰ بھی ہے، درسِ عشق کی تکرار، افشائے راز، ماں کی فہمایش لیلیٰ کو، پردہ نشینی، مجنوں کی وحشت و بادیہ نوردی، مجنوں کے باپ کا جنگل سے سمجھا کر مجنوں کو ماں کے پاس لانا، ماں کی نصیحت، مجنوں کا باپ لیلیٰ کے یہاں شادی کا پیام دیتا ہے، نفرت کے ساتھ جوابِ انکاری، سردارِ قبیلہ نوفل کا لیلیٰ کے خاندان سے لڑنا، اسی معرکہ میں مجنوں کی جانب سے کوّوں کی ضیافت، مجنوں کی شورش کی ترقی، نوفل نے خود اپنی لڑکی کا نکاح قیس سے کر دیا، مجنوں کا جوشِ وحشت اور قطعِ تعلق، لیلیٰ کا نکاح کی خبر سنکر مجنوں کو خط لکھنا، قیس کا جواب، احباب دھوکہ دیکر مجنوں کو باغ میں لے آئے، دیوانہ گھبرا کر بھاگ نکلا، بلبل سے مکالمہ، سگِ لیلیٰ سے ملاقات، لیلیٰ بیمار پڑتی ہے، خواب میں مجنوں کو دیکھکر شدتِ بیقراری میں ناقہ پر سوار ہوتی اور مجنوں کے پاس جا پہنچتی ہے، لیلیٰ کی مراجعت، مجنوں کی

آہ وزاری، لیلیٰ کی زار نالی، لیلیٰ اسہیلیوں کے ساتھ باغ میں جاتی ہے وہاں مجنوں کا ایک رفیق اُس کو پہچان کر مجنوں کی ایک غزل پر درد و سوزناک آواز سے گاتا ہے، لیلیٰ اُس کو سُنکر بیتابانہ مجنوں کا حال پوچھتی ہے، وہ رفیق امتحاناً مجنوں کی وفات کی خبر سُناتا ہے، لیلیٰ بیقرار ہوکر گھر آتی اور مُبتلائے مرضِ موت ہوتی ہے، بہارِ حُسن کی خزاں، لیلیٰ کی وفات، مجنوں خبرِ مرض سُنکر عیادت کو آتا اور جنازہ دیکھتا ہے، مستانہ ترانہ، دفن کے وقت جان دیتا اور ساتھ دفن ہوتا ہے، امیر خسرو اپنی والدہ اور بھائی کا نوحہ کرتے ہیں، خاتمۂ کتاب۔

داستانِ لیلیٰ مجنوں کا جو خاکہ ہم نے اوپر دکھایا اُس سے عیاں ہوتا ہے کہ قصۂ مذکور میں نہ بزم آرائی ہے اور نہ قصر و ایوان کی آراستگی بتکلف سے مبرا سوز و گدازِ عشق اور مصائبِ فراق کا جانسوز افسانہ ہے اور دشت پیمائی و بادیہ نوردی کی حکایت۔ اس کے لیے جس ساز و سامان کی ضرورت تھی وہ سرکارِ خسروی میں وافر مہیا تھا مبدأ فیاض نے دلِ پر درد اور سینہ سراپا سوز عطا فرمایا تھا۔ حضرت نظام المشایخ قدس سرہٗ دعا میں اُن کے سوزِ سینہ کا واسطہ دیتے تھے، چشتی نسبت جوش و خروش کی ضامن تھی، غزل اُن کا خاص میدان تھی۔ قصۂ مجنوں کی جان تغزل ہے۔ فسانہ کا کمال یہ ہے کہ واقعہ معلوم ہو۔ واقعہ نگاری امیر خسرو کا حصّہ تھی۔ اُن کے دواوین کے مقدمات قیمتی تاریخی معلومات سے مالا مال ہیں جن سے مورخوں نے مدد لی ہے۔ مثنوی مجنوں لیلیٰ میں جو شخصیت (کیرکٹر) ہے بولتی چالتی تصویر ہے۔ ہر قصہ واقعہ سے

ہمسری کرتا ہی۔ شاعر مصور فطرت ہی۔ امیر خسرو کے قلم نے جو تصویریں الفاظ میں کھینچی ہیں وہ مرقع مانی و بہزاد کی یادگار ہیں۔ امیر خسرو کا عہد ۶۵۲ھ سے ۷۲۵ھ تک ہی۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ مولانا نظامی مثنوی کی، سلمان ساوجی قصیدہ کی، اور شیخ سعدی غزل کی زبان مانجھ کر روکش آئینہ کر چکے تھے۔

امیر خسرو ان تینوں اقلیموں کے بادشاہ تھے۔ خود اُن کی شہادت ہی (اور اس سے بڑھکر شہادت کیا ہوسکتی ہی) کہ اُس عہد میں ہندوستان کی فارسی خراسان و ایران کی فارسی سے زیادہ فصیح و صحیح تھی۔ خلاصہ یہ کہ جس پاکیزہ اور پُرسوز زبان کی ایک عشقیہ داستان کے لئے ضرورت ہی وہ مثنوی مجنوں لیلیٰ کی زبان ہے خود فرماتے ہیں۔

آرایش پیکر معانی
بستم بہ سلاست روانی

بعض بعض الفاظ اُس میں ایسے بھی ہیں جو بعد کو متروک ہوگئے مثلاً نا نُترہ، الفنج، ستنبہ، توزی۔ مگر یہ الفاظ ایسے موقع پر استعمال ہوئے ہیں جو پر تکلف ہیں مثلاً دیووں کا قصہ حُسن و عشق کی داستان میں وہی الفاظ ہیں جن پر ایک باکمال شیرازی و اصفہانی فخر کرسکتا ہی۔ فغانی و حافظ کی غزلوں سے مقابلہ کرو ان الفاظ سے بہتر الفاظ نہ پاؤ گے۔ اب ہم مذکورۂ بالا مضامیں کا جُدا جُدا نمونہ دکھاتے ہیں۔

شخصیات (۱) مجنوں (بچہ مکتب میں جاتا ہے)

سالش بشمار پنجم اُفتاد — زد نور بہ چرخ و انجم اُفتاد
شد تازہ چو نیم رستہ سروے — یا بال دمیدہ نو تذروے
(خوبی تشبیہ ملاحظہ طلب ۱۲)
زیرک دلیش چو باز خواندند — در پیش معلمش نشاندند
دانائے رقم زہبر تعلیم — کردش بہ کنار تختہ تسلیم

(ابتدائے عشق مکتب میں)

زانو زدہ قیس بردگرسو — ہم چرب زباں و ہم سخن گو
نازک چو نہال نو دمیدہ — خوش طبع و لطیف و آرمیدہ
شیریں سُخنے کہ ہوش می بُرد — رونق ز شکر فروش می بُرد
نالندہ بہ تختہ در دبستاں — چوں بُلبل مست در گلستاں
لحنش چو شدے بروزنِ گوش — از روزنِ جاں وں شدی ہوش
زاں تن کہ صدائے او شنیدے — جاں رقص کناں بروں دویدے
از نامہ سجاں نورد می داد — از نالہ صدائے درد می داد

نو عمری کی شیریں آوازی میں جو درد کی چاشنی پیدا ہوگئی ہے اُس کی تصویر اِس سے بہتر کیا کھینچ سکتی ہے؟ ع

از نالہ صدائے درد می داد

"چوں بُلبلِ مست در گلستاں" کی تشبیہ اس حال میں اور "یا بال دمیدہ نو تذروے" کی

تنبیہ اوپر کے بیان میں پڑھکر مقابلہ کرو، دونوں موقعوں کی تصویرِ شخصیت آنکھوں میں پھر جائے گی۔

(لیلیٰ کی پردہ نشینی کے بعد)

چوں ماند پریوشِ حصاری — درحجرۂ غم بہ سوگواری
قیس از ہوسِ جمالِ دلبند — در درسِ ادب ندید یک چند
می بست بخامشی دہن را — میداشت بہ حیلہ خویشتن را
آہے بجگر فرو دمی خورد — والماس بہ سینہ خُرد می کرد
زیں ناوکِ غم کہ بے سپر بود — ہر دم خلہ ایش در جگر بود
دُز دیدہ سرشکِ دیدہ می ریخت — وز دیدہ دُرِ چکیدہ می ریخت
زیں گونہ بہ چارۂ کہ دانست — می کرد شکیب تا توانست
چوں سیلِ غمش رسید برفرق — از پردہ بروں فتاد چوں برق
بیروں شد و کرد پیرہن چاک — وافگند بہ تارک از زمیں خاک
گریاں بہ زمیں فتاد بے تاب — برخاک مراغہ کرد چوں آب
میراند ز آب دیدہ رودے — میگفت چو بلبلاں سرودے

غلطید ۱۲

لیلیٰ کے حجاب سے جو بیچینی پیدا ہوئی اُس کو افشا کے خوف سے قیس نے چھپایا۔ اس ضبط کی کشمکش کو چھٹے شعر تک کیسے لگتے ہوئے مضامین و الفاظ میں بیان کیا ہے۔ بالآخر سیلابِ عشق ضبط کے بند کو توڑ کر موج زن ہوگیا۔ بقیہ اشعار میں اُس کی

تصویر ہے۔ بلبل کے ساتھ تشبیہ اس سے پہلے بھی آئی ہے۔ دیکھو پہلے بیان میں بلبل مست کا ترانہ تھا۔ قیس بھی جوشِ نوجوانی میں تھا اور دیدار و ہمنشینی کی قوت دل میں رکھتا تھا۔ جب قوتِ عشق سے مغلوب اور فراق کے صدمہ سے چور ہو گیا تو اس صورت میں گویا شکستہ بال بُلبل کی مُورت بن گیا۔ خود بُلبل بغیر کسی صفت کے غم و درد کی مجسّم تصویر ہے۔

(انتہائے وحشت)

یک روز بہ گاہِ نیم روزاں — کانجم شدہ زآفتاب سوزاں
مجنوں بہ کنار رہ سوادے — می گشت بسان گرد بادے
افروختہ روئے و تن بخوں غرق — در آتش و آب ماندہ چوں برق
بالائش زغم دوتاہ گشتہ — رخسارہ زلف سیاہ گشتہ
ہر جا کہ رسید کرد زاری — بگریست چو ابر نوبہاری
ہر سو کہ شنید بانگ رودے — ق — یا خاست زگوشۂ سرودے
مستانہ برقص پائے افشرد — گہ زندہ شد و گہے فرو مرد

(۲) لیلیٰ (کمالِ جمال)

بود از صفِ آں بتانِ چوں ماہ — ماہے کہ زد آفتاب را راہ
لیلیٰ نامے کہ مہ غلامش — خالش نقطے ز نقش نامش
مشعل کشِ آفتاب و انجم — دیوانہ کُنِ پری و مردم

تاراجگرِ متاعِ جا تہا — بنیادشگافِ خانمانہا

سلطانِ شکرلبانِ آفاق — لشکرشکنِ شکیبِ عشّاق

سرتابقدم کرشمہ و ناز — ہم سرکشِ حسن و ہم سرانداز

نازے وہزار فتنہ در دہر — چشمے وہزارکشتہ درشہر

چشمش زکرشمہ مست و بیہوش — آہو برہ بخواب خرگوش

خنداں چو سمن بہ تازہ روی — شیریں چو شکر بہ تلخ گوی

(خوبی تشبیہ ملاحظہ ہو ۱۲)

از وسوسہ چشم دیو بستہ — تسبیح فرشتگاں شکستہ

نے بُت کہ چراغِ بُت پرستاں — طاؤسِ بہشت و کبکِ بستاں

افگندہ بدوش زلف چوں شست — خود بے خبر و نظارگی مست

معجونِ لبش بہ درفشانی — پروردہ بآبِ زندگانی

خورشید غلام زادۂ اُو — مہ داغِ جبیں نہادۂ اُو

(لیلیٰ کی نوگرفتاری)

واں لعبتِ دردمند و دل تنگ — دل دادہ بباد و ماند بے ننگ

باآنکہ نمش بزیرِ گل بود — سیمائے رخش گواہِ دل بود

خونِ دلش از صفائے سینہ — پیدا چو مے اندر آبگینہ

برچہرہ زشرم پردہ می دوخت — وآتش بدلش گرفتہ می سوخت

(بکلیہ تعبیر کرد ہلتی تھی - نوگرفتاری کے کس قدر مناسب ہے ۱۲)

ہرچند کہ غنچہ بود سربست — می کرد ز بوئے خلق را مست

می سوخت چو مجمر اندروں عُود	میشد بدماغِ مرد ماں دُود

ے مانندِ عود اندرونِ مجمر ۱۲

(وارفتگی پردہ نشینی کے بعد)

افسانہ سرائے شکّریں گُفت	زالماسِ زباں گہر چنیں سُفت
کاں گوشہ نشینِ روئے بستہ	بودے ہمہ وقت دل شکستہ
چوں غمزدگاں بہ خاک خفتے	خاشاک زخوابگہ نہ رُفتے
گاہے زجگر نوالہ کردے	گہ جاں بہ عدم حوالہ کردے
ہمجنسی نہ داشت باکس	مونس غمِ آشنائے خود بس
پرداختہ دل زصبر و آرام	گشتے ہمہ شب چو ماہ بر بام
ہنگامِ سحر زبختِ ناشاد	چوں ابر گریستے بہ فریاد
گفتے چو شبش دراز گشتے	باخود زفراق سرگزشتے

(لیلیٰ انکاح مجنوں کی خبر سنتی ہے)

گوینده این کہن فسانہ	زاں شعلہ چنیں کشد زبانہ
کاں شمعِ نہاں گداز شب خیز	پروانہ صفت بر آتشِ تیز
چوں یافت خبر کہ یار برگشت	واندیشۂ دل قفائے سرگشت
روزے دو سہ در زخلق دربست	وزخونِ دلش زمیں جگر بست
نزدیک بمردن از دمِ سرد	نے رغبتِ خواب و نے غمِ خورد
آنرا کہ دل از شکیب فردست	از شب تا روز یار در دست

او خود غمِ عشق دہشت در کار | شد با غمِ عشق غیرتش یار
کبکے کہ شکستہ بال باشد | شاہین زندش چہ حال باشد
بس کاندۂ سینہ شد فزونش | از دل بہ دہن رسید خونش

پردۂ ضبط میں جو آگ لیلیٰ کو پھونک رہی ہے اُس کے لحاظ سے "شمعِ نہاں گداز" کیسا حسبِ حال و بلیغ ہے۔ شکستہ دلی و مایوسی کی حالت میں نکاحِ مجنوں کی خبر زخمِ کاری بن کر دل کو پارہ پارہ کرتی ہے۔ غیرتِ نسوانی صدمہ کو اور زیادہ جانکاہ بنا دیتی ہے۔ اس حالت کا بیان اس شعر میں ہے ؎

کبکے کہ شکستہ بال باشد
شاہین زندش چہ حال باشد

چکور (جو ایک بھولا بھالا پرند ہے) بازو شکستہ مبتلائے مصیبت ہے۔ ایسی حالت میں شاہین (شکاری جانور) اُس پر آ ٹوٹتا ہے اور زخم پر زخم لگاتا ہے۔ شکاری جانور اچانک اپنے شکار پر حملہ کرتے ہیں۔ اور دفعتہً جو صدمہ پہنچے وہ زیادہ سنگین ہوتا ہے۔ شکستہ خاطر بھولی بھالی لیلیٰ نے نکاحِ مجنوں کی خبر سُنی تو اسی طرح اُس کی جان پر بھی بن گئی۔ نکتۂ بلاغت، شکستہ بال چکور پر جو بے خبری میں حملۂ شاہین سے مُصیبت پڑی اُس کی تشریح نہیں کی بلکہ "چہ حال باشد" کہکر پڑھنے والوں کے قیاس پر چھوڑ دیا کہ جہاں تک چاہیں اندازہ کو وسعت دے لیں۔ الکنایۃ ابلغ من الصراحۃ۔

(لیلیٰ بسترِ مرگ پر)

لیلیٰ کہ بہارِ عالمے بود — ازچشمۂ زندگی نمے بود
آتش زدہ گشت نوبہارش — وزآب برفتہ چشمہ سارش
آں ریشِ کہن کہ در جگر داشت — جاں برد کہ سوئے جاں گزر داشت
آں دل کہ شدش بہ عشق پامال — جاں نیز رواں شدش بہ دنبال
آمیخت بہ سروِ نوجوانش — بیماریِ جسمِ ناتوانش
شعلہ ز تنش چناں بر آمد — کش دود ز استخواں برآمد
پہلو بہ کنارِ بستر آورد — سرکوششِ اجل بہ سر در آورد
گشتش تنِ گوہریں سفالیں — وز بسترِ رنج ساخت بالیں
درآتشِ تپ فتادہ نعلش — یاقوتِ کبود گشت لعلش
گیسو ز شکنجِ ناز ماندش — نرگس ز کرشمہ باز ماندش
شد تیرہ جمالِ صبح تابش — وافتادہ بزردی آفتابش
ہم رنجِ تن و ہم اندہِ یار — یک جاں بدو غم شدہ گرفتار

تصویرِ فطرت

(بہار)

چوں نافہ کشاد بادِ نوروز — بشگفت بہارِ عالم افروز
ابر از صدفِ سپہر یکسر — در گوشِ بنفشہ ریخت گوہر
سرو از عَلَمِ بلند پایہ — بر فرقِ سمن فگند سایہ
از شبنمِ گوہریں شمائل — آراست گلوئے گل حمائل

غنچہ بدر آمد از شبستاں — پر شیر شدش ز ابر پستاں
بیدا ز سرِ خنجر گہر دار — شد بر سرِ یاسمن گہر بار
نازک تنِ لالۂ دل افروز[۱۲] — لرزندہ شد از نسیمِ نوروز
با شاہدِ ومی خجستہ تاباں — گشتند بسر چمن خراماں

(خزاں)

آمد چو خزاں بہ غارتِ باغ — بنشست بجائے بلبلاں زاغ
رخسارۂ لالہ پر زچیں گشت — آئینۂ آب آہنیں گشت
ہر غنچہ کہ جلوہ کرد گستاخ — در ریختن آمد از سرِ شاخ
پر برگ شدہ زمینِ گلزار — چوں مجلسِ کرماں زد دینار
ریزاں گل و لالہ شستہ دست — مالیدہ چنار دست بر دست
ہر سوئے برہنہ گلستانے — چوں راہ فتادہ کاروانے
ز آسیبِ طپانچہائے صرصر — غلطاں بہ زمیں شگوفۂ تر
منقارِ کلاغ بر سرِ گل — مقراض شدہ بہ پرِّ بلبل
شیرازۂ گل گرہ کشادہ — ہر سو ورقے بروں فتادہ
ماندہ ہمہ غنچہائے خوشبوئے — از خندۂ شکّریں ترش روئے
برگے کہ ز باد شد گریزاں — ہر گوشہ دواں فتاں و خیزاں
نرگس کہ ز خواب چشم بستہ — از بانگِ زغن ز خواب جستہ

سوسن ز غبارِ سینہ پُر خار | کازادہ و باخساں سروکار
رخسارۂ یاسمین زمیں سائے | پیمانۂ لالہ باد پیمائے
در زلزلہ سرو راست خانہ | چوں مردم راست در زمانہ
نسریں بہ لتِ زمانہ خوردن | وز شاخ بہ تازیانہ خوردن
گیسوئے بنفشہ خاک بوساں | چوں زلفِ خمیدۂ عروساں
درہم شدہ جعدِ سنبل از باد | شانہ طلب از درختِ شمشاد

لالہ کا رنگ بہار و خزاں دونوں میں دکھایا ہے۔ بہار کی بہار دیکھو ؎

نازک تنِ لالۂ دل افروز

لرزندہ شد از نسیم نوروز

وہی برگِ لالہ خزاں کے صدمے سے پژمردہ ہو کر پر شکن بن جاتا ہے۔ ع

رُخسارۂ لالہ پر زچیں گشت

خزاں کے ہاتھوں جو تباہی باغ پر پڑی اُس کی تشبیہ اُس کارواں سے جس کو قزاقوں نے ابھی ابھی لوٹا ہو کس قدر بلیغ ہے۔ ع

چوں راہ فتادہ کاروانے

خشک پتّوں کو جو ہوا ادھر اُدھر اُڑاتی پھرتی ہے اُس کا تصور باندھ کر اس مصرع کو مکرر پڑھو۔ ع

ہر گوشہ دواں فتاں و خیزاں

خود کھد وگے کہ ہو بہو تصویر کھنچ گئی۔ ”سر و راست“ کے زلزلہ کی تشبیہ راست باز آدمیوں کی پریشان حالی سے جو زمانے کے ہاتھوں نصیب ہوتی ہے کیسی دلکش ہے۔

(دوپہر کی تپش)

یک روز بگاہِ نیم روزاں | کانجم شدہ ز آفتاب سوزاں
جائے نہ کہ دیدہ را برد خواب | ابرے نہ کہ تشنہ را دہد آب
مرغانِ چمن خزیدہ در شاخ | در رفتہ خزندگاں بہ سوراخ
خورشید چنانچہ تیزیِ اوست | بکشادچو مار از آدمی پوست
در حوضہ خشک از آتش و تاب | صد پارہ شدہ زمینِ بے آب
در دشت سرابہائے کیں توز | چوں وعدۂ سفلگاں جگر سوز
مرغابی در آرزوے آبے | خوں خوردہ بگرد ہر سرابے
ریگ از بطِ پختہ در گرانی | چوں تابہ بروزِ میہمانی
از گرمیِ ریگہائے گرداں | پر آبلہ پائے رہ نورداں
ہر کس بچنیں ہوائے ناخوش | در حجرۂ سر دکردہ جاخوش

واقعہ نگاری | افسانہ نگاری کا کمال یہ ہے کہ فرضی قصہ اس انداز سے بیان ہو کہ واقعہ معلوم ہونے لگے۔ اس کے لئے شاعر کو فطرتِ انسانی اور واقعات کا کامل نبض شناس ہونا چاہیئے۔ جن شعرا کو یہ ملکہ حاصل تھا وہی اس میدان کو کامیابی سے طے کر سکے۔ مثنوی مجنوں لیلیٰ میں دو ماؤں کا ذکر ہے ایک مجنوں کی دوسری لیلیٰ کی۔

دونو مائیں اپنے اپنے لختِ جگر کی رُسوائی کا حال سُنتی ہیں۔ مگر نازک فرق یہ ہے کہ ایک لڑکے کی رُسوائی سُنتی ہے دوسری لڑکی کی۔ ظاہر ہے کہ دونو کے فکر و رنج میں ایک لطیف تفاوت ہی۔ حضرت امیر خسرو اس فرق کو پیش نظر رکھکر دونو کا حال لکھتے ہیں۔ اسی طرح جس موقع پر مجنوں کا باپ اور اُس کی ماں اپنے لختِ جگر کو نصیحت کرتی ہی تو وہاں بھی اس نازک فرق کو ملحوظ رکھا ہی جو ایک ما اور ایک باپ کے جذبات اور انداز فہمایش میں ہو سکتا ہی۔

(لیلیٰ کی ماکو اُس کی وارفتگی معلوم ہوتی ہی)

چوں رفت بگوشِ ہر کس ایں راز — وز ہر طرفے برآمد آواز
تا گشت ز گفتگوئے او باش — بر مادرِ لیلی ایں خبر فاش
مادر ز نہیبِ شرمِ اغیار — بنشست بگوشۂ دل افگار
زاں آتشِ دہ زبانہ ترسید — وز سرزنشِ زمانہ ترسید
فرزندِ خجستہ را نہانی — بنشاند ز راہِ مہربانی
گفت اے دل و دیدۂ مرا نور — از روئے تو بادِ چشمِ بد دور
دانی کہ جہاں فریبناک ست — آسودگیش غم و ہلاک ست
ہر کاسہ کہ خوانِ دہر دارد — پنہاں بنوالہ زہر دارد
ہر سرخ گلے کہ در بہارے ست — در دامنِ او نہفتہ خارے ست
تو سادہ مزاجی و تنک دل — وز نیک و بدِ زمانہ غافل

چوں اہلِ زمانہ راوفا نیست | زیشاں طلب وفار وا نیست
ہاں تا نکنی عنانِ دل سُست | کافتادہ خلاص چوں تواں جُست
القصہ شنیدہ ام کہ جائے | داری نظرے بر آشنائے
ترسم کہ چو گرد دایں خبر فاش | بدنام شوی میانِ اوباش
با ایں تنِ پاک و گوہرِ پاک | آلودہ چرا شوی بہر خاک
جائے منشیں کہ چوں نہی پائے | تہمت زدہ خیزی ازچناں پائے
صوفی کہ شود بہ مجلسِ مے | البتہ چکد پیالہ بروے
عشق ارچہ بود بہ صدق و پاکی | خالی نہ بود ز شرمناکی
گر دم نہ زنند کاردانان | چوں باز رہی ز بدگمانان

(مجنوں کی ماں)

در پیش نشست و زار بگریست | گفتا کہ بہ است مرگ ازیں زیست
تا زادہ شد از عدم وجودم | رنجے ز جہاں نیاز مودم
دولت ہمہ عمرم آنچناں داشت | کز اندہِ دہر بر کراں داشت
آزادم داشت بختِ فیروز | ز آسیبِ زمانہ تا بامروز
واکنوں کہ دمید صبحِ پیری | کافوری گشت زلفِ قیری
بالائے چو تیر شد کمانم | و آمد تبِ لرزہ استخوانم
مپسند کہ درچنیں زمانے | سوز دبغمت گستہ جانے

هر دانه بر آر پائے از گل ‏ ‏ ‏ بندی بجدائے خویشتن دل
تا بو که بصبرِ فرخ انجام ‏ ‏ ‏ از کام روا بر آیدت کام
ماہم زپیت چنانکه دانیم ‏ ‏ ‏ جهدے بکنیم تا توانیم

(مجنوں کا باپ)

پیر از جگرِ کباب گشته ‏ ‏ ‏ رُخ شسته به خونِ آب گشته
بگریست بر و به خسته جانی ‏ ‏ ‏ بوسید سرش به مهربانی
میسوخت بزاری از گزندش ‏ ‏ ‏ میداد ز سوزِ سینه پندش
کاے شمعِ دل و چراغِ دیده ‏ ‏ ‏ وے میوهٔ جان و باغِ دیده
با آں خردے که داشت رایت ‏ ‏ ‏ چوں در وحل اوفتاد پایت
دردِ که نهاد برتو ایں بار ‏ ‏ ‏ سودائے که کرد با تو ایں کار
پیرانه سرم گزاشتی چهر ‏ ‏ ‏ بر پیریِ من نیامدت مهر
بودم بگماں که گاهِ پیری ‏ ‏ ‏ مونس شویم بدست گیری
چوں بشکند ایں تنِ سفالیں ‏ ‏ ‏ غمخوار تو باشیم به بالیں
خود گشت دریں سفالِ پُر درد ‏ ‏ ‏ پیش از تنِ من سفالِ تو خورد
دریاب که عمرِ ما بسر آمد ‏ ‏ ‏ طوفانِ اجل بسر در آمد
جنبید درائے کاروانم ‏ ‏ ‏ هودج طلبید ساربانم
بگسست زهِ کمانِ سختم ‏ ‏ ‏ وز زلزله سست شد درختم

گر چون خلفاں شوی جگر سوز | باشد خلف از برائے ایں روز
بشتاب کہ تا درین غم آباد | پیش از اجلم رسی بہ فریاد
زین پس کہ بہ جستنم شتابی | جوئیم بسے و لے نیابی
نقدِ تو ہماں بود کہ چنداں | بینی بہ جمالِ ارجمنداں
با وقتِ عزیز و عیشِ دلکش | یارانِ عزیز را کنی خوش
زیناں نفسے بہ جہل مشمر | عمرست نہ بادِ سہل مشمر
آں تحفہ کہ قیمت ست جانش | ضائع چہ کنی بہ رائگانش
مستی ست بہ لطمہ پست گشتن | وز جامِ نخست مست گشتن
گر واقعہ چند سینہ سوز ست | مردی ز پئے کدام روز ست
زین غم ہمہ گر مراد یار ست | غم ہیچ مخور کہ در کنار ست
گر بر مہِ آسماں نہی ہوش | کوشم کہ رسانمت در آغوش

آپ نے تینوں نظمیں پڑھیں لیلیٰ کی ما جیسے ہی لیلیٰ کے تعلقِ خاطر کا حال سنتی ہی رُسوائی و بدنامی کے خیال سے جگر تھام لیتی ہی اور فرطِ صدمہ سے ایک گوشہ میں جا بیٹھتی ہی۔ بالآخر سنبھلتی اور لیلیٰ کو تنہائی میں سمجھاتی ہی۔ شرم و غیرت کے جذبات کو ابھار کے اور بدنامی و رسوائی سے خوف دلا کر اُس کا خیال بدل دینے کی کوشش کرتی ہی۔ یہ بھی سمجھاتی ہی کہ ابنائے زمانہ بیوفا ہیں دھوکا نہ کھانا چاہیئے صنفِ نازک کے خیال میں مرد ایک خود غرض مخلوق ہی۔ اُسی کی جھلک اس نصیحت میں ہی۔ ابتدائے

محبت میں عموماً اپنی پاک بازی پر بھروسہ اور یہ گمان ہوتا ہی کہ ہم پاک باز ہیں تو ہم کو کوئی بُرا کہنے کا کیا حق رکھتا ہی۔ لیلیٰ کی ماں اس خیال کی بھی تردید کرتی ہی ؎

صوفی کہ رود بہ مجلسِ مے
البتہ چکد پیالہ بردے

بالآخر بقیہ شبہ بھی رفع کردیتی ہی ؎

گردم نہ زنند کاروانان
چوں باز رہی زبدگمانان

اہلِ خرد بدنام کرنے سے احتیاط بھی کریں تو بدگمانوں سے کب پناہ مِل سکتی ہی غالباً ایسے موقع پر اس سے بہتر نصیحت کا پیرایہ نہیں ہو سکتا۔

مجنوں کی ما اپنے فرزند کی گرفتاری کا حال سُن کر اُس کو اس پیرایہ میں سمجھاتی ہی کہ اب تک میں آرام سے رہی ہوں اب مجھکو صدمۂ جانکاہ مت دے۔ پھر اُس کو مردانہ ہمت یاد دلا کر ضبط وصبر کی جانب رہنمائی کرتی اور بالآخر حصول مدعا میں حتی الامکان کوشش کی تسلّی دیتی ہے۔ مجنوں کا باپ بھی یہی نصیحت کرتا ہی مگر مردانہ لہجہ وانداز میں وہ کہتا ہی کہ اولاد بڑھاپے کا سہارا ہوتی ہی۔ مجھکو بھروسہ تھا کہ پیری کے وقت تو میری دست گیری وہمدردی کرے گا مگر تو خود ہمدردی و دست گیری کا محتاج ہی۔ پھر اپنے بڑھاپے پر اُس کو رحم دلانے کی کوشش کرتا ہی۔ دوست احباب کے جلسے یاد دلا کر اُس طرف طبیعت کو مائل کرتا ہی۔ عمر کے گرانمایہ ہونے

اور بیکار رنہ کھونے کا فلسفہ سمجھاتا ہی۔ اور اُس کی دانشمندی سے اپیل کرتا ہے۔ ع

یا آں خرِدے کہ داشت رہت

پھر مردانہ جذبات کو تحریک میں لاکر صبر وضبط کی تلقین کرتا ہی۔ بالآخر یہ کہتا ہی کہ کچھ بھی ہو اُس کا دامنِ مقصود بھر دیا جائے گا۔

دیکھو ما اپنی ضعیفی و بیکسی اس طرح بیان کرتی ہی:

واکنوں کہ دمید صبحِ پیری | کافوری گشت زلفِ قیری
بالائے چو تیر شد کمانم | وآمد بہ تزلزل اُستخوانم
مپسند کہ درچنیں زمانے | سوزد بغمت گسستہ جانے

باپ بڑھاپے اور ناتوانی کا یوں اظہار کرتا ہی:

دریاب کہ عمرِ ما سر آمد | طوفانِ اجل بسر در آمد
جنبید درائے کاروانم | ہودج طلبید ساربانم
بگسست زہِ کمانِ سختم | وز زلزلہ سست شد درختم
گر چوں خلفاں شوی جگر سوز | باشد خلف از برائے ایں روز

ان دو شعروں کا مقابلہ کرو، زنانہ عجز اور مردانہ قوت کا پتا لگے گا:

ما
بالائے چو تیر شد کمانم
وآمد بہ تزلزل اُستخوانم

باپ
بگسست زہِ کمانِ سختم
وز زلزلہ سست شد درختم

وعدہ کوشش کا فرق:

ما
ما ہم زپیت چنانکہ دانیم
جہدے بکنیم تا توانیم

یعنی جہاں تک ہم سے ہو سکے گا کوشش کرینگے۔

باپ
زیں غم ہمہ گر مراد یارست
غم ہیچ مخور کہ در کنارست
گر بر مہ آسماں نہی ہوش
کوشم کہ رسانمت در آغوش

اپنا مقصود اپنے دامن میں آیا سمجھ۔ آسمان کا چاند بھی ہے تو اُس کو تیرے پاس لانے کی کوشش کروں گا۔

ایک اور واقعہ کی تصویر: مجنوں جوشِ جنوں میں سرگرداں ہے۔ مخلوق کا پیچھے ہجوم ہے۔ دیوانوں کے اُستاد لڑکے بھی سرگرمِ ضیافت ہیں:

می رفت چو باد کوہ بر کوہ — خلقے زپیش دواں بانبوہ
ہر کس بہ لطافتِ جوانیش — میخورد فسوسِ زندگانیش
اینش زدرونہ پندمی داد — وانش بہ جفا گزندمی داد
طفلاں بہ نظارہ سنگ در دست — اینش زد و آں شکست داد و خست

باوجود اس جور و جفا کے مجنوں کا کیا حال تھا:

باآں شغبے کہ در گزر بود | دیوانہ زخویش بے خبر بود
میراند زآبِ دیدہ روئے | می گفت چو بلبلاں سروئے

زیادہ تشریح کی حاجت نہیں۔ لڑکوں کے سارے طوفان بے تمیزی کا نقشہ اس ایک مصرع میں کھینچ کر دریا کوزے میں بند کردیا ہے۔ ع

ایں شُ زد و آں شکست و خوست

چوٹ کی یہ تین ہی قسمیں ہوسکتی ہیں۔ خفیف، شدید، مہلک۔

ایک اور واقعہ نگاری: بعدِ دعوت مجنوں کا پیامِ شادی دیا گیا۔ اس کو سن کر لیلیٰ کے باپ کا حال اور جواب:

ایں قصہ کہ کرد میزباں گوش | از بس خجلی بماند خاموش
برخود قدرے چو مار پیچید | وانگہ بجوابِ دُر بسنجید
گفتا چہ کنم کہ میہمانی | ورنہ کنم آں سزا کہ دانی
ہر نکتہ کزاں کسے برنجد | رنجیدہ شود کسے کہ سنجد
شخصے کہ زنقشِ ناسرانجام | مارا بقبیلہ کرد بدنام
دیوانہ و مست و لاابالی | وز مردمی زمانہ خالی
از بے ننگی فتاد در ننگ | از بے سنگی بہ خوردنِ سنگ
خلق از خبرش بہ کوچہ و در | انگشت بہ گوش و دست بر سر
زیں گونہ حریفِ ناخردمند | در خورد کجا بود بہ پیوند

لڑکی کا پیام سُن کر جو حجاب ہوتا ہے اُس کی تصویر۔ ع

از بس خجلی بماند خاموش

مجنوں کی حالت کی وجہ سے پیام کی ناگواری۔ ع

بر خود قدرے چو مار پیچید

یہ تین مضمون صاف کہہ رہے ہیں کہ یہ قصہ سرزمین عرب کا ہے:

ع گفتا چہ کنم کہ میہمانی

ع مارا بہ قبیلہ کرد بدنام

ے وانگہ بخدای خداوند
از صدقِ عقیدہ خورد سوگند
کیں در نشود کشادہ تا دیر
گر کار زباں رسد بہ شمشیر

ایک بار لیلیٰ ناقہ پر سوار ہو کر مجنوں کے پاس گئی ہے۔ مجنوں کے ہمدم ہر قسم کے درندے تھے اِس واقعہ کے بیان میں یہ پہلو امیر خسرو کے نکتہ سنج قلم سے فروگذاشت نہیں ہوتا کہ اونٹ درندوں سے ڈرتا ہے۔ لیلیٰ کا ناقہ درندوں کی بُو سونگھ کر رُک جاتا ہے:

او خفتہ و گرد او دد انش   شیرانِ شکار پاسبانش
مجنوں ۱۲
از بوئے دوانِ صید فرسائے   از کار بشد جمازہ را پائے

اس ملاقات کی خوشی درندوں کے سوا کون مناتا۔

از عشرتِ آں دو مستِ بے جام　　　در رقص درآمدہ دد و دام

کانٹے بھی حاضر ہیں ؎

ہر خار کشیدہ دُور باشے
می کرد بچشمِ بد خراشے

سحرِ حلال | شاعر کا اعلیٰ کمال یہ ہے کہ اُس کو یہ قدرت ہو کہ چاہے تو مخاطب کے دل میں ایک چیز سے نفرت پیدا کر دے اور چاہے رغبت۔ دنیا میں کوئی چیز شر مطلق نہیں ہے کہ کوئی صفت اُس میں نہو۔ نہ خیر محض ہے (سوائے ذات باری تعالیٰ کے) کہ اُس میں کوئی بُرائی نہو۔ فطرت کا مصور (شاعر) ہر ایک شے کے اچھے بُرے پہلو دیکھتا اور اپنے سحر انگیز بیان کے زور سے رغبت دلانے یا نفرت پیدا کر دینے کا کام لے لیتا ہے۔

حضرت امیر خسرو ایک موقع پر سگِ لیلیٰ کے ذکر میں یہ جادو بیانی دکھاتے ہیں۔ اوّل دیکھو کیسا گِھناؤنا اور مکروہ صورت کُتّا ہے۔

(مجنوں پھرتے پھرتے ایک موقع پر پہنچتا ہے)

دید از طرفِ گذر بسوئے　　　غلطیدہ سگے بہ کنجِ کوئے
خارش زدہ و خراش خوردہ　　　واز پہلوئے خود تراش خوردہ
درگردِ سرش چو فرقِ نقّاب　　　وز سلخِ تنش چو پیشِ قصّاب
خم یافتہ در تہی گہش راہ　　　گشتہ شکمش ہمہ تہی گاہ

از دم دہنش فراز ماندہ　　دندانش ز خندہ باز ماندہ
سرتا قدمش جراحت و ریش　　شویاں بزباں جراحتِ خویش
بے لقمہ گلوئے لقمہ خوارش　　لیسیدنِ دست و پائے کارش

گلی میں ایک خارشتی کُتّا پڑا ہوا ہے۔ خارش سے سارا جسم گھائل ہے پہلو میں زخم ہو گئے ہیں زخموں سے خون بہتا ہے۔ سر خاک میں گھسا ہوا ہے۔ مُنہ کھلے کا کھلا رہ گیا ہے کمر کبڑی ہو گئی ہے۔ بھوکوں کا مارا پیٹ کمر سے جا لگا ہے۔ سر سے پاؤں تک زخموں سے چور اور خون آلودہ زخموں کو زبان سے چاٹ رہا ہے۔ اس نفرت انگیز مخلوق کو مجنوں دیکھتا ہے۔

مجنوں چو بہ حالِ او نظر کرد　　در پیش دوید و دیدہ تر کرد
بگرفت بہ رفق در کنارش　　می شست بگریہائے زارش
جا یش ز کلوخ و خار می رفت　　وز پائے و سرش غبار می رفت

یہ مجنونانہ حرکت نہیں ہے۔ حق شناسی و حق پسندی کا جوش ہے۔ وجہ سنئے۔

گفت اے گلِت از وفا سرشتہ　　نقشت فلک از وفا نوشتہ
ہم نانِ کسان حلال خوردہ　　ہم خوردہ خود حلال کردہ
کردہ زنِ حلال خواری　　با منعمِ خویش حق گزاری
جانت ز حلال خوارگی مست　　و آسودگیت حرام پیوست
پیکار پذیر پاسبانان　　بیدار کُنِ خراس بانان

از سایۂ تو رمیدہ نقّاب | چوں سایہ کہ وارمد ز مہتاب
از خاستنِ شبِ سیاہت | میموں شدہ خوابِ صبح گاہت
تو شیر جوان و مست بودہ | وز شیر و پلنگ جاں ربودہ
معشوقۂ خسرواں بہ نخچیر | وافگندہ بدوش زلفِ زنجیر
صد خوں زلبت چکیدہ در خاک | وز لوثِ جنایتت دہن پاک
امروز کہ باز ماندی از کار | خواری ہمہ را مرانہ خوار

مجنوں کہتا ہے اے کتّے وفا تیری گھٹّی میں پڑی ہے۔ حلال کی کمائی تو کھاتا ہے۔ اپنے محسن کا حقِ خدمت و وفاداری پورا کرتا ہے۔ اُس کی جان و مال کی حفاظت پر اپنا آرام قربان کر دیتا ہے۔ جو پاسبان اپنی خدمت انجام دینے میں سُستی کرتے ہیں اُن کا تو دشمن ہے۔ چور تیرے سایہ سے بھاگتے ہیں۔ رات بھر کی محنت کے بعد صبح کا تیرا سونا مبارک ہے۔ جب تو جوان تھا تو شیر و پلنگ تجھ سے کانپتے تھے۔ بادشاہوں کا معشوق تھا۔ دوش پر زنجیر کی زلف پڑی ہوتی تھی۔ ان اوصاف کو پڑھ کر فرمائیے کہ جس مخلوق میں یہ وصف ہوں اُس کی کون قدر نہ کرے۔ اس صفت کو دیکھئے

جانت ز حلال خوار گی مست
وآسودگیت حرام پیوست

جس انسان پر یہ شعر صادق آجائے وہ قدم چومنے کے قابل ہوگا۔ کتّے کا یہ معمولی وصف ہے۔ مجنوں کے پیار کا فلسفہ اس سے بھی اعلیٰ ہے:۔

پائے تو کہ گشت بر در یار | بر چشمِ منش سزا است رفتار
از حسرتِ آنکہ چشمِ آں ماہ | دیدہ است بہ جانبِ تو گہ گاہ
خواہم کہ شگافم ایں دلِ تنگ | در وے کشمت چو لعل در سنگ
خاکت بہ مژہ فشانم از پائے | در دیدہ کشم کہ ہست از انجائے
ہستیم من و تو ہر دو شب گرد | لیکن تو بہ نالہ و من از درد

ایک شخص نے مجنوں کی اس سگ نوازی پر اعتراض کیا تو وہ جواب دیتا ہے:

گر من تہِ پائے سگ زنم بوس | زاں پائے بود نہ زیں لب افسوس
ایں پا کہ بہ شہر و کوئے گشتہ است | پیشِ در یارِ من گذشتہ است
روزیش بہ کوئے آں پری کیش | دیدم گذراں بہ دیدۂ خویش
تعظیم وے نہ از پئے اوست | کش دوست گرفتم از پئے دوست

سوز و گداز

(مجنوں کا نالۂ مستانہ)

ما ہیچ کسانِ کوئے یاریم | ما سوختگانِ خام کاریم
جانے نہ و با حضر ہم آہیم | نور سے نہ و یارِ آفتابیم
گر از خز و پرنیاں گدائیم | در زیرِ گلیم بادشائیم
بے منتِ تاج سرفرازیم | بے زحمتِ دیدہ عشق بازیم
جامہ ز پلاسِ پارہ دوزیم | خانہ ز پئے نظارہ سوزیم
گنجے ست غم اندرونِ سینہ | مارا ست کلیدِ آں خزینہ

جانم ز فراق بر لب آمد — می آئی یا برون خرامد
(خطاب بہ لیلیٰ ۱۲)

گفتی کہ صبور شو بہ دُوری — دُوری ز تو وانگہے صبوری

بنمائے رُخ چو یاسمینم — بنواز بہ شربتِ پسینم

تیغم بزن آستاں بکن پاک — مگذار کہ بر درت شوم خاک

آسودہ مباد جانم آں روز — کز دودِ غمت نباشدم سوز

گیرم خوش و شادماں تواں زیست — ہیہات کہ بے تو چوں تواں زیست

سیلابِ بلا بر آمد از فرق — کشتیم چہ سود چوں شدم غرق

بر سوزِ دلم کہ رستخیز ست — انگشت منہ کہ شعلہ تیز ست

ہر قطرۂ خوں بریں رُخِ زرد — پندار کہ چشمہ ایست از درد

مہرِ تو در استخوانِ من باد — دردِ تو دوائے جانِ من باد

(لیلیٰ کی زار نالی ویرانۂ عاشق سے مراجعت کے بعد)

بازم غمِ عشق در سر اُفتاد — بنیادِ صبوریم در اُفتاد

باز ایں دلِ خستہ دردِ نو کرد — خود را بو بالِ من گرو کرد

بازم ہوسے گرفت دامن — کز عقل نشاں نماند با من

باز ایں شبِ تیرۂ جگر سوز — بر بست بروئے من درِ روز

خوں موج دروںہ بر سر آورد — طوفاں ز تنور سر بر آورد

دودے کہ ز شوق در بر اُفتاد — از سینہ گذشت و بر سر اُفتاد

طاقت برسید چند جوشم آتش بدرونہ چند پوشم
گیرم کہ بود بہ پردہ جایم وزحجرۂ غم بروں نیایم
ایں خانہ شگاف نالۂ زار پوشیدہ کجا شود بہ دیوار
آں راکہ درونہ چاک باشد از پردہ دری چہ باک باشد
در مجلسِ عشق جام خوردن و نگہ غمِ ننگ و نام خوردن
دستِ من و آستینِ یارم گو خلق کنند سنگسارم
شوریدہ کہ غرقِ حال باشد رسوا شدنش جمال باشد
ہر کبک دری بہ تیز گامی برلالہ و گل بہ خوش خرامی
مسکین منِ مستمندِ دل تنگ مجبورِ بلا چو لعل در سنگ
اے دوست کہ بے منی و بامن آتش زدہ یا توئی و یا من
زارم زغمت عظیم زارم دستے کہ زدست رفت کارم
گرگر دزمانہ بے وفائی بارے تو مکن کہ آشنائی
ما نطعِ حیات در نوشتیم تو دیر بزی کہ ما گذشتیم

حقائق و معارف مجنوں لیلیٰ اگرچہ ایک عشقیہ داستان ہے لیکن امیر خسرو کی دقیقہ سنجی نے جابجا اُس میں ایسے معارف درج کر دیئے ہیں جو ایک کامیاب زندگی اور رفعتِ مرتبہ کے واسطے دستور العمل بن سکتے ہیں۔

(کمالِ انسانی ہمت و علم پر منحصر ہے)

لیکن بنود حیاتِ جاوید تا سر نکشی بہ ماہ و خورشید

وان رست باوج آسمان سر — کز جوہر علم یافت افسر

(علم سطحی و سرسری نہو بلکہ عمیق و کامل ہونا چاہیئے)

آن نیست نشان علم والا — کز خلق بری بہ حیلہ کالا
علم آن باشد کہ رہ کند پاک — نے زرق مزوران چالاک
آن تختہ درست کن بہ تکرار — تا آگہ شوی از نہایت کار

(مرد بننے کی کوشش کرنی چاہیئے)

چون مرد بگرد مردمی گرد — نے ہیچو بخیل ناجوانمرد
سرمایۂ مردمی مکن کم — کز مردمی ست قدر مردم

(دوست اور دوستی)

تا پا نہ نہی بدستیاری — از دوست مخواہ دوستداری
یارے کہ بجان نیازمائی — در کار خودش مدہ روائی
صد یار بود بہ نان شکے نیست — چون کار بجان فتد یکے نیست

(آسودگی دل کا راز)

خواہی کہ نگردی آرزومند — می باش بہرچہ ہست خورسند
پویان حریص رنجے زر دست — خورسندی دل صلائے مرد ست

(عزت ہمت کا ثمرہ ہے)

خواہی شرف و بزرگواری — میکوش بہمتے کہ داری

کاں تن کہ بہتے سرشتہ ہست   مردم نگری ولے فرشتہ است
فی الجملہ بہر چہ دست سائی   ہمّت چو قوی بود برآئی

(بے اصول کام بیکاری سے بدتر ہے)

بے بہرہ کہ کار کردنش خوست   بیکار ترینِ مردماں اوست

(سستی ارادہ کو بھی سست کر دیتی ہے)

آں خواجہ کہ کاہلی ست خویش   کاہل ترا ز دوست آزرویش

(جو کام کرو کوشش کے ساتھ کرو)

ہر گہ کہ علم شدی بہ کارے   در غایتِ آں بکوش بارے

(تھوڑی اچھی چیز بہت سی بُری سے بہتر ہے)

یک شاخ کہ میوہ دہد تر   بہتر ز ہزار باغِ بے بر
یک بُلبلِ خوش نوائے و دلکش   بہتر ز دو صد کلاغِ ناخوش

(اچھا لکھو اگرچہ تھوڑا ہو)

آں بہ کہ چو نکتہ سگالی   حرفے نبود ز نکتہ خالی
نے چوں حبشی کہ از تباہی   نورے نہ و عالم سیاہی

جو لوگ بے معنی دفتر سیاہ کرتے ہیں اُن کی تحریروں کی تشبیہ حبشی سے کیا خوب ہے۔ ع

نورے نہ و عالم سیاہی

حفظِ مراتب امیر خسرو کو دقیقہ سنجی و واقعہ نگاری کا جو ملکہ مبدء فیاض سے عطا ہوا تھا اُس کی جانب ہم اوپر اشارہ کر چکے ہیں۔ اسی صفت کا اثر ہی کہ اُن کے کلام میں حفظ مراتب کا پہلو نمایاں ہی اور اُن کا قلم کبھی دائرۂ اعتدال سے باہر نہیں جاتا۔ سب سے زیادہ لغزش گاہ پیر کی مدح ہی۔ زور مبالغہ کبھی حدِّ رسالت سے ٹکرا دیتا ہی اور کبھی سدِّ الوہیت سے۔ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہٗ کے ساتھ جو جوشِ عقیدت امیر خسرو کو تھا اور جو شفقت حضرت کو اُن کے حال پر تھی وہ یادگارِ زمانہ ہی۔ تاہم مدح مُرشد میں پورا لحاظ حفظ مرتبہ کا رکھا ہی۔ اور ایک لفظ قلم سے ایسا نہیں نکلا جو اس دائرہ سے باہر ہو مع ہذا پیر کی مدح میں ذرّہ برابر کمی نہیں کی۔ غالباً یہ مدح نمونۂ مدح کہی جا سکتی ہی۔

چوں گوہرِ مدحِ خواجہ سفتم — از غیب شنیدم آنچہ گفتم
اکنوں قدرے دُرِ معانی — ریزم بسرِ جنیدِ ثانی
قطبِ زمن و پناہِ ایماں — سرجملۂ جملۂ کریماں
در شرع نظامِ دینِ احمدؐ — یعنی کہ نظامِ دیں محمدؐ
در حجرۂ فقر بادشاہے — در عالمِ دل جہاں پناہے
بر خاک زرحمت آسمانے — بر چرخ ز دولت آستانے
بر مہ ز گلیم بُردہ رایت — سلطانِ ممالکِ ولایت
شاہنشہِ بے سریر و بے تاج — شاہانش بخاکِ پائے محتاج

در پردۂ غیب محرم راز | وز راز سپہر کیسہ پرداز
در عالم وحدت ایستادہ | بر ہر دو جہاں قدم نہادہ
از خواجگی آستیں کشیدہ | در پایۂ بندگی رسیدہ
بیناتر جملہ پاک بیناں | بیدار تریں شب نشیناں
ہر شب کہ رود بریں کہن بام | بر فرش فرشتگاں زند گام
در پیش دوند جملہ مشتاق | گویند بہ عرش قُم علی الساق
مسند ز سپہر برترش باد | خسرو چو ستاں چاکرش باد

تشبیہ شاعری کے کمالات میں سے خوبی تشبیہ بھی ہے۔ تشبیہ کا حسن یہ ہے کہ واضح ہو اور بدیع یعنی جس کی تشبیہ ہو اُس کا پورا نقشہ کھینچے۔ اسی کے ساتھ ندرت کا پہلو لئے ہوئے ہو۔ امیر خسرو نے مجنوں لیلی میں بہت سی نادر تشبیہیں پیدا کی ہیں۔ بعض نمونے اوپر درج ہو چکے ہیں۔ چند اب لکھے جاتے ہیں۔ جانباز دلاور جب میدان میں حملہ آور ہوتا ہے تو اس پھرتی اور سبک دستی سے ہر سمت حملہ کرتا ہے کہ اس کی تلوار شعلۂ جوالہ بن جاتی ہے۔ دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی وقت میں چاروں طرف ہاتھ مار رہا ہے۔ امیر خسرو اپنے بھائی کے ہنّوں کا بیان فرماتے ہیں:

روازہمہ سو برزم چوں تیغ
تیغ از ہمہ رو چو برق در میغ

علاوہ خوبی تشبیہ دونوں مصرعوں کا تقابل اور تیغ کی الٹ پلٹ قابل داد ہے۔

لیلیٰ مجنوں ایک مرتبہ خوبیِ تقدیر سے باہم ملتے ہیں، لیکن پاکبازی و پاک دلی کے ساتھ

دو صبح بہم رسیدہ از دور
دو مشعل رایکے شدہ نور

چونکہ دونوں سوختہ جاں تھے اس لیے مشعل کی تشبیہ حسب حال ہے۔

مراجعتِ لیلیٰ کے بعد مجنونِ سوختہ اختر تمام شب تپشِ غم کے ہاتھوں نیم مُردہ ہی رہا۔

نے مُردہ نہ زندہ بود تا روز
چوں نم زدہ مشعلِ جگر سوز

تیل میں پانی ملجائے تو اُس کے اثر سے مشعل بحالتِ نیم سوختگی سخت شورش و پراگندگی کے ساتھ جلتی ہے۔ یہی حال مجنوں کا تھا۔ کمال تشبیہ یہ ہے کہ مشعل شب کو جلتی ہے، مجنوں بھی رات ہی کے وقت آتش فراق میں جل رہا تھا۔

فرطِ غم و اندوہ سے لیلیٰ کے نازک رُخساروں پر چھائیاں پڑگئی ہیں:

نے کُلفہ کہ سایہ بُد بمہتاب
نے نے غلطم کہ سایہ بر آب

رُخسارِ نازک کی چھائیں پانی پر سایہ، یہ نازک خیالی امیر خسرو کا حصہ ہے۔
سراب کی تشبیہ:

در دشت سرابہائے کیں توز
چوں وعدہ سفلگان جگر سوز

جاں بلب پیاسا پانی سمجھکر سراب پر بامید سیرابی پہنچتا ہے اور وہاں دیکھتا ہے کہ پانی نہیں ریگ موج زن ہے۔ جو صدمۂ مایوسی اُس کے دل کو پہنچتا ہے وہی اُس شخص کے دل کو پہنچتا ہے جو وفائے وعدہ کی اُمید پر سفلہ کے پاس جاتا اور اُس کی وعدہ خلافی سے خونِ جگر پیتا ہے۔ مجنوں اپنی ناقدری کا شکوہ کرتا ہے:

بے قیمت و قدر و خوار و کاہاں

چوں مرکبِ کورِ بادشاہاں

دیکھو کیسی تشبیہ تام ہے۔ مشبّہ کی چاروں صفات "بے قیمت و قدر و خوار و کاہاں" مشبّہ بہ میں اعلیٰ پیمانہ پر موجود ہیں۔ بادشاہ کی سواری کا گھوڑا اندھا ہو جائے تو ہمیشہ خوار و زار رہتا ہے۔ معمولی گھوڑا ہو تو مار دیا جائے۔ وہ نہ مارا جاتا ہے نہ کچھ قدر ہوتی ہے اور نہ پیٹ بھر کر کھانا ملتا ہے۔ یوں ہی کس مپرسی و لاغری میں ایّام زندگی پورے کرتا ہے۔

لیلیٰ کے دفن کی تشبیہ:

کرداں جگرِ زمیں کشادند

واں کانِ نمک درو نہادند

"جگرِ زمین" اور "کانِ نمک" نہایت دقیق ہے۔

مجنون لیلیٰ کا مقابلہ لیلےٰ مجنوں (۱) مولٰنا نظامی گنجوی (۲) مُلّا ہاتفی ہروی اور (۳) مُلّا مکتبی شیرازی کے ساتھ

مولٰنا نظامی و امیر خسرو

مقابلے سے پہلے یہ اظہار ضروری ہی کہ مقابلۂ کلام میں اگر اشعار امیر خسرو کو مولٰنا نظامی کے اشعار پر ترجیح دی جائے تو اُس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ مولانا کے پایۂ بلند میں کچھ فرق آتا ہی۔ مثنوی میں مولٰنا نظامی کا مرتبہ امیر خسرو سے بلند ہی۔ اور اس کو خود امیر نے اس بلند آہنگی سے ظاہر کیا ہے کہ مولانا نظامی کا بڑے سے بڑا مداح اس سے بڑھ کر بیان نہیں کر سکتا۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مولانا نظامی کا کل کلام امیر خسرو کے تمام کلام سے افضل ہی۔ مثنوی مجنوں لیلیٰ میں کلام خسروی کی برتری صاف عیاں ہی۔ میں اپنی فہم و ادراک کے موافق موازنہ کر کے فرقِ کلام آزادانہ ظاہر کر دونگا۔

مقابلے کے واسطے وہ اشعار انتخاب کئے گئے ہیں جو ہم قافیہ یا ہم مضمون ہیں۔ اس طرح پورا موقع مقابلہ کا ہی۔ موازنہ دو طرح ہو سکتا ہی۔ اوّلاً مجموعتہً، ثانیاً انفراداً۔

مجموعی مقابلے کے لئے پہلے مولانا نظامی کا کلام پڑھو اور بار بار پڑھو۔ اور جب پڑھ چکو تو غور کرو کہ دل پر کیا اثر ہوا۔ تمہارے دل پر متانت و بلاغت کلام کا اور مضامین کی بلندی و رزانت کا اثر پڑے گا اور تم کہہ اُٹھوگے کہ ضرور یہ

ایک قادر الکلام اُستاد کا کلام ہی۔ اس کے بعد امیر خسرو کے اشعار اسی انداز سے پڑہو اور سوچو۔ متانت و فصاحت کلام اور بلندی و خوبی مضامین کے ساتھ ساتھ درد کی چاشنی پاؤگے اور تمہارا دل شہادت دیگا کہ یہ ایک درد آشنا دل کی صدا ہی۔

اوّل حمد کو لیجئے۔

حمد

مولنا نظامی	امیر خسرو
اے نامِ تو بہترین سرآغاز	اے دادہ بہ دل خزینۂ راز
بے نامِ تو نامہ کے کنم باز	عقل از تو شدہ خزینہ پرداز
اے کارکشائے ہرچہ ہستند	اے تو بہ ہمیں صفت سزاوار
نامِ تو کلیدِ ہرچہ بستند	نامِ تو گرہ کشائے ہر کار
اے ہست کنِ اساسِ ہستی	اے قدرتِ تو بہ چیرہ دستی
کوتہ ز درت دراز دستی	از نیست پدید کردہ ہستی
اے ہفت عروسِ نہ عماری	اے یارِ بساط و ہفت پردہ
بر درگہِ تو بہ پردہ داری	بر ہفت عروس عقد کردہ
اے آنکہ نہ بر طریقِ چونی	ہرچہ از تو گماں برم بہ چونی
دانائے درونی و برونی	آں من بوم و تو زاں برونی
اے [illegible] بیناں	اے دیدہ کشائے دور بیناں
دربانِ [illegible] نشیناں	سرمایہ دہِ تہی نشیناں

مولنا نظامی

صاحب توئی آں دگر کدام اند
سلطاں توئی آں دگر غلام اند
اے بر ورقِ تو درسِ ایّام
ز آغاز رسیدہ تا بانجام
اے واہبِ عقل و باعثِ جاں
با حکمِ تو ہست و نیست یکساں
اے امرِ ترا نفاذ مطلق
از امرِ تو کائنات مشتق
راہِ تو بہ نورِ لایزالی
از شرک و شریک ہر دو خالی
در صنعِ تو کامد از عدد بیش
عاجز شدہ عقلِ علّت اندیش
گر ہفت گرہ بہ چرخ دادی
ہفتاد گرہ بدو کشادی
ترتیبِ جہاں چنانچہ بایست
کردی بہ مثابتے کہ شایست

امیر خسرو

قادر توئی آں دگر چہ باشد
منعم توئی آں دگر کہ باشد
وز تربیتِ تو یافت ایّام
پیرایۂ صبح و زیورِ شام
بود ہمہ گشتہ از تو موجود
حکمِ تو رواں بہ بود و نابود
اے حکمتِ تو بہ امرِ مطلق
عالم ز دو حرف کردہ مشتق
شرکت نبرد بہ ملک راہے
خاصہ کہ بہ ملک چوں تو شاہے
باریکیِ حکمتت کہ داند
کز کُن مکنِ تو نکتہ راند
دعوی گریِ ہمہ بہ پیچ
در محکمۂ قضائے تو ہیچ
عالم ز تو شد بہ حکمت آباد
حکمت ز تو یافت آدمی زاد

امیر خسرو	مولٰنا نظامی
در کار تو آسمان زبونے	بے کو کہنی ز کاف و نونے
در کلک تو کون کاف و نونے	کردی چو سپہر بیستونے

انفرادی مقابلہ۔ مطلع مولٰنا نظامی کا بہت بلند و اعلیٰ ہے۔ پہلا مصرع دلیل دوسرا دعوی "سرآغاز" کا لفظ کس قدر مناسب موقع ہے۔ دوسرا مصرع

بے نام تو نامہ کے کنم باز

جتنی بار پڑھوگے نام اور نامہ کی تجنیس تازہ لطف دے گی۔ امیر خسرو کے مطلع میں ایک خاص خوبی ہے۔ داستان عشق وحسن کے مناسب خزینہ راز ہے اور قصۂ مجنوں کے ساتھ خزینہ پردازی عقل صنعتِ تضاد۔ مولٰنا نظامی کا مطلع ہر مضمون کی مثنوی کا سرنامہ ہوسکتا ہے۔ امیر خسرو کا مطلع صرف داستانِ عشق کا طُرّۂ دستار بن سکتا ہے۔

امیر خسرو		مولٰنا نظامی
اے تو بہمین صفت سزاوار	(۲)	اے کارکشائے ہرچہ ہستند
نام تو گرہ کشائے ہر کار		نام تو کلید ہرچہ بستند

امیر خسرو کا شعر بہتر ہے مولٰنا نظامی کے پورے شعر کا مضمون امیر خسرو کے دوسرے مصرع میں آگیا۔ "کارکشائے" "گرہ کشا" زیادہ وسیع ہے۔ گرہ کشائی مشکل کشائی پر دال ہے نیز اس سے اظہار قدرت بیشتر ہوگا۔

امیر خسرو کا پہلا مصرعہ "اے تو بہ ہمیں صفت سزاوار" مضمون و بندش دونوں میں لاثانی ہے اور المستجمع لجمیع صفات الکمال کی پوری تفسیر۔

امیر خسرو		مولنا نظامی
اے قدرتِ تو بہ چیرہ دستی	(۳)	اے ہست کُنِ اساسِ ہستی
از نیست پدید کردہ ہستی		کوتہ ز دری درازدستی

مولنا نظامی کے اوّل مصرعہ کا مضمون امیر خسرو کے شعر میں زیادہ بلیغ انداز میں موزوں ہوا ہے۔ قدرت اور چیرہ دستی سے کلام میں خاص زور پیدا ہو گیا جو حسب حال ہے۔ نیست سے ہستی کا پیدا کر دینا قدرت کا اظہار بمقابلہ اساسِ ہستی کو ہست کرنے کے زیادہ کرتا ہے۔

امیر خسرو		مولنا نظامی
اے چار بساط ہفت پردہ	(۴)	اے ہفت عروسِ نُہ عماری
بر ہفت عروس عقد کردہ		بر درگہِ تو بپردہ داری

مولنا نظامی کے یہاں مضمون زیادہ صفائی سے بندھا ہے۔ ہفت عروس و نُہ عماری کے واسطے پردہ داری بہت مناسب ہے۔ سبعہ سیّارہ کی جانب جو تصرفات و احکام نجوم منسوب ہیں ان کے لحاظ سے بھی پردہ داری بہت موزوں ہے۔ امیر خسرو کے یہاں چار بساط، ہفت پردہ، ہفت عروس، تین عدد جمع ہیں۔ مولنا نظامی کے یہاں صرف دو، ہفت عروس و نُہ عماری۔ امیر خسرو کے شعر میں لفظ عقد عروس کے

نہایت مناسب ہی۔

امیر خسرو	مولنا نظامی

(۵) ہرچہ از تو گمان برم بچونی — اے آنکہ نہ بر طریق چونی

آں من بوَم و تو زاں بردنی — دانائے درونی و برونی

مولنا نظامی سنے سادہ مضمون بیان فرمادیا ہی۔ امیر خسرو ایک دقیق فلسفہ پیدا کرتے ہیں یعنی جو بھی تصور اعلیٰ سے اعلیٰ ذات باری تعالیٰ کا ہم اپنے ذہن میں قایم کریں وہ ہمارے دماغ کی ایجاد ہوگا نہ ذات باری کا ادراک۔ لہذا وہ ایک ناقص ہستی کا ادراک و تصور ہوگا، نہ کامل واجب الوجود کا۔ "آں من بوم" پر غور کرو۔ ظلوم و جہول انسان بڑی کاوش سے ایک مفہوم ذات باری کا قایم کرتا ہی اور اُس پر بزعم خود بڑے سے بڑے نتایج لیکن یہ نہیں سمجھتا کہ اس پردہ میں وہ خود چھپا ہوا ہی اور خود اپنے ہی بابتہ احکام صادر کررہا ہی۔ جو بیچون ہے وہ چگونگی میں کس طرح سما سکتا ہی۔ اس راہ میں کیسے کیسے مدعیان خرد نے ٹھوکریں کھائی ہیں۔

امیر خسرو	مولنا نظامی

(۶) اے دیدہ کشائے دوربیناں — اے سرمہ کشِ بلند بیناں

سرمایہ دہ تہی نشیناں — در بازکنِ درون نشیناں

اہل معرفت کو جو فیض مبدء فیاض سے پہنچتا ہی اُس کا ذکر ہی۔ امیر خسرو کا شعر بلند پایہ ہی۔ سرمہ کش اور دیدہ کشائے کو اول دیکھو۔ صفاتی و عارضی قوت اور ذاتی قوت کا

فرق ہے۔ جو آنکھ سُرمہ کی مدد سے دیکھے وہ اُس آنکھ کو کہاں پہنچ سکتی ہے جو خود اپنی قوت سے دیکھے۔ اس کے بعد بلند بیں اور دوربیں کے فرق پر غور کرو۔ بلند بیں شان رفعت کو ہویدا کرتا ہے۔ عارف شش جہت میں نگاہ سے مطلوب کا جلوہ دیکھتا ہے اور اُس کی نظر میں فوق وتحت سب یکساں ہے۔ درباز کن اور سرمایہ دہ کا فرق بھی ملاحظہ ہو۔ درکھول دینے سے یہ حاصل ہے کہ نظارہ گاہ پیش نظر ہے، اہلِ بصر اپنی نظر سے کام لیں۔ سرمایہ دہ سے یہ مُراد ہے کہ نظارہ اور توفیق نظارہ سب اُسی طرف سے ہے۔ نظارہ گاہ کے ساتھ قوت نظارہ بھی اُسی طرف سے آتی ہے۔ سرمایہ دہ سے فیض ذاتی مفہوم ہوتا ہے۔ درون نشین وتہی نشین، درون نشین میں زیادہ سے زیادہ خلوت نشینی کا مفہوم ہے۔ تہی نشین میں احتیاج وافلاس ہے جو درِ کریم پر پہلا ذریعہ حصول فیض کا ہے۔ نظر کو مزید وسعت دو۔ جو خودی سے تہی ہوکر اور فنا کے مراتب طے کرکے سرحدِ بقا پر پہنچے اُس کی کامیابی اور مایہ داری کہاں تک پہنچے گی۔

امیر خسرو		مولٰنا نظامی
قادر توئی آں دگر چہ باشد	(۷)	صاحب توئی آں دگر گدام اند
منعم توئی آں دگر کہ باشد		سلطاں توئی آں دگر غلام اند

مولانا نظامی کا شعر صاف بلند پایہ ہے۔ ع "سلطاں توئی آں دگر غلام اند" کو امیر خسرو کا کوئی مصرعہ نہیں پہنچتا۔

مولنا نظامی — امیر خسرو

اے برورقِ تو درسِ ایّام (۸) وز تربیتِ تو یافت ایّام

زآغاز رسیدہ تا بانجام — پیرایۂ صبح و زیورِ شام

مولنا نظامی نے سادہ الفاظ میں یہ مفہوم ادا فرمایا ہو کہ زمانہ باآں ہمہ امتداد وبس اس قدر وسعت رکھتا ہو کہ اُس کے سارے واقعات کی سرگزشت کتابِ قدرت کے صرف ایک ورق پر ثبت ہو۔ امیر خسرو تغیرِ مضمون کے ساتھ زیادہ دلکش الفاظ میں یہ ظاہر کرتے ہیں کہ عالم کی دلکش نیرنگیاں یدِ قدرت ہی کی بخشی ہوئی ہیں

ع پیرایۂ صبح و زیورِ شام

کیسا دلآویز مصرع ہو۔ صبح کا نورانی لباس شام کا مُرصّع زیور تخیل کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ مولنا نظامی کے شعر سے درسِ ایّام کا وقوع ثابت ہوتا ہے اور بس؛ نتیجۂ تعلیم نہیں معلوم ہوتا۔ امیر خسرو کے شعر سے درس و نتیجۂ درس دونوں ظہور پذیر ہیں۔

مولنا نظامی — امیر خسرو

اے واہبِ عقل و باعثِ جاں (۹) بودِ ہمہ گشتہ از تو موجود

با حکمِ تو ہست و نیست یکساں — حکمِ تو رواں بہ بود و نابود

مولنا نظامی نے صرف عقل و جان کے عطا و ایجاد کا تذکرہ فرمایا ہو نیز یہ کہ حکمِ ربّانی وجود و عدم دونوں پر یکساں نافذ ہے۔ امیر خسرو تمام مخلوق کا ایک ذرّے

لفظ ہمہ میں انحصار کر کے وسعتِ قدرت دکھاتے ہیں جس طرح ایک مصوّر تل کی برابر
نقطہ میں ایک شہر کا منظر نمایاں کر دیتا ہے۔ دوسرے دونوں مصرعے مقابل پڑھیو

ع با حکمِ تو ہست و نیست یکساں

ع حکمِ تو رواں بہ بود و نابود

امیر خسرو کا مصرع زیادہ چست اور زور دار ہے۔ حکمِ الٰہی کا نفوذ و نفاذ جس قوت
کے ساتھ امیر خسرو نے ظاہر کیا ہے وہ مولنا نظامی کے لفظوں میں نہیں ہے۔

امیر خسرو		مولنا نظامی
اے حکمتِ تو بہ امرِ مطلق	(۱۰)	اے امرِ ترا نفاذ مطلق
عالم ز دو حرف کردہ مشتق		از امرِ تو کائنات مشتق

مولنا نظامی کے اوّل مصرع سے امرِ الٰہی کا محض نفاذِ علی الاطلاق عیاں ہوتا
ہے۔ امیر خسرو کے مصرع میں امرِ مطلق کا عین حکمت ہونا بھی بیان ہوا ہے، اور یہی
شانِ عدل ہے۔ مولنا نظامی کے پورے مصرع کا مضمون امیر خسرو کے ان دو لفظوں
میں آگیا امرِ مطلق۔ از امرِ تو کائنات مشتق میں وہ لطف نہیں جو عالم ز دو حرف کردہ
مشتق میں ہے۔ صرف دو حرف سے سارے عالم کا مشتق ہو جانا قدرت پر زیادہ دلالت
کرتا ہے بہ مقابلہ عظیم الشان امر الٰہی سے مشتق ہونے کے۔

امیر خسرو		مولنا نظامی
شرکت نبرد بملک را ہے	(۱۱)	راہِ تو بہ نورِ لایزالی
خاصہ کہ بملک چوں تو شاہے		از شرک و شریک ہر دو خالی

مولنا نظامی کے شعر کا پایہ بہت بلند ہے۔ نورِ لایزالی نے جو برقی قوت مولنا نظامی کے کلام میں پیدا کی ہے اُس کا عشرِ عشیر بھی امیر خسرو کے شعر میں نہیں ہے۔ امیر خسرو نے شاہانہ غیرت کی بنیاد پر شرکت کی نفی کی ہے مولنا نظامی جلال ربانی کی برقِ خرمن سوز سے شریک و شرکت دونوں کی ہستی کو مٹاتے ہیں۔ وبینہما بونٌ بعید۔

مولنا نظامی — امیر خسرو

(۱۲)

باریکیِ حکمت کہ داند — در صنعِ تو کامد از عدد بیش
کز کُن مکنِ تو نکتہ راند — عاجز شدہ عقلِ علت اندیش

مولنا یہ بیان فرماتے ہیں کہ تیزی بے شمار صنعت عقلِ علت اندیش کے عجز کا سامان ہے۔ امیر خسرو فرماتے ہیں کہ چونکہ حکمتِ الٰہی کی باریکی کو پہنچنا محال ہے اس لئے اُس کے امر و نہی میں کون عقل کو دخل دیسکتا ہے۔ اس طرح دعویٰ دلیل سے ثابت ہو گیا۔ اس کے علاوہ مولنا نظامی کے مضمون سے واضح ہوتا ہے کہ بے شمار صنعت کو دیکھکر عقل عاجز ہوتی ہے۔ امیر خسرو باریکیِ حکمت کو سبب عجز قرار دیتے ہیں جو ذرہ ذرہ میں عیاں ہے لہذا ہر ذرہ عجزِ عقل کے لئے کافی ہے۔

مولنا نظامی — امیر خسرو

(۱۳)

دعویٰ گری تہی سر پر پیچ — گر ہفت گرہ بہ چرخ دادی
در محکمۂ قضاے تو ہیچ — ہفتاد گرہ بدو کشادی

مولنا نظامی فرماتے ہیں آسمان میں اگر سات گرہیں (سبعہ سیارہ) دستِ قدرت نے

لگادی ہیں تو اُن کے ذریعے سے ستّر گرہیں کھول دی ہیں۔ یعنی آبائے علوی کے جو تصرفات عالم میں جاری ہیں اُن سے ہزاروں کام ہو رہے ہیں۔ یا احکامِ نجوم کی جانب اشارہ ہو۔ سات گرہ دے کر ستّر گرہیں کھول دینا پُرلطف مضمون ہے لفظی رعایت پر خیال کرو تو بدو بکشادی میں دو کا لفظ ہفت و ہفتاد کے مناسب ہے۔ امیر خسرو کا مضمون اس سے بلند تر ہے۔ فرماتے ہیں کہ حکم الٰہی کے سامنے آسمان کیا چیز ہے محض ہیچ اور ناچیز۔ لہذا عظمتِ الٰہی کا اظہار امیر خسرو کے شعر میں زیادہ ہے۔ سپہر کے ساتھ پر پیچ کا لفظ لطف خاص رکھتا ہے۔ نجومی اور فلکی آسمان کے جس چکر میں ہیں اُس سے آج تک بال بھر بھی نہیں نکلے۔

امیر خسرو		مولٰنا نظامی
عالم ز تو شد بہ حکمت آباد	(۱۴)	ترتیبِ جہاں چنانکہ بایست
حکمت ز تو یافت آدمی زاد		کردی بہ سزا چنانکہ شایست

مولٰنا نظامی کے پورے شعر کا مضمون ایک مصرع میں امیر خسرو نے زیادہ شاندار الفاظ میں لکھدیا ہے۔ چنانکہ بایست اور بسزا چنانکہ شایست کا پورا مفہوم بہ حکمت آباد میں زیادہ بلیغ پیرایہ میں آگیا ہے۔ دوسرے مصرع میں امیر خسرو شرفِ انسانی کو نمونہ قدرت قرار دیتے ہیں۔ یہ مضمون مولٰنا نظامی کے شعر میں نہیں ہے۔

امیر خسرو		مولٰنا نظامی
در کارِ تو آسماں زبونے	(۱۵)	بے کوہکنی ز کاف و نونے
وز کلکِ تو کون کاف و نونے		کردی چو سپہر بیستونے

عظمت و قدرتِ ربانی کا جو اظہار "ع در کارِ تو آسمان زبونے" سے ہوتا ہے وہ "ع کردی چو سپہر بے ستونے" سے نہیں ہوتا۔ مولٰنا نظامی فلکِ بے ستون کی رفعت دکھا کر عظمتِ قدرت ثابت فرماتے ہیں، امیر خسرو پستی و زبونی یعنی عظمتِ قدرت اس قدر ہی کہ اُس کے سامنے عظمتِ آسمان کا تخیل بھی نہیں ہو سکتا "ع بے کوکہنی ز کاف و نونے" سے معلوم ہوتا ہی کہ بلا دشواری قدرت نے سپہر سا بے ستون بنا دیا۔ کلامِ خسروی سے ظاہر ہوتا ہی کہ قلم برداشتہ کاف اور نون دو حرف لکھدیئے بس یہ قدرت کے روبرو یہ کائنات ہی ساری کائنات کی (جس کا آسمان ایک جزوِ اقل ہی) اب تم خود سمجھ لو کہ کون سا مضمون زیادہ آسانی ظاہر کرتا ہے۔ اس مقابلے سے ظاہر ہوتا ہے کہ منجملہ پندرہ اشعار کے چار شعر مولنا کے افضل ہیں گیارہ امیر خسرو کے ۔

مضامین خاصّہ

مولٰنا نظامی	امیر خسرو
اے ہیچ خطے نگشتہ زاول	اے بیش ز دانشِ خردمند
بے حجتِ نامِ تو مسجل	ذاتِ تو نطق را زبان بند
اے خطبۂ تو تبارک اللہ	اے سرِ تو بستہ وہم را گوش
فیضِ تو ہمیشہ بارک اللہ	در معرفتِ تو عقل بیہوش
اے ہر چہ رمیدہ و آرمیدہ	اے جان بجسد فگندۂ تو
در کن فیکون تو آفریدہ	ہر کس کہ جز تو بندۂ تو

مولنا نظامی

اے مقصدِ ہمت بلنداں
مقصودِ دلِ نیازمنداں
ہم قصۂ نانمودہ دانی
ہم نامۂ نانوشتہ خوانی

امیر خسرو

اے صانعِ جسم و خالقِ روح
مرہم نہِ سینہائے مجروح
اے نور دہِ چراغِ عالم
مردم کُنِ آدمی و آدم
اے بندہ نواز بندگی دوست
زانِ تو جہاں زمغز تا پوست
بودی تو نہ چرخ و نے زمیں بود
جز تو کہ تواند ایچنیں بود
اندیشہ بہر بلندی و پست
بگذشت و بدامنت نزد دست
گر دستِ منت رسد بدامن
پس فرق چہ باشد از تو تا من
چوں حکمِ تو گردد آشکارا
کس را بہ چرا و چوں چہ یارا
کردی بہ ازل تمام کاری
کز ہیچ کست نبود یاری

امیر خسرو

عاجز نہ از اساسِ ہر ساز
تا یار طلب کنی و انباز
قفلِ ہمہ را کلید بر تو
پنہانِ ہمہ پدید بر تو
اے خاک بران سرے کز اخلاص
بر خاکِ عبادتت نشد خاص

مولانا نظامی کے اشعار خاص میں (یعنی جن کا مقابلہ امیر خسرو کے یہاں نہیں ہے)
یہ شعر بہت بلیغ و نادر ہے

اے خطبۂ تو تبارک اللہ ۔۔۔ فیضِ تو ہمیشہ بارک اللہ

تبارک اللہ و بارک اللہ کا مقابلہ دیکھو۔ تبارک اللہ اشارہ ہے فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ کی طرف۔ ماشاء اللہ کیا بلیغ خطبہ ہے۔ یہ اشعار بھی بہت خوب ہیں:

اے ہیچ خطے نشد ز اوّل ۔۔۔ بے حجتِ نامِ تو مسجّل
اے ہر چہ رمیدہ و آرمیدہ ۔۔۔ در کن فیکون تو آفریدہ

امیر خسرو کے اشعارِ خاص تعداد میں زیادہ ہیں۔ اشعار ذیل میں اُن کا خاص درد و نیاز کا رنگ ہے

اے خالقِ جسم و صانعِ روح — مرہم نہ سینہائے مجروح
اے بندہ نواز بندگی دوست — زانِ تو جہاں ز مغز تا پوست
اے خاک براں سری کز اخلاص — بر خاکِ عبادتت نہ شد خاص

اس رنگ کے اشعار مولنا نظامی کے یہاں نہیں ہیں۔ اشعار ذیل کی معرفت ملاحظہ ہو

اے بیش ز دانشِ خرد مند — فرمانِ تو نطق را زباں بند
اے سرِ تو بستہ وہم را گوش — در معرفت تو عقل بیہوش
اے نور دہِ چراغِ عالم — مردم کنِ آدمی و آدم
بودی تو نہ چرخ و نے زمیں بود — جز تو کہ تواند اینچنیں بود
چوں حکمِ تو گرد آشکارا — کس را بہ چرا و چوں چہ یارا
کردی بہ ازل تمام کاری — کش ہیچ کست نبود یاری
عاجز نہ ز اساسِ ہر ساز — تا یار طلب کنی و انباز
اندیشہ بہر بلندی و پست — بگذشت و بدامنت نزد دست
گر دستِ منت رسد بہ دامن — پس فرق چہ باشد از تو تا من

آخر کے دو شعروں میں اُس غلطی کی اصلاح کی ہے جس میں فکر انسانی اپنے منتہائے کمال پر پہنچکر مبتلا ہو جاتی ہے۔ جب وہ کُنہ واجب الوجود کے ادراک سے عاجز آجاتی ہے تو انکار کی جُرأت کر بیٹھتی ہے۔ امیر خسرو فکر نارسا کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ ادراک نہو سکے تو انکار نہ کر بلکہ یہ سمجھ لے کہ مادی مخلوق اور ذات

مجرد کا فرق مستلزم عدم ادراک ہے۔ عدم ادراک عدم وجود کو مستلزم نہیں۔

مُناجات

مولنا نظامی

عقل آبلہ پائے و کوے باریک
وانگاہ رہے چو موئے باریک
توفیق اگر نہ رہنماید
ایں قفل بہ عقل کے کشاید
اے عقلِ مرا کفایت از تو
جُستن زمن و ہدایت از تو
من بیدل و راہ سہمناک ست
چوں راہبرم توئی چہ باک ست
عاجز شدم از گرانیِ بار
طاقت نہ۔ چگونہ باشد ایں کار
میکوشم و در تنم تواں نیست
کازرم تو بست یک ازاں نیست
گر لطف کنی و گر کنی قہر
پیشِ تو یکیست نوش تا زہر

امیر خسرو

اے عذر پذیر عذر خواہاں
عفوِ تو شفیع برگناہاں
خسرو کہ کمینہ بندۂ تست
در ہر چہ فتد فگندۂ تست
آں را کہ تو آگہی بہ ہر زیست
برداشتنش بہ بازوے کیست
ہم رحمتِ تو بود کہ پیوست
افگندۂ خویش را دہد دست
دستے کہ فتادۂ نفس خود رائے
در مطرحِ سیل بے سر و پائے
بردار ز خاکِ رہ کہ پستم
از دست رہا مکن کہ مستم
ہر چند تنِ گناہ پرورد
در حضرتِ قرب نیست در خورد

مولنا نظامی

شک در دل من بود کاسیرم
کز لطف زیم ز قهر میرم
گر قهر سزای ماست آخر
هم لطف برای ماست آخر
تا در نفسم کفایتی هست
فتراک تو کی گذارم از دست
وانگه که نفس بآخر آید
هم خطبهٔ نام تو سراید
وان لحظه که مرگ را بسیچم
هم نام تو در حنوط پیچم
چون گرد شود وجود پستم
هر جا که روم ترا پرستم
احرام گرفته ام بکویت
لبیک زنان به جستجویت
احرام شکن بسی ست زنهار
زاحرام شکستنم نگه دار

امیر خسرو

با اینهمه گر بپذیری این خاک
نقصان چه بود به عالم پاک
نزدیک خودم بخوان بدان نور
کز خود ابدالابد شوم دور
از یاد خودم کن آنچنان شاد
کز هستی خود نیایدم یاد
جایم رسان کز اوج اخلاص
دیوم بفرشتگی شود خاص
در گلشن قدس کن نهالم
مگذار به گلخن وبالم
آن بخش که از توام دهد یاد
وان ده که براه تو توان داد
خواهم بستایش تو بودن
من خود چه توانمت ستودن
هم تو دل پاک ده زبان هم
در مدحت خویش بلکه جان هم

مولنا نظامی

من بیکس و رخنها نهانی
هان ای کس بیکسان تو دانی
یک ذره ز کیمیای اخلاص
گر بر مس من نهی شود خاص
آنجا که دهی ز لطف یک تاب
زر گردد خاک و در شود آب
پیش تو نه دین نه طاعت آرم
افلاس تهی شفاعت آرم
تا غرق نشد سفینه در آب
رحمت کن و دستگیر و دریاب
هستم تو به عنایت الهی
آنجا قدمم رسان که خواهی
از ظلمت خود رهائیم ده
با نور خود آشنائیم ده
بردار مرا که اوفتادم
از مرکب جهد خود پیادم

امیر خسرو

تا گوید ذکر تو به تمییز
تنها نه زبان که جان و دل نیز
به گر ندهی بهیچ سانم
آن جان که بخویش زنده مانم
آن چشم دهم که پیش بیند
عفو تو و جرم خویش بیند
آن پرده کشا که بار یابم
در پرده صلاح کار یابم
پیداست که نیست از همه هست
نقدیم بجز امید بر دست
افلاس ببین و از سر جود
بکشای خزینهای مقصود
گیرم که نیم بلطف در خور
آخر نه که بنده ام برین در
گر رحمت تست بر نکو زیست
رحمت کن بندگان بد کیست

مولنا نظامی

روزیکه مرا ز من ستانی
ضایع مکن از من آنچه دانی
وانگه که مرا به من دهی باز
یک سایهٔ لطف بر من انداز
آن سایه که از چراغ دورست
آن سایه که آن چراغ نورست
تا با تو چراغِ نور گردم
چون نور ز سایه دور گردم
بے یادِ توام نفس نیاید
با یادِ تو یادِ کس نیاید
گر تن حبشیِ سرشتهٔ تست
در خط ختنی نبشتهٔ تست
گر باز بداورم نشانی
اے داورِ داوراں تو دانی

امیر خسرو

چون زانِ تو ئیم پاک و ناپاک
هم تو بکرم نگر دریں خاک
آخر نه گلم سرشتهٔ تست
نیک و بدِ من نوشتهٔ تست
چون من رقمی از تو می پذیرم
گر نامه سیه بود دگیرم
جرم منگر که چاره سازی
طاعت مطلب که بے نیازی
گر فضلِ تو رحمتے نه ریزد
از طاعتِ چون منے چه خیزد
فردا که ز بنده راز پرسی
ناکردهٔ و کرده باز پرسی
چون میدانی بکار سستم
شرمنده مکن بباز جستم
از رحمتِ خویش کن درم باز
بے آنکه ز کرده پرسیم باز

امیر خسرو

عفوِ تو کہ مشعلیست پُر نور
از ظلمتِ راہِ من کُن دور
روشن کُن ازاں نمط رہم را
کاری بسحر شبانگہم را
زینساں کہ اُمید دارم از تو
خواہش بجز ایں ندارم از تو
کاندم کہ دمم ز تن برآید
با نامِ تو جانِ من برآید
در حجلۂ قدس بخش جایم
تا با تو بجانبِ تو آیم
آں راہ نما بمن نہانی
کاندر تو رسم دگر تو دانی

مناجات کے تین جز ہیں جو خود خالق اکبر نے سورۂ فاتحہ کے ذریعے سے تلقین فرمائے ہیں۔ اوّل ستایش، دوم نیایش، سوم گزارش۔ ستایش کا حصّہ زیادہ تر حمد میں ختم ہو لیتا ہے۔ مناجات کے لئے نیایش و عرض حال دو جز رہ جاتے ہیں۔ نیایش کی جان عجز و شکستگی ہے

گزارشِ مدعا کی نسبت یہ دیکھنا ہے کہ بارگاہِ عالی میں کیا مُدعا پیش کیا۔ ستایش کے نمونے تم کافی دیکھ چکے۔ اب نیایش وگزارش کی کچھ کیفیت معلوم کرو۔

(نیایش)

مولنا نظامی

ای عقل مرا کفایت از تو
جستن ز من و ہدایت از تو
من بیدل و راہ سہمناک ست
چوں راہبرم توئی چہ باک ست
عاجز شدم از گرانی بار
طاقت نہ چگونہ باشد ایں کار
گر قہر سزائے ماست آخر
ہم لطف برائے ماست آخر
بردار مرا کہ اوفتادم
از مرکبِ جہد خود پیادم
تا در نفسم کفایتے ہست
فتراک تو کے گذارم از دست
وانگہ کہ نفس بآخر آید
ہم خطبۂ نام تو سر آید

امیر خسرو

ای عذر پذیر عذر خواہاں
عفوِ تو شفیع برگناہاں
خسرو کہ کمینہ بندۂ تست
در ہرچہ فتد فگندۂ تست
ہم رحمتِ تو بود کہ پیوست
افگندۂ خویش را دہد دست
دستے کہ فتاد نفسِ خود رائے
در مطرحِ سیل بے سروپائے
ہرچند تنِ گناہ پرورد
در حضرتِ قرب نیست درخورد
با اینہمہ گر بپذیری ایں خاک
نقصاں چہ بود بہ عالمِ پاک
خواہم بہ ستایشِ تو بودن
من خود چہ توانمت ستودن

مولنا نظامی

چوں گرد شود وجود پستم
ہر جا کہ روم ترا پرستم
من بیکس و در جہانہ نانی
ہاں اے کس بیکساں تو دانی
پیش تو نہ دیں نہ طاعت آرم
افلاس تہی شفاعت آرم
گر تن حبشی سرشتۂ تست
ور خط ختنی نبشتۂ تست
گر باز بداور م نشانی
اے داور داوراں تو دانی

امیر خسرو

ہم تو دل پاک دہ زباں ہم
در مدحت خویش بلکہ جاں ہم
پیداست کہ نیست از ہمہ ہست
نقدیم بجز امید در دست
افلاس ببین واز سر جود
بکشائے خزینہائے مقصود
گیرم کہ نیم بلطف در خور
آخر نہ کہ بندہ ام بریں در
گر رحمت تست بر نکو زیست
رحمت کن بندگان بد کیست
چوں زان توایم پاک و ناپاک
ہم تو بکرم نگر دریں خاک
آخر نہ گلم سرشتۂ تست
نیک و بدمن نوشتۂ تست
جرمم منگر کہ چارہ سازی
طاعت مطلب کہ بے نیازی

امیر خسرو

گر فضلِ تو رحمتے نریزد

از طاعتِ چوں منے چہ خیزد

مجموعۂ اشعار پڑھنے سے عجز و شکستگی کا رنگ امیر خسرو کے اشعار میں زیادہ نمایاں ہے۔ بندۂ کمینہ، تنِ گناہ پرورد، خاک، بندۂ در، ناپاک، عذر خواہ، بے سر و پا، افلاس، رحمت، عفو، شفیع، یہ عاجزانہ الفاظ امیر خسرو کے یہاں ہیں۔ مولٰنا نظامی کے یہاں اس رنگ کے الفاظ بیدل، عاجز، وجودِ پست، افلاسِ تہی، بیکس، تن جستے، شفاعت اور لطف ہیں۔ خود ان الفاظ کا مقابلہ کرو تو باعتبار اکثر امیر خسرو کے الفاظ میں انکسار و شکستگی زیادہ پاؤگے۔

امیر خسرو		مولٰنا نظامی
بردار مرا کہ اوفتادم	(۱)	دستے کہ فتادنفسِ خود رائے
از مرکبِ جہد خود پیادم		در مطرحِ سیل بے سر و پائے

بردار، دستے۔ اس موقع پر دستے کہکر مدد طلب کرنا بمقابلہ بردار کے زیادہ موثر ہی۔ مولٰنا نظامی کے شعر میں یہ مضمون ہی کہ ایک شخص گھوڑے سے گر گیا ہی اور کہتا ہے بردار (اُٹھاؤ) امیر خسرو یہ سماں دکھاتے ہیں کہ ایک شخص سیلاب میں اُچھلتا ڈوبتا چلا آتا ہی اور چلاتا ہی دستے، (ہاتھ پکڑنا) بتاؤ دیکھنے والے کے دل پر کس کا درد زیادہ اثر کرے گا ؟ یقیناً ڈوبنے والے کا۔ فرض کرو تم دونوں واقعے ایک ساتھ اپنی آنکھ سے

دیکھتے ہو۔ ڈوبتے ہوئے کو بچا کر گھوڑے سے گرنے والے کو اٹھاؤ گے۔ سوار گھوڑے سے گر کر اکثر خود دامن جھاڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ جو سیلاب میں بے قابو ہو جائے اُس کو خدا ہی بچائے تو بچے۔

مولٰنا نظامی — امیر خسرو

(۲)

گر قہر سزائے ماست آخر — گر رحمت تست بر نکو زیست

ہم لطف برائے ماست آخر — رحمت کُن بندگان بد کیست

نیاز مندانہ ناز مولٰنا نظامی کے یہاں ہے امیر خسرو کے یہاں شان عجز۔ اوّل لطف اور رحمت کا موازنہ کرو۔ پھر اس عاجزانہ سوال پر غور کرو۔ ع

رحمت کُنِ بندگانِ بد کیست؟

مولٰنا نظامی — امیر خسرو

(۳)

پیشِ تو نہ دیں نہ طاعت آرم — افلاس ببین و از سر جود

افلاسِ تہی شفاعت آرم — بخشائے خزینہائے مقصود

اپنے اپنے رنگ میں دونوں شعر لاجواب ہیں۔ خسروی عجز مولٰنا نظامی کے شعر میں ہے اور نظامی شوکت امیر خسرو کے شعر میں۔ امیر خسرو کے سوال میں بھی اس موقع پر شان خسروی ہے

بخشائے خزینہائے مقصود

افلاس جود خزینہ مناسب الفاظ ہیں۔ مولٰنا کے یہاں "تہی" کے لفظ نے شعر میں جان ڈال دی ہے

مولٰنا نظامی — امیر خسرو

(۴)

یک ذرہ ز کیمیائے اخلاص — جانیم رساں کز اوج اخلاص

گر بر مسِ من نہی شود خاص — یوم بقدر شستگی شود خاص

مولنا نظامی ایک ذرۂ اخلاص کے طالب ہیں۔ امیر خسرو اوجِ اخلاص پر صعود چاہتے ہیں۔ مس کو سونا کر دینے سے دیو کو فرشتہ بنا دینے میں زیادہ ترقی ہے۔ امیر خسرو کا مضمون زیادہ بلند ہی۔

(گزارش)

امیر خسرو	مولنا نظامی
زینساں کہ امید دارم از تو	روزیکہ مرا ز من ستانی
خواہش بجز ایں ندارم از تو	ضائع مکن از من آں چہ دانی
کاندم کہ دمم ز تن برآید	وانگہ کہ مرا بہ من دہی باز
با نامِ تو جانِ من برآید	یک سایۂ لطف بر من انداز
در حجلۂ قدس بخش جایم	آں سایہ کہ از چراغ دور ست
تا با تو بہ جانبِ تو آیم	آں سایہ کہ آں چراغ نور ست
آں راہ نما بہ من نشانی	تا با تو چراغِ نور گردم
کاندر تو رسم دگر تو دانی	چوں نور ز سایہ دور گردم

مولنا نظامی نے دو سوال کیے ہیں۔ ایک اوّل شعر میں ضائع مکن از من الخ اس میں قبولِ عمل کا پہلو ہی۔ دوسرے سوال کا بیان دوسرے شعر سے شروع ہو کر چوتھے پر ختم ہوتا ہی۔ انتہا یہ ہے ع

تا با تو چراغِ نور گردم

امیر خسرو صرف ایک سوال کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ع

خواہش بجز ایں ندارم از تو

سوال کی انتہا یہ ہے ع

کاندر تو رسم دگر تو دانی

دونوں انتہائی مصرعوں پر غور کرو اور دیکھو کہ فنا فی اللہ کا مضمون کس میں زیادہ نمایاں ہے؟ یقیناً امیر خسرو کے مصرع میں۔ دیکھو مولٰنا نظامی کا مدعا ختم ہو جاتا ہے ع

تا با تو چراغِ نور گردم

امیر خسرو فنا فی اللہ کے بعد بھی ترقی مدارج کے آرزومند ہیں ع

کاندر تو رسم دگر تو دانی

دگر تو دانی میں مدارج کی انتہا نہیں۔ علم قدیم غیر متناہی ہے۔ علیٰ ہذا سوال کی بھی انتہا نہیں۔ جہاں تک رسائی فہم تھی، مدعا ظاہر کیا اور خوب ظاہر کیا۔ آگے حضرتِ کریم کے علمِ قدیم کے حوالہ کر دیا۔ اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ۔ مولٰنا نظامی کے یہاں نور، سایہ اور چراغ کا تلازم بہت خوب ہے۔ امیر خسرو نے صاف صاف الفاظ میں مدعا عرض کر دیا ہے۔ اوّل حجلۂ قدس میں مقام چاہتے ہیں پھر وہاں سے رفیقِ اعلیٰ کی رفاقت میں قدم آگے بڑھتا ہے ع

تا با تو بہ جانبِ تو آیم

انتہائے سیر ع

کاندر تو رسم دگر تو دانی

نہیں نہیں کچھ انتہا ہی نہیں۔ لفظ نہانی کس قدر بلیغ و حسب حال ہی۔ امیر خسرو نور ظلمت کے مضمون کو دوسرے عنوان سے بیان کرتے ہیں:

عفو تو کہ مشعلیست پُر نور | از ظلمت راہِ من مکن دُور
روشن کن ازاں نمط رہیم را | کاری بہ سحر شبانگہم را

ظلمتِ شب کو نورِ سحر سے بدل دینا کمال تنویر ہی۔ ان دو شعروں کا مقابلہ کرو۔

مولٰنا نظامی (۲) امیر خسرو

وانگہ کہ نفس بآخر آید | کاندم کہ دمم زتن برآید
ہم خطبۂ نام تو سرآید | با نامِ تو جانِ من برآید

ظاہر ہی کہ مضمون دونوں شعروں کا ایک ہی یعنی خاتمہ تیرے نام پر ہو۔ خطبہ کے لفظ سے مولٰنا نظامی کے مصرع میں خاص شانِ بلاغت پیدا ہوگئی ہی۔ بیان امیر خسرو کا زیادہ موثر ہی جو موقع کے بالکل مناسب ہی۔ مولٰنا نظامی فرماتے ہیں جب نَفَس آخر ہو (زندگی ختم ہو) تو تیرے نام کا خطبہ پڑھ رہا ہو۔ امیر خسرو فرماتے ہیں جب دم نکلے تو جان تیرا نام لیتی ہوئی نکلے۔ جان اور نَفَس میں جس قدر فرق ہی اُسی قدر نام کی محبوبیت میں فرق اسلوبِ بیان سے مفہوم ہوگا۔ امیر خسرو کے کلام میں "با نامِ تو" میں لفظ "با" نے خاص لطف پیدا کیا ہی جو رفاقت پر دلالت کرتا ہی۔ مولٰنا کے شعر میں نَفَس نام پاک لیتا ہوا ختم (آخر) ہو رہا ہی۔ امیر خسرو کے کلام میں جان نامِ پاک

کے ساتھ جاری ہے۔ "برآید" پر غور کرکے دیکھو کہ کہاں۔ کچھ شبہ نہیں کہ یہ خوبی مضامین حضرت نظام المشایخ کی صحبت کا فیض ہے۔ رضی اللہ عنہ۔

مولٰنا نظامی کے اشعار ذیل نہایت بلیغ اور اثر عجز و نیاز میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

من بیکس و رفتہ از تنہائی — ہاں اے کس بیکساں تو دانی
پیش تو نہ دیں نہ طاعت آرم — افلاس تہی شفاعت آرم
گر تربیتے سرشتۂ تست — ور خط خطی نبشتۂ تست

"ہاں اے کس بیکساں" سبحان اللہ۔ اخیر شعر کا مضمون اور تقابل الفاظ کمال استادی ہے۔

نعت

مولٰنا نظامی	امیر خسرو
اے ختم پیمبران مرسل	شاہ رسل و شفیع مرسل
حلوائے پسین و ملح اوّل	خورشید پسین و نور اول
اے حاکم کشور کفایت	سلطان ممالک رسالت
فرماں دہ جملۂ ولایت	طغرائے صحیفۂ جلالت
اے خاک تو توتیائے بینش	ہم نور دہ چراغ بینش
روشن بہ تو چشم آفرینش	ہم چشم و چراغ آفرینش
خاک تو ادیم روئے آدم	گنجینۂ کیمیائے عالم
نور تو چراغ ہر دو عالم	پیش از ہمہ پیشوائے عالم

مولانا نظامی

ہر کہ آرد با تو خود پرستی
شمشیرِ ادب خورد دو دستی

اے شاہ سوارِ ملکِ ہستی
سلطانِ خرد بہ چیرہ دستی

اے بر سرِ سدرہ شاہراہت
وے بر سرِ عرش تکیہ گاہت

رفتہ ز ورائے عرشِ والا
ہفتاد ہزار پردہ بالا

اے صدر نشینِ ہر دو عالم
محرابِ زمین و آسماں ہم

گشتہ زمیں آسمان ز دینت
نے نے شدہ آسماں زمینت

ہر عقل کہ بے تو سپے نبردہ
ہر جاں کہ نہ زندۂ تو مُردہ

عقل ارچہ خلیفۂ شگرفست
بر لوحِ سخن تمام حرفست
ق

امیر خسرو

سرکوبِ مخالفانِ ابتر
تن پوشِ برہنگانِ محشر

شاہنشہِ تختِ آسمانی
خوانندۂ تختۂ نہانی

مجو بہ کشاے پردۂ غیب
گنجورِ خزینہاے لاریب

پروانہ رسانِ ظلمت و نور
وز نور دو خاں نوشتہ منشور

یٰسیں ز دہانش دُرفشاندہ
طاہاش وان یکاد خواندہ

نامش بہ سریرِ پادشاہی
توقیعِ سپیدی و سیاہی

جاروب زنانِ بارگاہش
از پرِّ فرشتہ رُفتہ راہش

شمشیرِ سیاستش سرانداز
شمشیرِ زبانش گوہرانداز

مولٰنا نظامی

ق

ہم مُہرِ مؤیدی ندارد

تا دینِ محمدی ندارد

اے شاہِ مقرّبانِ درگاہ

نامِ تو ورائے ہفت خرگاہ

صاحب طرفِ ولایتِ جود

مقصودِ جہان جہانِ مقصود

سرجوشِ خلاصۂ معانی

سرچشمۂ آبِ زندگانی

سرخیل توئی و جملہ خیل اند

مقصود توئی ہمہ طفیل اند

سلطانِ سریرِ کائناتی

شاہنشہِ کشورِ حیاتی

امیر خسروؒ

ذیلِ کفش ز فتنہا دور

خاکِ قدمش بدیدہا نور

در مکتبِ کاف و نون شب و روز

زد جملہ رسل دو حرف آموز

کلک از صفتش زبان بریدہ

نہ سحر ز کلکِ او چکیدہ

لشکر کشِ آسمان غلامش

تعویذِ کلاہ کردہ نامش

خورشید بہ نیلگوں عماری

دربانِ درش بہ پردہ داری

مولٰنا نظامی کے مطلع کے مصرعِ اوّل میں صرف ایک صفت ختمِ رسالت کا ذکر ہے۔ دوسرا مصرع بہت مشہور ہے اور اس میں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوّل و آخر شرف کو نہایت لطیف و مرغوب پیرایہ میں بیان فرمایا ہے۔ یعنی ملح اوّل و حلوا پسین خوانِ کریم پر دستورِ قدیم کے مطابق آغاز نمک سے ہوتا ہے۔ خاتمہ حلوہ یا شیرینی پر

جب کائنات کا خوان کرم بچھا تو اُس پر صلائے عام کا آغاز و انجام ذات اقدس سے ہوا۔ روحی فداہ۔ نہ صرف یہ بلکہ جس طرح نمک قوام بدن کا باعث اور غذا میں لطفِ ذوق پیدا کرنے والا ہے اسی طرح ذات ہمایوں قوام و صلاح عالم کا اصلی سبب اور جمالِ مبارک تمام کائنات کا نمک اور حُسن تھا۔ خاتمہ دسترخوان کا حلوہ پر ہوتا ہے جو علاوہ خوش ذائقہ ہونے کے ہاضم طعام ہونے کی حیثیت سے غذا کے اصل مفاد کے حصول کا ذریعہ ہوتا ہے۔ شیرینیٔ ذوق کی اعلیٰ ضیافت ہے۔ اسی طرح ذات مبارک پر رسالت کا خاتمہ تمام اگلی رسالتوں کی تعلیم کی کامیابی اور مرغوب ترین انجام تھا۔ امیر خسرو کے مطلع کے اوّل مصرع میں دو صفتیں مذکور ہیں ایک سروری انبیا دوسری شفاعتِ مذنبین۔ دوسرا مصرع بہت بلند پایہ ہے۔ ع

حلوائے پسین و ملحِ اوّل

امیر خسرو فرماتے ہیں: ع "خورشید پسین و نورِ اوّل"۔ اس مضمون میں قابل غور یہ ہے کہ خورشید کے طلوع ہوتے ہی سارے ستارے نظروں سے غائب ہو جاتے ہیں اور خورشید سب کا تنہا قایم مقام بن جاتا ہے۔ آفتاب رسالت کے طلوع ہونے سے تمام ادیان سابقہ کے انوار محو ہو گئے اور نورِ حق کی روشنی سے عالم رشکِ روزِ روشن بن گیا۔ دیکھو ایک لطیف مضمون۔ سورج کا نکلنا ستاروں کے فنا کا باعث نہیں ہوتا بلکہ اُن کے انوار نورِ آفتاب میں محو و جذب ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح شرع محمدی نے تمام ادیان کی خوبیوں کو احاطہ کر لیا ہے۔ ملح اوّل کے مقابل نورِ اوّل حدیث کا مضمون ہے۔

اوّل ما خلق اللہ نوری اور شان و جلالت کے عین مطابق۔ مُلّا مکتبی شیرازی کا مصرع ہے

خورشید پسین و صبح اوّل

صبح اوّل میں وہ عالم نہیں جو نور اوّل میں ہے۔

امیر خسرو		مولنا نظامی
سلطانِ ممالکِ رسالت	(۲)	اے حاکمِ کشورِ کفایت
طغرائے صحیفۂ جلالت		فرماں دہِ جملۂ ولایت

امیر خسرو کے شعر کا ترفع کسی شرح کا محتاج نہیں۔ حاکم کشور کفایت کے مقابل سلطان ممالک رسالت ہر لفظ زور و شکوہ میں بڑھکر ہے۔ ع فرماں دہ جملۂ ولایت ع طغرائے صحیفۂ جلالت۔ مضمون اگرچہ جدا ہے تاہم شکوہ الفاظ محتاج بیان نہیں۔

امیر خسرو		مولنا نظامی
ہم نور دہِ چراغِ بینش	(۳)	اے خاکِ تو توتیائے بینش
ہم چشم و چراغِ آفرینش		روشن بہ تو چشمِ آفرینش

توتیا آنکھ کو قوت دیتا ہے جس سے ایک شخص دیکھ سکتا ہے بشرطیکہ عالم روشن ہو۔ امیر خسرو فرماتے ہیں کہ چراغ بینش کا نور تیز کر دیا جس سے ہزاروں آنکھوں کے سامنے منظر حقیقت روشن و عیاں ہو گیا۔ دوسرے مصرع میں روشن کا مقابلہ چشم و چراغ سے کرو علاوہ شوکت الفاظ کی قوت ہدایت صاف دیدہ افروز ہو گی۔ نہ صرف آنکھیں کھولیں

بلکہ شاہ راہِ معرفت پر چراغ بھی رکھدیا۔ امیر خسرو کا دوسرا مصرع ہی ع

خاکِ قدمت بدیدہا نور

مقابلہ کرو۔ ع

اے خاکِ تو توتیائے بینش

فرق صاف روشن ہی۔

امیر خسرو	مولنا نظامی
گنجینۂ کیمیائے عالم	خاکِ تو ادیم روئے آدم (۴)
پیش از ہمہ پیشوائے عالم	نورِ تو چراغِ ہر دو عالم

مولنا نظامی کے اوّل مصرع میں خاکِ پاک روئے آدم کی رونق کا باعث ہی۔ ادیم و آدم کا تناسب طرفہ ہر۔ امیر خسرو نے کیمیائے عالم سے اُس صفت کو بیان کیا جس نے قلب کی ماہیت بدل کر مس سے کُندن بنا دیا۔ ظاہر کی رونق سے اندرونی صفائی پیدا کرنے میں زیادہ کمال ہی۔ دوسرے مصرعوں کا مضمون جُدا جُدا ہے۔ بندش دونوں کی قابل داد ہی۔

امیر خسرو	مولنا نظامی
سرکوبِ مخالفانِ ابتر	ہر کہ آرد با تو خود پرستی (۵)
تن پوشِ برہنگانِ محشر	شمشیرِ ادب خورد دو دستی

مولنا نظامی کے شعر میں صرف شانِ جلال کا ظہور ہی۔ امیر خسرو نے پہلے مصرع میں اس مضمون کو ختم کر کے دوسرے میں شانِ رحمت بھی دکھلا دی ہی اور کیسے دلگداز

الفاظ میں ع

تن پوشِ برہنگانِ محشر

صلی اللہ علیٰ خیر خلقہ۔

ہم مضمون وہم قافیہ اشعار کا مقابلہ ختم ہو چکا۔ باقی اشعار دونوں اُستادوں کے اپنے اپنے رنگ میں فرد ہیں۔ مولنٰا نظامی کے حسب ذیل اشعار کس قدر بلیغ ہیں:

اے صدر نشینِ ہر دو عالم — محرابِ زمین و آسماں ہم
گشتہ زمیں آسماں زدینت — نے نے شدہ آسماں زینت
ہر عقل کہ بے تو۔ پے نبردہ — ہر جاں کہ نہ زندۂ تو۔ مردہ
سرجوشِ خلاصۂ معانی — سرچشمۂ آبِ زندگانی
صاحب طرفِ ولایتِ جود — مقصودِ جہاں جہانِ مقصود
سر خیل توئی وجملہ خیل اند — مقصود توئی ہمہ طفیل اند

امیر خسرو کے اشعار ذیل غالباً زیادہ بلیغ اور شانِ رسالت کے مُظہر ہیں۔

مجو بہ کشائے پردۂ غیب — گنجورِ خزینہائے لاریب
پروانہ رسانِ ظلمت و نور — وز نور دو خاں نوشتہ منشور
یٰسیں زدہانش دُر فشاندہ — طاہاش وان یکا دخواندہ
جاروب زنانِ بارگاہش — از پرِّ فرشتہ رُفتہ راہش
در مکتبِ کاف و نون شب و روز — زو جملہ رسل دو حرف آموز

معراج

معراج کے ذکر میں معرکہ کا مقام قربِ خاص کا بیان ہی اور وہاں کمال شاعری معلوم ہوتا ہی۔ سب سے اوّل یہ دیکھنا ہی کہ دونوں اُستادوں نے اس موقع پر کیا پیرایہ اختیار فرمایا ہی۔

مولانا نظامی	امیر خسرو
ہم حضرتِ ذو الجلال دیدی	دید آں چہ عبارتش نسنجد
ہم سرِّ کلامِ حق شنیدی	در حوصلۂ خرد نگنجد
از غایتِ فہم و نورِ ادراک	دیدارِ خدائے دید بے غیب
ہم دیدن و ہم شنیدنت پاک	گفتار ز حق شنید بے ریب
در خواستی آں چہ بود کامت	زاں گفت و شنیدِ بے کم و کاست
درخواستہ خاص شد بنامت	ہم گفتن و ہم شنیدنت راست
از قربتِ حضرتِ الٰہی	کرد از کفِ غیب شربتے نوش
باز آمدی آں چنانکہ خواہی	کز ہستیِ خویش شد فراموش
گلنار شگفتہ از جبینت	ایزد ز کمالِ مہربانی
توقیعِ کرم در آستینت	دادش بہ کمال ہر چہ دانی
آوردہ براتِ رستگاراں	بنواخت بہ عزّتِ سلامش
از بہرِ چو ما شکستہ کاراں	بسپرد ودیعتِ کلامش

امیر خسرو

مقصودِ دو کون ہر تنش ریخت

گنجِ دو جہاں بدامنش ریخت

بابخششِ پاک بندۂ پاک

آمد سوئے بند خانۂ خاک

آورد ز حضرتِ خداوند

منشورِ نجاتِ عاصیِ چند

مولٰنا نظامی نے تصریح فرما دی ہے

ہم حضرتِ ذوالجلال دیدی ہم سِرّ کلامِ حق شنیدی

امیر خسرو نے جن الفاظ میں اس موقع کا ذکر کیا وہ بہت بلیغ و پرمعنی ہیں

دید آں چہ عبارتش نسنجد در حوصلۂ خرد نگنجد

وہ نظارہ ضرور ایسا ہی تھا جو وسعتِ عبارت اور حوصلۂ خرد دونوں سے ماورا تھا

مولٰنا نظامی کے مطلب کو امیر خسرو نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے

دیدارِ خدائے دید بے غیب گفتار ز حق شنید بے ریب

"دیدارِ خدائے دید بے غیب" میں جو شانِ رویت ہے وہ غالباً "ہم حضرتِ ذوالجلال دیدی" میں نہیں ہے۔

مولٰنا نظامی	امیر خسرو

از غایتِ فہم و نورِ ادراک | زاں گفت و شنیدِ بے کم و کاست
ہم دیدن و ہم شنیدنت پاک | ہم گفتن و ہم شنیدنت راست

مولٰنا نظامی کا پہلا مصرع بہت بلیغ ہی اور رسالت کے فہم و ادراک کی شان نہایت پر معنی الفاظ میں ظاہر فرمائی ہی۔ وہ موقع جس اہتمام و احتیاط کا تھا اُس کا اظہار امیر خسرو کے الفاظ "بے کم و کاست" اور "راست" میں لفظ "پاک" سے زیادہ مصرح ہی۔ عنایت سرمدی کا ذکر مولٰنا نظامی ان الفاظ میں فرماتے ہیں ؎

درخواستی آں چہ بود کامت | درخواستہ خاص شد بنامت

یعنی جو کچھ مقصود تھا آپ نے چاہا اور جو چاہا عنایت خاص سے عطا ہوا۔ امیر خسرو فرماتے ہیں ؎

ایزد بکمالِ مہربانی | دادش بکمالِ ہر چہ دانی

اوّل تو بے مانگے بخشا پھر کمال مہربانی کو کمال بخشش کے ساتھ ملا کر غور کرو تو ذہن عطیۂ الٰہی کی عظمت سے مالامال ہو جائیگا۔ خداوند ذوالجلال کمالِ عنایت سے بخشش علیٰ وجہ الکمال فرمائے تو اُس کا اندازہ کون کر سکتا ہی۔ اسی لئے امیر خسرو زورِ کلام کو مزید ترقی دیتے ہیں اور فرماتے ہیں "ہر چہ دانی"۔ امیر خسرو کے ان اشعار کو پڑھو لطفِ سرمدی کا نقشہ آنکھوں میں پھر جائیگا ؎

کرد از کفِ غیب شربتے نوش | کز ہستیِ خویشش شد فراموش

بنواخت بہ عزتِ سلامش | بسپرد ودیعتِ کلامش
مقصودِ دوکون بر تنش ریخت | گنجِ دوجہاں بدامنش ریخت

مراجعت ملاحظہ ہو۔ مولنٰنا نظامی ؎

از قربتِ حضرتِ الٰہی | باز آمدی آں چنانکہ خواہی
گلنارِ شگفتہ از جبینت | توقیعِ کرم در آستینت
آوردہ براتِ رستگاراں | از بہرِ چو ما شکستہ کاراں

امیر خسرو ؎

بانجششِ پاک بندۂ پاک | آمد سوئے بند خانۂ خاک
آوردز حضرتِ خداوند | منشورِ نجاتِ عاصیِ چند

مولنٰنا نظامی کا دوسرا شعر بہت بلند پایہ ہی۔ خصوصاً دوسرا مصرعٔ "توقیعِ کرم در آستینت" امیر خسرو نے ؎ بانجششِ پاک بندۂ پاک ٭ آمد سوئے بند خانۂ خاک ٭ میں کمال عبودیت کو جو کمال محمدی ہی عیاں فرمایا ہی۔ کیسا پاکیزہ مصرع ہی ع

بانجششِ پاک بندۂ پاک

اس شعر کو اُن اشعار کے ساتھ ملا کر پڑہو جو قرب خاص کے بیان میں گزرے، حفظ مراتب اور پاس ادب کی داد دل سے نکلے گی۔

مولنٰنا نظامی کے اخیر شعر کا امیر خسرو کے اخیر شعر سے مقابلہ کروگے تو امیر خسرو کا شعر زیادہ چست معلوم ہوگا۔

ایک اور موقع دیکھو۔ حضرت جبرئیل علیہ السّلام کی آمد:

امیر خسرو	مولنا نظامی
از سدرہ رسید مرغ والا	جبریل رسید طوق در دست
خواندش بہ نوید حق تعالیٰ	کز بہر تو آسماں کمر بست
آورد جنیبۂ فلک گام	ہر ہفت فلک کہ حلقہ بستند
فردوس نورد و فرقد آشام	نظّارۂ تست ہر چہ ہستند
داد از نمط جنیبہ داری	برخیز وہلا نہ وقت خواب ست
شہ را بہ جنیبہ شہسواری	مہ منتظر تو آفتاب ست
آں شاہ سوار آسماں گرد	
آہنگ بہ گشت آسماں کرد	

آگے باقی سیّاروں کا ذکر کرکے فرماتے ہیں:

امشب شب قدر تست دریاب
قدر شب قدر خویش دریاب
آرایش سرمدی ست امشب
معراج محمدی ست امشب

اشعار بالا کے مقابلہ سے واضح ہوگا کہ غالباً حفظ مراتب کلام خسروی میں زیادہ ہے۔ اور زور کلام مولنا نظامی کے یہاں۔

روانگی معراج کے موقع پر:

امیر خسرو	مولنا نظامی
اوّل ز سرائے ام ہانی	سر بر زدہ زیں سرائے فانی
شد محرم کعبۂ یمانی	بر اوج سرائے ام ھانی

امیر خسرو

پس داد بابروئے مقوّس

محراب بہ قبلۂ مقدّس

در قبلہ شد و بہ قعدہ بنشست

تحریمہ بہ قبلۂ سمابست

علاوہ خوبیِ کلام امیر خسروؔ کے اشعار میں شانِ عبودیت کا پورا جلوہ ہے۔

امیر خسرو	مولٰنا نظامی
بازارِ جہت گذاشت برجائے	بازارِ جہت بہم شکستی
بنہاد بہ نطعِ بے جہت پائے	از زحمتِ فوق وتحت رستی
سرزاں سوئے کائنات برکرد	خرگاہ بروں زدی زکونین
ملکِ ازل وابد نظر کرد	در حجلۂ قربِ قابَ قوسین

زورِ کلام امیر خسرو کے یہاں زیادہ ہی۔ دیکھو انسان جب کسی بلند مقام پر پہنچتا ہی تو شوق سے چاروں طرف کا منظر دیکھتا ہی۔ امیر خسروؔ نے کیسا نظارہ گاہ پیدا کیا۔ ع

ملکِ ازل وابد نظر کرد

مولٰنا نظامی کا یہ شعر ؎

جبریل زہمرہیت ماندہ اللہ معک زدورخواندہ

لاجواب ہی۔ اللہ معک لاکھوں موقعوں پر استعمال ہوا ہوگا، لیکن شاید ہی اس سی بہتر

مستعمل ہوا ہو۔ عالم ملکوت میں اپنے مرتبہ پر حضرت جبریل کا رہ جانا اور دُور سے "اللہ معک" زبان پر لانا کس دلآویز اور بلیغ پیرایہ میں آپ کے علو مرتبہ اور تقرب الٰہی پر دلالت کرتا ہی۔ اللہ معک معمولاً کلمۂ رخصت ہی لیکن اس موقع پر جو قرب ذاتِ باری کا پہلو اُس میں نکل رہا ہے وہ شانِ بلاغت بلکہ جانِ بلاغت ہی۔ حضرت جبریل بارگاہ جلال میں قدم آگے نہیں بڑھا سکتے اور دُور سے کہتے ہیں اللہ آپ کے ساتھ ہی۔ یعنی اب خدا کی ذات اور آپکے سوا اور کوئی نہیں۔ اُردو میں اس موقع پر "اللہ کے سپرد" کہتے ہیں لیکن اُس میں یہ پہلو نہیں۔ مولنا نظامی کی عربی فقروں کی تضمین کندن میں نگینہ ہی۔ بعض نمونے اوپر بھی دیکھ آئے ہو۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

مقابلہ کی کشمکش دیباچہ کے مضامین (خصوصاً مضامین مذکورۂ بالا) میں ختم ہو جاتی ہی۔ آگے (داستان لیلیٰ مجنوں کا میدان) اقلیم خسروی ہے ع

شرکت نبرد بہ ملک راہی

صرف دونوں اُستادوں کا کلام بالمقابل پڑھنے سے فرق عظیم نمایاں ہو جاتا ہے۔ لہذا وجوہ مقابلہ کی تفصیل تحصیل حاصل ہی۔ معلوم ہوتا ہی کہ خود مولنا کو اس کا احساس تھا کہ یہ میدان اُن کے اشہب قلم کے واسطے تنگ ہی۔ چنانچہ سبب تالیف میں اُس موقع پر فرماتے ہیں جب فرمان شاہی داستان لیلیٰ مجنوں کے نظم کرنے کی بابتہ پہنچا ہی۔ مولنا کو تامل ہی۔ صاحبزادہ محمد نظامی کو اصرار کہ شاہی فرمایش کی تعمیل ضرور ہو۔

گفتم سخنِ تو ہست برجائے ۔۔۔ اے آئینہ روئے و آہنیں رائے

لیکن چہ کنم ہوا دو رنگ ست | کاندیشہ فراخ و سینہ تنگ ست
دہلیز فسانہ چوں بود تنگ | گردد سخن از شد آمدن لنگ
میدانِ سخن فراخ باید | تا طبع سواریٔ نماید
اسباب سخن نشاط و نازست | زیں ہر دو سخن بہانہ سازست
بر شیفتگی و بند و زنجیر | باشد سخنِ برہنہ دلگیر
ایں آیۃ اگرچہ ہست مشہور | تفسیرِ نشاط ہست ازو دور
در مرحلۂ کہ رہ ندانم | پیداست کہ نکتہ چند رانم
نے باغ نہ بزمِ شہریاری | نے رود نہ مے نہ کامگاری
بر خشکیٔ ریگ و سختیٔ کوہ | تا چند رود سخن بانبوہ

دیکھو، امیر خسرو کی روانی طبع نے اسی خشک ریگ اور سنگ لاخ پہاڑ پر فصاحت کے دریا بہا دئے اور رنگینیٔ کلام سے اُن کو رشک گلستاں بنا دیا۔ فقد صدق فصح العرب والعجم صلّی اللہ علیہ وسلم اِنَّ مِنَ البَیانِ لَسِحراً۔

جمالِ لیلیٰ

مولانا نظامی	امیر خسرو
بود از صدفِ دگر قبیلہ	بود از صفِ آں بتان دلخواہ
ناسفتہ دُرّیش[1] ہم طویلہ	ماہی کہ زد آفتاب را راہ

[1] ضمیر شش راجع بہ جانب مجنون ۱۲ حسرت

مولنا نظامی

آفت نرسیدہ دخترے خوب
چوں عقل بہ نامِ نیک منسوب
آراستہ لعبتے چو ماہے
چوں سروِ سہی نظارہ گاہے
شوخے کہ بہ غمزۂ کمینہ
سفتے نہ یکے ہزار سینہ
آہو چشمے کہ ہر زمانے
کشتے بکرشمہ جہانے
ماہِ عربی بہ رخ نمودن
ترکِ عجمی بہ دل ربودن
زلفش چو شبے رخش چراغے
یا مشعلۂ بہ چنگِ زاغے
محبوبہ بیتِ زندگانی
شہ بیتِ قصیدۂ جوانی
تعویذِ بتانِ ہمنشیناں
در خوردِ کنارِ نازنیناں

امیر خسرو

لیلیٰ نامے کہ مہ غلامش
خالش نقطے ز نقشِ نامش
مشعل کشِ آفتاب و انجم
دیوانہ کنِ پری و مردم
تاراج گرِ متاعِ جانہا
بنیاد شگافِ خانمانہا
سلطانِ شکرلبانِ آفاق
لشکر شکنِ شکیبِ عشاق
گردن زنِ عافیت فروشاں
تشویش دہِ صلاح کوشاں
سرتا بہ قدم کرشمہ و ناز
ہم سرکشِ حسن و ہم سرافراز
نازے و ہزار فتنہ در دہر
چشمے و ہزار کشتہ در شہر
چشمش ز کرشمہ مست و بیہوش
آہو برہ بہ خواب خرگوش

مولنا لطفی

بر رشتهٔ عقدِ زلف و خالش
آموده جواهرِ جمالش
گلگونه ز روی خویش پرورد
سرمه ز سوادِ مادر آورد
در ہر دلے از ہواش میلے
گیسوش چو لیل و نام لیلے
شکّر شکنی بہر چہ خواہی
شکّر شکن از شکر چہ خواہی

امیر خسرو

خنداں چو سمن بہ تازہ روئی
شیریں چو شکر بہ تلخ گوئی
از وسوسہ چشم دیو بستہ
تسبیحِ فرشتگاں گسستہ
نے بت کہ چراغ بت پرستاں
طاؤسِ بہشت و کبکِ بستاں
فرمودہ کلالہ را سواری
دادہ مژہ را سلاح داری
افگندہ بہ دوش زلف چوں شست
او بے خبر و نظارگی مست
معجونِ لبش بہ دُر فشانی
پروردہ بہ آبِ زندگانی
ہمخوابۂ لالہ گیسوانش
ہمشیرۂ انگبیں دہانش
خورشید غلام زادۂ او
مہ داغِ جبیں نہادۂ او

امیر خسرو

اندر صفتِ آں بتانِ شیریں
چوں زہرہ بہ نور و مہ بہ پرویں

ابتدائے عشق

مولٰنا نظامی

عشق آمد و جام جام درداد
جامے بدو خوئے خام درداد
مستی بہ نخست بادہ سخت ست
افتادنِ نا فتادہ سخت ست
چوں از گلِ مہر بو گرفتند
با خود ہمہ روزہ خو گرفتند
ایں جاں بہ جمالِ او سپردہ
دل بردہ و لیک جاں نبردہ
آں بر رخِ او نظر نہادہ
دل دادہ و کام دل ندادہ
عشق آمد و خانہ کرد خالی
برداشتہ تیغ لااُبالی

امیر خسرو

ہر دو بہ نظارہ روئے در روئے
وارفتہ خیال موئے در موئے
لب ماند ز گفتن و زباں ہم
دل گشتہ بہم یکے و جاں ہم
بیہوشیِ شاں بہ گفتنِ راز
خاموشیِ شاں بہ پردہ آواز
ہر دو بہ غم و گداز ماندہ
لب بستہ و دیدہ باز ماندہ
آں کردہ نظر بہ روئے ایں گرم
وافگندہ ز دیدہ برقعِ شرم
ایں تن بہ ہلاک ساز دادہ
او سینہ بہ تیغِ ناز دادہ

مولنا نظامی

غم داد و دل از کنار شان برد
وز دل شدگی قرار شان برد
زاں دل که بیکدگر بدادند
در معرض گفتگو فتادند
ایں پرده دریده شد بهر سوئے
واں راز شنیده شد بهر کوئے
ایں قصه که محکم آیتے بود
در هر دهنے حکایتے بود
کردند بسے بهم مدارا
تا راز نگردد آشکارا
بند سر نافه گرچه خشک ست
بوئے خوش او گواه مشک ست
بادے که ز عاشقی خبر داشت
برقع ز جمال عشق برداشت
کردند شکیب تا بکوشند
کاں عشق برهنه را بپوشند

امیر خسرو

ایں گفته غم خود از رخ زرد
او داده جوابش از دم سرد
ایں دیده درو به چشم پاکی
او نیز شده به شرمناکی
ایں کام خود از فغان خود دوخت
او سینهٔ خود ز آه خود سوخت
عشق آمد و خوں به خوں در آمیخت
خونابهٔ دل ز دیده می ریخت
اندیشه متاع صبر گم کرد
غم بر دل و دیده اشتلم کرد
سلطان خرد بروں شد از تخت
هم خانه بباد داد هم رخت
طوفاں ز تنور سر بر آورد
آفاق بموج خوں در آورد
افتاد ز فرق عافیت تاج
خازن شده و خزینه تاراج

امیر خسرو

دردادہ چو بادہ ساقیِ شوق
گم شد دو حریف در پےِ ذوق
مستاں ز شراب خانہ جستند
خُم بر سرِ محتسب شکستند
در شہرِ وفا در آمد آں بوئے
ہم خانہ خراب گشتہ ہم کوئے
عاشق منگر کہ داغ پوشد
کو مقنعہ بر چراغ پوشد
دستے کہ کند عبیر سائی
انگشت برو دہد گوائی
بودند بہ زاریِ آں دو غمخوار
در چنبرِ یکدگر گرفتار
میکرد دو سینہ جوشِ بر جوش
میرفت دو قصہ گوش در گوش
یاراں کہ ہمہ کنارہ بودند
دزدیدہ دراں نظارہ بودند

امیر خسرو

بینندہ بہ نقش ہیں از دور
عاشق بہ حسابِ خویش مستور
رازیکہ ز سینہا بجو شد
آں باز کند گرایں بپو شد
باشد چو خریطہ پر ز سوزن
بندی دہنش چہ زر روزن
بر روئے محیط پل تواں بست
نتواں لبِ خلق را زباں بست

مجنوں کی اشفتگی لیلی کی پردہ نشینی کے بعد

مولنا نظامی

مجنوں چو ندید روئے لیلی
از ہر مژہ کشادہ سیلی
میگشت بگرد کوئے و بازار
در دیدہ سرشک و در دل آزار
میگفت سرودہائے کاری
میخواند چو عاشقاں بہ زاری

امیر خسرو

چوں ماند پریوشِ حصاری
در حجرۂ غم بہ سوگواری
قیس از ہوسِ جمالِ دلبند
در درسِ ادب و دید یک چند
در گوشۂ صحن و کنج دیوار
می کرد سرودِ عشق تکرار

مولنا نظامی

هر صبحدمے شدی شتابان
سرپائے برہنہ در بیابان
او می شد و می زدند ہر کس
مجنوں مجنوں ز پیش و از پس
کوشید کہ رازِ دل بپوشد
با آتشِ دل کہ باز کوشد
خوں از جگرش بہ دل برآمد
وز دل بگذشت و بر سر آمد
او در غمِ یار و یار ازو دور
دل پر غم و غمگسار ازو دور
چوں شمع بہ ترکِ خواب گفتہ
ناسودہ بہ روز و شب نخفتہ
می کُشت بہ درد خویشتن را
می جُست دوائے جان و تن را
می کند بریں اُمید جانے
می کوفت سرے بر آستانے

امیر خسرو

آہی بہ جگر فرو دمی خورد
والماس بہ سینہ خورد می کرد
زاں ناوکِ غم کہ بے سپر بود
ہر دم خلہ ایش در جگر بود
زیں گونہ بہ چارۂ کہ دانست
می کرد شکیب تا توانست
چوں سیل غمش رسید بر فرق
از پردہ بروں فتاد چوں برق
بیروں شد و کرد پیرہن چاک
وافگندہ بہ تارک از زمیں خاک
گریاں بہ زمیں فتاد از تاب
ورخاک مراغہ کرد چوں آب
برداشت زخانہ راہِ صحرا
چوں خضر نمود میلِ خضرا
میرفت چو باد کوہ بر کوہ
خلقے زپیش دواں بانبوہ

مولنا نظامی

او بندهٔ یار رو بار در بند
از یکد گراں بہ بوئے خرسند
ہر شب بہ فراق بیت خواناں
چوں باد شدے بکوئے جاناں
در بوسہ زدی و باز گشتے
باز آمدنش دراز گشتے
در وقت شدن ہزار پرداشت
چوں آمد خار برگزر داشت

امیر خسرو

ہرکس زلطافت جوانیش
می خورد فسوس زندگانیش
اینش زدر ونہ پندمی داد
وانش بہ جفا گزندمی داد
طفلاں بہ نظارہ سنگ در دست
اینش زد و آں شکستۂ او خست
باآں شغبے کہ در گزر بود
دیوانہ ز خویش بے خبر بود
میراند ز آب دیدہ روئے
میگفت چو بلبلاں سروئے
می زد ز درون جاں دم سرد
زاں باد چو ریگ وجد می کرد

مجنوں کے نالہائے زار

مولنا نظامی

چوں ماندہ شد از عذاب اندوہ
سجادہ فزوں فگند زانبوہ
بنشست و بہ ہائے ہائے بگریست
کاوخ چہ کنم دوائے من چیست

امیر خسرو

ما ہیچکسان کوئے یاریم
ما سوختگان خام کاریم
جانے نہ و با خضر ہم آبیم
نورے نہ و یار آفتابیم

مولانا نظامی

آوارہ زخانمان چنانم
کز کوئے بہ خانۂ ندانم
نے بر درِ دیرِ خود پناہے
نے بر سرِ کوئے دوست راہے
قرابۂ نام و شیشۂ ننگ
افتاد و شکست بر سرِ سنگ
ویراں نہ چناں شدہ است کارم
کابادیِ خویش چشم دارم
اے کاش کہ بر من اوفتادے
بادے کہ مرا بہ باد دادے
یا صاعقۂ بر آمدے سخت
ہم خانہ بسوختے وہم رخت
کس نیست کہ آتشے درآرد
دود از تن و جانِ من برآرد
انداز دو در دمِ نہنگم
تا باز رہد جہاں ز ننگم

امیر خسرو

چوں گل بہ خوشی بہ خندہ کوشیم
ہر چند پلاس ژندہ پوشیم
گر از خز و پرنیاں گدائیم
در زیرِ گلیم بادشائیم
جامہ ز پلاس پارہ دوزیم
خانہ ز پئے نظارہ سوزیم
بے منتِ تاج سرفرازیم
بے منتِ دیدہ عشق بازیم
با شیر و گوزن ہمعنانیم
با زاغ و زغن ہم آشیانیم
در سایۂ بوم جائے رویم
بر نغمۂ جغد پائے کوبیم
گنجیست غم اندرونِ سینہ
مار است کلیدِ آں خزینہ
دل خستہ و گریہ خونِ ناب است
ہاں گر ہوسِ می و کباب است

مولنا نظامی

خونریز منِ خراب وخسته
هست از دیت وقصاص رسته

اے همنفسانِ مجلسِ رود
پدرود شوید جمله پدرود

کاں شیشۂ مے کہ بود در دست
افتادہ شد آبگینہ بشکست

اے بے خبراں ز دودِ آہم
خیزید رہا کنید راہم

من سوختہ ام مرا مسوزید
بر سوختگاں نمک مریزید

از پاے فتادہ ام بہ تدبیر
اے دوست بیاو دستِ من گیر

ایں خستہ کہ دل سپردۂ تست
زندہ بہ تو بہ کہ مردۂ تست

بنواز بہ لطف یک سلامم
جاں تازہ کنم بہ یک پیامم

امیر خسرو

یارب چہ خوش ست نالۂ زار
خاصہ ز درونہاے افگار

جانم ز فراق بر لب آمد
نے آی و یا بروں خرامد

جز نیم دلم نماند حالی
باز آے کہ خانہ گشت خالی

گفتی کہ صبور شو بہ دوری
دوری ز تو انگہے صبوری

بنماے رُخ چو یاسمینم
بنواز بہ شربتِ پسینم

تیغم بزن آستاں بکن پاک
بگزار کہ بر درت شوم خاک

گنجینۂ عشق شد وجودم
بے عشق مباد تار و پودم

آسودہ مباد جانم آں روز
کز دودِ غمت نباشدم سوز

مولنا نظامی

زلفِ تو دریدہ ہر چہ دل دوخت
ایں جامہ دری ورا کہ آموخت
اے راحتِ جانِ من کجائی
در بردنِ جانِ من چرائی
جُرمِ دلِ عذر خواہِ من چیست
جز دوستیت گناہِ من چیست
یک شب ز ہزار شب مرا باش
یک رائے صواب گو خطا باش
عشقِ تو ز دل نہادنی نیست
ایں راز بکس کُشادنی نیست
با شیر بہ تن درآمد ایں راز
با جاں بدر آید از تنم باز
آں را کہ خبر نہ ز آتشِ گرم
گو دست بروز ند بآزرم
ایں گفت و فتاد بر سرِ خاک
نظّارگیاں شدند غمناک

امیر خسرو

گیرم خوش و شادماں تواں زیست
ہیہات کہ بے تو چوں تواں زیست
فریاد کہ جاں ز غم زبوں شد
وز رخنۂ دیدہ دل بروں شد
آں تن کہ خمیدہ بود بشکست
واں دل کہ نداشتم شد از دست
سیلابِ بلا برآمد از فرق
کشتیم چہ سود چوں شدم غرق
بر سوزِ دلم کہ رستخیز است
انگشت منہ کہ شعلہ تیز است
ہر قطرۂ خوں بریں رخِ زرد
پندار کہ چشمہ ایست از درد
از دیدہ رود چو جوئے خونم
شیراں نکشند بوئے خونم
از شعلۂ آہ ۔ دردہا نم
پُر آبلہ بیں ہمہ زبانم

امیر خسرو

شادم بر خت کہ غم کند کم
پیشِ چو تو ئی و آنگہے غم
ور غم رسد از تو نیز شادم
ایں شادی و غم ہمیشہ یادم
مہرِ تو در استخوانِ من باد
دردِ تو دوائے جانِ من باد
مجنوں چو بدیں دمِ دل انگیز
از سینہ بروں زد آتشِ تیز
کوہ از جگرش بہ خوں در آمد
فریاد ز وحشیاں بر آمد

بہار

مولنا نظامی

چوں پردہ کشید گل بہ صحرا
شد خاک بروئے گل مطرّا
خندید شگوفہ بر درختاں
چوں سکّہ بروئے نیکبختاں

امیر خسرو

چوں نافہ کشاد بادِ نوروز
بشگفت بہارِ عالم افروز
ابر از صدفِ سپہر گیر
در گوشِ بنفشہ ریخت گوہر

مولنا نظامی

از لالۂ لعل و از گلِ زرد
گیتی علمِ دو رنگ بر کرد
سیرابیِ سبزہائے نوخیز
از لولوئے تر زمرد انگیز
لالہ زورق فشاند شنجرف
کافتاد سیاہیش بران حرف
زلفینِ بنفشہ از درازی
در پائے فتادہ وقت بازی
غنچہ کمر استوار می کرد
پیکاں کشی زخار می کرد
گل یافت ستبرقِ حریری
شد باد بگوشوان گیری
شمشاد بہ جعد شانہ کردن
گلنار بہ نار دانہ کردن
سنبل سرِ نافہ باز کردہ
گل دست بد و دراز کردہ

امیر خسرو

سرو از علمِ بلند پایہ
بر فرقِ سمن فگند سایہ
از شبنمِ گوہریں شمائل
آراست گلوئے گل حمائل
غنچہ بدر آمد از شبستاں
پر شیر شدش ز ابر پستاں
بید از سرِ خنجرِ گہر دار
شد بر سرِ یاسمن گہر بار
نازک تنِ لالۂ دل افروز
لرزندہ شد از نسیم نوروز
با شاہد و مے خجستہ ناماں
گشتند بہ سر چمن خراماں

مولنا نظامی

نرگس زدماغِ آتشیں تاب
چوں تب زدگان بجستہ از خواب
جوشیدنِ قطرہائے بادہ
خوں از رگِ ارغواں کشادہ

رنگینیٔ کلام و زورِ مضموں آفرینی مولنا نظامی کے یہاں ہی، مصوّریٔ فطرت امیر خسرو کے یہاں۔ اشعار ذیل مقابل پڑہو۔

مولنا نظامی

چوں پردہ کشید گل بہ صحرا — شد خاک بروئے گل مطرّا
لالہ ز ورق فشاند شنجرف — کافتاد سیاہیش براں حرف

امیر خسرو

چوں نافہ کشاد بادِ نوروز — بشگفت بہارِ عالم افروز
نازک تنِ لالۂ دل افروز — لرزندہ شد از نسیم نوروز

خزاں

مولنا نظامی

شرط است بوقتِ برگ ریزاں
خونابہ شود زبرگ ریزاں

امیر خسرو

آمد چو خزاں بہ غارتِ باغ
بنشست بجائے بلبلاں زاغ

مولانا نظامی

خونے کہ بود درونِ ہر شاخ
بیروں دمد از مشامِ سوراخ
قاروره ز آب سرد گردد
رخسارهٔ باغ زرد گردد
شاخ آبلهٔ ہلاک یابد
زر جوید ولیک خاک یابد
نرگس بہ جنازه بر نہد رخت
شمشاد در افتد از سرِ تخت
سیمائے سمن شکست گیرد
گل نامهٔ خوں بدست گیرد
بر فرقِ چمن کلالهٔ تاک
پیچیده شود چو مارِ ضحاک
چوں بادِ مخالف آید از دور
افتادنِ برگ ہست معذور
کانانکہ ز غرقہ می گریزند
زاندیشهٔ باد رخت ریزند

امیر خسرو

رخسارهٔ لالہ پر ز چیں شد
آئینهٔ آب آہنیں شد
ہر غنچہ کہ جلوه کرد گستاخ
در ریختن آمد از سرِ شاخ
پر برگ شده زمینِ گلزار
چوں مجلسِ کرماں ز دینار
ریزاں گل و لالہ شست در شست
مالیده چنار دست بر دست
ہر سوئے برہنہ گلستانے
چوں راه فتاده کاروانے
ز آسیب طپانچہائے صرصر
غلطاں بزمیں شگوفهٔ تر
منقارِ کلاغ بر سرِ گل
مقراض شده بہ پرِّ بلبل
خفتہ علمِ شگوفہ بر خاک
عبّاس شده درختِ ضحاک

مولنا نظامی

چون سبزهٔ چرخ لاجوردی
خیری شود از غبار زردی
نازک جگران باغ رنجور
شیرین نمکان تاک مخمور
انداخته هندوئے کدیور
زنگی بچگان تاک را سر
سرہائے بهی ز طرّهٔ کاخ
آویخته هم بطرّهٔ شاخ
نار از جگر کفیدهٔ خویش
خونابه چکاند بر دل ریش
برپسته که شد دهن دریده
عنّاب زده ورلب گزیده
نارنج ز روئے زرد روئی
برده ز ترنج مشکبوئی
دهقان ز خم مے مغانه
سرمست شده بسوئے خانه

امیر خسرو

شیرازهٔ گل گره کشاده
هر سو ورقے برون فتاده
مانده همه غنچهائے خوشبوئے
از خندهٔ شکّرین ترش روئے
برگے که ز باد شد گریزان
هر گوشه دوان فتان و خیزان
نرگس که بخواب چشم بسته
از بانگ زغن ز خواب جسته
سوسن ز غبار سینه پرخار
کازادهٔ و باخسان سروکار
رخسارهٔ یاسمین زمین سائے
پیمانهٔ لاله باد پیمائے
گیسوئے بنفشه خاک بوسان
چون زلف خمیدهٔ عروسان
نسرین به لت زمانه خوردن
وز شاخ بتازیانه خوردن

امیر خسرو

درہم شدہ جعدِ سنبل از باد
شانہ طلب از درخت شمشاد

قاصد و پیام

مولٰنا نظامی

(مجنوں ایک درخت پر کوّا بیٹھا ہوا دیکھتا ہی)

بر شاخ نشستہ دید زاغے
چشمے و چہ چشم چوں چراغے
چوں زلفِ بتاں سیاہ و دلبند
با دل چو جگر گرفتہ پیوند
صابح مرغے چو ناقہ خاموش
چوں صالحیاں شدہ سیہ پوش
بر شاخ نشستہ چست و بینا
ہمچوں شبہ میانِ مینا
مجنوں چو مسافرے چناں دید
با او دلِ خویش ہمعناں دید
گفت اے سیہ سپید نامہ
از دست کہ سیاہ جامہ

امیر خسرو

(مجنوں ایک بلبل دیکھتا ہے)

دید از سرِ شاخ بلبلِ مست
در جستنِ صوتِ خویش می جست
دل در غمِ گل بہ خار می سفت
بر یادِ سمن سرود می گفت
مجنوں زفشاں آں فسانہ
چرخے بنمود عاشقانہ
مرغ از سرِ سوز در مقالت
مجنوں بہ بیانِ وجد و حالت
گفت اے ز شرابِ عاشقی مست
با غمزدگاں بہ نالہ ہم دست
سازت کہ نوائے عشق بازیست
مجنوں بہ کشائے عشق بازیست

مولنا نظامی

شبرنگ چرای ای شب افروز
روزت بچه شد سیه بدین روز
برآتش غم منم تو جوشی
من سوگ زده سیه تو پوشی
نه سوخته دل نه خام رائی
چون سوختگان سیه چرائی
زنگی بچهٔ کدام سازی
هندوی کدام ترکتازی
روزی که روی به نزد یارم
گوئی که ز دست رفت کارم
دریاب که گر تو در نیابی
ناچیز شوم بدین خرابی
گفتی که مترس دست گیرم
ترسم که درین هوس بمیرم
بینائی دیده چون بریزد
از دادن توتیا چه خیزد

امیر خسرو

در موسم گل که نوکنی ساز
بس عشق کهن که تو شود باز
من با تو به عشق هم شرابم
زیرا که تو مست و من خرابم
بوی کشم و کنم خرابی
فریاد ازین تنک شرابی
چون زمزمهٔ وفا سگالی
بهر گل بوفا چه نالی
چندین که بهر چمن گذشتی
در گرد گل و شگوفه گشتی
گر چون گل من به بوستانی
دیدی سمنی و ارغوانی
گوتا به تبر کشش ربایم
گه بر دل و گه بدیده سایم
چون سرو من آید اندران باغ
تا در دل لاله نو کند داغ

مولنا نظامی

چون گرگ بره زمیش بربود
فریاد شبان کجا کند سود
چون سیل خراب کرد بنیاد
دیوار چه کاه گل چه پولاد
چون کشته بماند خشک و بی بر
خواه ابر ببار خواه بگذر
او تیرِ سخن کشاده گستاخ
وان زاغ پریده شاخ در شاخ
او تیرِ سخن دراز کرده
پرّنده رحیل ساز کرده
چون گفت بسے فسانه با زاغ
بشنید (رفت ۱۲) زاغ بنهاده بر دلش داغ
مجنون چو شب چراغ مرده
افتاده دو دیده زاغ برده
می‌ریخت بسرشکِ دیده تا روز
مانندهٔ شمعِ خویشتن سوز

امیر خسرو

گوئی ز زبانِ من دُعایش
بوسی بہزار عذر پایش
وانگه به عبارتی که دانی
این قصّه بگوشِ او رسانی
کای دعویِ مهر کرده با من
وانگه ز وفا کشیده دامن
دور از تو به من نماند جز پوست
دوری و نعوذ بالله از دوست
بر بوئے گل آمدم درین گشت
ورنه چه کم ست خار در دشت
گلزار که بی رُخِ تو بینم
آن به که به کنجِ غم نشینم
زینان چمنی چو پرِّ طاؤس
افسوس که بی تو بینم افسوس
او در سخن از درونهٔ خویش
بلبل به نشاطِ نعرهٔ خویش

امیر خسرو

پیغام رساں بہ گریہ تر بود
پیغام پزیر بے خبر بود
مجنوں دل از آہ پارہ می کرد
بلبل بہ چمن نظارہ می کرد
مجنوں ز سرشک لالہ می ساخت
او باگل و لالہ عشق می باخت
چوں دید کہ گفتہ نا صواب ست
قاصد نہ میانجیِ جواب ست
نالیدہ ز بختِ نا شاد
وز سایۂ سرو جست چوں باد

لیلی بسترِ مرگ پر

مولٰنا نظامی

در معرکۂ چنیں خزانے
شد زخم رسیدہ گلستانے
لیلی ز سریرِ سر بلندی
اُفتاد بچاہِ دردمندی

امیر خسرو

ناگہ بہ چنیں شگوفہ ریزے
اُفتاد گلے بر ستخیزے
لیلی کہ بہارِ عالمے بود
ز و چشمۂ زندگی نمے بود

مولنا نظامی

شد زخم زده بہار و باغش
ز و باد طپانچه بر چراغش
آں سر که عصا بہائے زر بست
خود را به عصائے دگر بست
گشت از تپ آں گلِ قصب پوش
چوں تارِ قصب ضعیف و بیہوش
شد بدرِ مہیش چوں ہلالے
شد سروِ سہیش چوں خلالے
سودائے دلش به سر برآمد
سرسامِ سرش به دل درآمد
گرمائے تموز ژاله را برد
باد آمد و برگ لاله را برد
زاں روز که یار از و جدا شد
سروش ز گداختن گیا شد
زاں پیشتر ار چه مہرباں بود
آں مہر یکے به صد بیفزود

امیر خسرو

آتش زده گشت نو بہارش
وز آب برفته چشمه سارش
آں ریشِ کہن که در جگر داشت
جاں برد که سوئے جاں گزر داشت
آں دل که شدش به عشق پامال
جاں نیز رواں شدش به دنبال
آمیخت به سروِ نو جوانش
بیماریِ جسمِ ناتوانش
شعله ز تنش چناں برآمد
کش دود ز استخواں برآمد
پہلو به کنارِ بستر آورد
سرپوشِ اجل بسر درآورد
گشتش تنِ گوہریں سفالیں
وز بسترِ رنج ساخت بالیں
چشمے که ہمے به خواب در گشت
در بندِ غنودنِ دگر گشت

مولنا نظامی

چوں عاشقِ خویش را بہ صد بند
دلسوختہ دید و آرزومند
بر خاطرِ او فراق رہ کرد
سودائے ورا یکے بدہ کرد
تا کار بداں رسید کز کار
یکبار فتاد و گشت بیمار
لرزہ بشکست پیکرش را
تبخالہ گزید شکرش را
بالیں طلبید زاد سروش
وز سرو فتادہ شد تدروش
افتاد چنانکہ دانہ از کشت
سر بند قصب بہ رخ فروہشت
ایں گفت و بگریہ دیدہ ترکرد
آہنگِ ولایتِ دگر کرد
چوں رازِ نہفتہ بر زباں راند
جاناں طلبید و رفت و جاں داد

امیر خسرو

در آتشِ تپ فتادہ نعلش
یاقوتِ کبود گشتہ لعلش
گشتش خوئے تپ رواں بہ تعجیل
ہم وسمہ ز روئے شست و ہم نیل
گیسو ز شکنج ناز ماندش
نرگس ز کرشمہ باز ماندش
شد تیرہ جمالِ صبح تابش
وافتاد بہ زردی آفتابش
تپ لرزہ بسوخت روئے چوں باغ
تبخالہ نہاد بر لبش داغ
ہم رنجِ تن و ہم اندہِ یار
یک جاں بدو غم شدہ گرفتار
گفت ایں سخن و ز حال در گشت
وز حالتِ خویش بے خبر گشت
جانش کہ میانِ موجِ خوں رفت
مجنوں گویاں ز تن بروں رفت

امیر خسرو، ملّا مکتبی شیرازی، ملّا ہاتفی ہروی

میں نے ملّا مکتبی شیرازی اور ملّا ہاتفی ہروی کی لیلیٰ مجنوں کا مختلف مقامات سے مطالعہ کیا۔ ملا مکتبی شیرازی کی لیلیٰ مجنوں کی والہ داغستانی نے اپنے تذکرہ میں خصوصیت سے تعریف کی ہے۔ ملا ہاتفی ہروی مثنوی گویوں میں خاص مرتبہ رکھتے ہیں اور مولنا جامی کے بعد اُن کا شمار ہے۔ تاہم ان دونوں کی مثنوی لیلیٰ مجنوں امیر خسرو کی مجنوں لیلیٰ سے باعتبار خوبیِ مضامین اور لطفِ کلام کے پست ہے۔ دو ایک مقام کے کلام بالمقابل لکھتے ہیں اہلِ ذوق خود اندازہ فرمالیں گے۔

حمد

امیر خسرو	ملا مکتبی شیرازی	ملا ہاتفی ہروی
اے دادہ بدل خزینۂ راز	اے بر احدیّت ز آغاز	ایں نامہ کہ خامہ کرد ایجاد
عقل از تو شدہ خزینہ پرداز	خلقِ ازل و ابد ہم آواز	توقیعِ قبول روزیش باد
اے دیدہ کشائے دُور بیناں	اے سایہ مثال گاہِ بینش	طغراش بنامِ پادشاہے
سرمایہ دہِ تہی نشیناں	در حکمِ وجودت آفرینش	کو راست چو عرش بارگاہے
اے تو بہ ہمیں صفت سزاوار	اے کالبد آفرینِ جانہا	بیناکنِ چشمِ اہلِ بینش
نام تو گرہ کشائے ہر کار	گوہر کشِ رشتۂ زبانہا	فیّاضِ وجودِ آفرینش
اے بیش ز دانشِ خردمند	اے ظرفِ نہ آسمانِ عالی	نقّاشِ نگار خانۂ غیب
فرمانِ تو نطق را زبان بند	در بحرِ تو چوں حباب خالی	منشیِ صحیفہاے لاریب

امیر خسرو

اے بندہ نواز بندگی دوست
زان تو جہان ز مغز تا پوست
اے سِرّ تو بستہ وہم را گوش
در معرفتِ تو عقل بیہوش
اے حکمتِ تو بامرِ مطلق
عالم ز دو حرف کردہ مشتق
اے جلوہ گرِ بہار خنداں
بینا کنِ چشمِ ہوشمنداں
اے کردہ ز گنج خانۂ راز
بر آدمیاں درِ سخن باز
اے قدرتِ تو بہ چیرہ دستی
از نیست پدید کردہ ہستی
اے باز کنِ درِ معانی
بر ما بہ کلیدِ آسمانی
اے جان بہ جسد فگندۂ تو
ہر کس کہ بجز تو بندۂ تو

ملا مکتبی شیرازی

اے طائرِ عقل عرش پرواز
بے یادِ خوشِ تو ناخوش آواز
اے مبدعِ آفریدگاری
سرمایہ دہِ بزرگواری
اے قطرۂ ابر و ذرّہ ریح
در حلقۂ طاعتت بہ تسبیح
اے برتر از آنکہ دیدہ جوید
یا نطقِ زباں بریدہ گوید
اے بحرِ تو بیش ازاں مقعّر
کانجا بتواں فگند لنگر
در بحرِ تو گوہریست نایاب
زیرا کہ کسش ندیدہ پایاب
از بحرِ تو یک حباب بشکست
ایں دائرہائے آبگوں بست
یعنی فلک ار چہ دیر پا ہست
با بودِ تو چوں خطے بر آبست

ملا ہاتفی ہروی

زینت گرِ آسماں بانجم
تشریف دہِ زمیں بآدم
لطفش ز رمۂ خجستہ عید
خلخال بہ ساقِ عرش بخشید
بر کوہۂ فیلِ چرخ خود رائے
او دادہ بہ ہندوئے زحل جائے
داد از پئے ضبطِ فیلِ سرکش
از قوسِ قزح کجک بدستش
او دادہ ز تارہائے خورشید
ابریشمِ چنگ و عودِ ناہید
برجیس کہ دید دولتِ دیں
سبحہ دہدش ز عقد پرویں
شد قوسِ فلک کمانِ بہرام
لشکر کشیش چو کرد انعام
او دادہ بآفتاب شاہی
وز خیلِ کواکبش سپاہی

امیر خسرو

اے صانعِ جسم و خالقِ روح
مرہم نہِ سینہائے مجروح
اے چار بساط و ہفت پردہ
بر ہفت عروس عقد کردہ
اے نور دہِ چراغِ عالم
مردُم کُنِ آدمی و آدم

ملا مکتبی شیرازی

عقل از کرمت بہ نکتہ دانی
دریائے گہر کفِ معانی
ہستیِ تو بحرِ بیکرانست
واں در ہمہ قطرۂ عیانست
حرفے کہ زماہ تا بماہی ست
بر ذاتِ تو محضرِ گواہی ست

ملا ہاتفی ہروی

او کردہ بنا سراچۂ تن
بکشادہ درونِ دیدہ روزن
بستہ بہ کمالِ قدرت از موئے
بر منظرِ دیدہ طاقِ ابروئے
او ساختہ ایں ہمہ عجائب
او کردہ بنائے ایں غرائب

نعت

شاہِ رسل و شفیعِ مُرسل
خورشیدِ یقین و نورِ اوّل
ہم نور دہِ چراغِ بینش
ہم چشم و چراغِ آفرینش
شاہنشہِ تختِ آسمانی
خوانندۂ تختۂ نہانی
سلطانِ ممالکِ رسالت
طغرائے صحیفۂ جلالت
محجوبہ کشائے پردۂ غیب
گنجورِ خزینہائے لاریب

شاہنشہِ انبیا محمدؐ
ماہ افسرِ آفتاب مسند
عنوانِ صحیفۂ الٰہی
سرخیلِ سپیدی و سیاہی
آں مجملِ ہ آخریں مفصّل
خورشیدِ یقین و صبحِ اوّل
آں سایۂ رحمتِ الٰہی
فیروزہ نگینِ مُہرِ شاہی
زاں از ہمہ سایہ اش نہاں بود
کش سایہ بروں از آں جہاں بود

آں دُرِّ یتیمِ بحرِ سرمد
سرخیلِ پیمبراں محمدؐ
ای خاتمِ انبیائے مرسل
شد فتوئے دیں ز تو مسجّل
اے قاضیِ شرع و فتوئِ دیں
توقیعِ تو خاتم النبیّین
اے چشم و چراغِ اہلِ بینش
مقصود توئی ز آفرینش
قایم بہ طفیلِ تست عالم
وز نورِ تو شد مکرّم آدم

امیر خسرو

پروانه رسانِ ظلمت و نور
وز نور و دخان نوشته منشور
سرکوبِ مخالفان ابتر
تن پوشِ برهنگانِ محشر
گنجینهٔ کیمیاے عالم
پیش از همه پیشواے عالم
در کتبِ کاف و نون شب و روز
زو جمله رسل دو حرف آموز
یٰسین ز دهانش در فشانده
طاهاش دوان یکاد خوانده
نون و القلمش ز حق تعالیٰ
چترے زبرِ ستونِ والا
سه میم شود به چرخ نون هم
یعنی که ز بحرِ حسنِ او نم
کلک از صفتش زبان بریده
نه بحر ز کلکِ او چکیده

ملا مکتبی شیرازی

زان مُهرِ ازل که بر نگین داشت
اقبالِ ابد در آستین داشت
عقل از کلمات اوست محظوظ
دل عرش و زبانش لوحِ محفوظ
او پیش قدم تر از جهان بود
زان پیشتر و جهانیان بود
آدم که شده است لوحِ تصویر
زان صورتِ خوب شد جهانگیر
سجادهٔ شرع او که بکشود
در کشتیِ نوح بادبان بود
تا مسّ خلیل از و زر آمد
ز آتشکده سرخ رو بر آمد
هر ریگ ز رهگذارِ آن نور
هارون و کلیم را شده طور
هر ذره ز خاکِ راهِ آن تاج
ادریس و مسیح راست معراج

ملا هاتفی هروی

چون روزیِ آدمی نمک شد
شائسته به سجدهٔ ملک شد
شاهِ قرشی و هاشمی خیل
زلفین تو شد دو لامِ واللیل
آمد حرمت حریمِ بطحا
فراش درت دمِ مسیحا
هم خادمِ خوانِ تو خلیلے
هر مرغِ مدینه جبرئیلے
بر درگهت اے رسولِ یثرب
موسیٰ به عصاے خویش حاجب
خضر آمده نیز سوے این در
کز خاکِ درت لبے کند تر
باغِ ارم از نسیمِ کویت
خوشبوے بنفشه راز مویت
از بوے خوشِ نسیمِ آن کوے
روحِ قدس است خاصیت جوے

امیر خسرو	ملا مکتبی شیرازی	ملا ہاتفی ہروی
نامش بہ سریر بادشاہی	گر سد شریعتش نہ بودے	خورشید زبہر ذرۂ تاج
توقیع سپیدی و سیاہی	طوفان بلا جہان ربودے	با مہرۂ سبحۂ تو محتاج
جاروب زنان بارگاہش	ور غنچۂ لب نہ برکشادے	گردیدہ ستون دین عصایت
از پر فرشتہ رُفتہ راہش	از باغ جہاں کہ در کشادے	شد پردہ سرائے حق نوایت

دیکھو انبیا علیہم السلام کا ذکر جس پیرایۂ بیان میں مکتبی و ہاتفی کے کلام میں ہے اُس کا شائبہ بھی امیر خسرو کے کلام میں نہ پاؤ گے۔

لیلی

امیر خسرو	ملا مکتبی شیرازی	ملا ہاتفی ہروی
بود از صف آن بتان دلخواہ	زان جملہ یکے عروس زیبا	بس نادرہ دخترے لطیفے
ماہی کہ زد آفتاب را راہ	چون صورت چین میان دیبا	خلوتگہ اُنس را حریفے
لیلی نامے کہ مہ غلامش	از جلوۂ سرو او برفتار	دریائے حیا و کان آزرم
خالش نقطے ز حرف نامش	صد خانۂ مرغ دل گرفتار	گویا کہ سرشتہ اندش از شرم
مشعل کش آفتاب و انجم	رویش کہ بہشت را بقا بود	خورشید ندید سایۂ اش را
دیوانہ کن پری و مردم	حوران بہشت را لقا بود	مہ نیز نیافت پایۂ اش را
تاراج گر متاع جانہا	در تنگ ز انگبیں دہانش	دایم گل عارضش ز بیباکی
بنیاد شگاف خانمانہا	در گرد ز سرمہ آہوانش	در زیر عرق ز شرمناکی

امیر خسرو

سلطانِ شکرلبانِ آفاق
لشکرشکنِ شکیبِ عشّاق
گردن زنِ عافیت فروشاں
تشویش دہِ صلاح کوشاں
سرتابقدم کرشمہ و ناز
ہم سرکشِ حسن و ہم سرانداز
تازے و ہزار فتنہ در دہر
چشمے و ہزار کشتہ در شہر
چشمش زکرشمہ مست و بیہوش
آہو برہ بخوابِ خرگوش
خنداں چو سمن بہ تازہ روئی
شیریں چو شکر بہ تلخ گوئی
از وسوسہ چشمِ دیو بستہ
تسبیحِ فرشتگاں گسستہ
نے بت کہ چراغِ بت پرستاں
طاؤسِ بہشت و کبکِ بستاں

ملا مکتبی شیرازی

چشمش بہ ستارہ راہ مے زد
مژگانش سناں بماہ مے زد
مژگاں بہ دلِ خراب کردہ
بر آتشِ رخ کباب کردہ
مہ غالیہ دانِ دایۂ او
خورشید ندیدہ سایۂ او
لعلش عسلِ نخوردہ کس داشت
کز مردمِ دیدہ ہا مگس داشت
وز مو چو فلک خمے فگندہ
بر گردنِ عالمے فگندہ
از نازکیِ کمر کہ او داشت
گفتی کہ بہ دل خیالِ مو داشت
زابرو و مژہ کمیں کشادہ
صد تیر بہ یک کماں نہادہ
باغے نشگفتہ گل بنفش دم
ماہے نشکستہ لیلیش نام

ملا ہاتفی ہروی

میخوردہش ز روئے خور آب
زو پنجۂ آفتاب در تاب
لیلیٰ نامے سمن عذارے
غنچہ دہنے سخن گزارے
با روئے گل و چو موئے سنبل
خنداں چمنے ز سنبل و گل
شیریں حرکات عشوہ انگیز
در خندۂ شکّریں شکر ریز
چشمے و ہزار ناز با او
صد گونہ کرشمہ اش در ابرو
از شکرِ لب شکر ستانے
وز سنبلِ زلف بوستانے
بادامِ دو چشمِ آں سمن بر
مے بود نہالِ تازہ را بر
آں ہر دو ہلالِ ابرواں نام
از وسمہ دو برگِ سبز بادام

ملا ہاتفی ہروی	امیر خسرو
ہر ناخنِ آں نگارِ رعنا	فرمودہ کلالہ راسواری
چوں برگِ شقائقے بہ حنا	دادہ مژہ راسلاحِ داری
رُخسارۂ دلفریبش آبے	افگندہ بہ دوش زلف چوں شست
گوئی زتنش ازاں حبابے	او بے خبر و نظار گی مست
زاں پائے کہ در نگار بستہ	معجونِ لبش بہ دُر فشانی
سرویست زلالہ زار رُستہ	پرور دہ بہ آبِ زندگانی

ختمِ کلام اس مقدمہ کے دورانِ تحریر میں دو نسخے مجنوں لیلی کے اور ملے (ایک کلکتہ کا مطبوعہ ۱۸۳۲ء دوسرا قلمی) ان دونوں نسخوں سے بھی صحت کی گئی۔ اس طرح اب ہمارا یہ نسخہ ایک نسخے سے نقل اور نو نسخوں سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ مسودہ اور اس کی کاپیوں اور پروفوں کی تصحیح میں تا بحدِ امکانِ بشری پوری کوشش کی گئی ہے۔ باقی العلم عند اللہ وما توفیقی الا بہ۔

محمد حبیب الرحمن خاں شروانی حسرت

حبیب گنج ضلع علیگڈھ
۳ ر رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

نوٹ: مقدمہ کے صفحہ ۲۱ پر چوتھے شعر کے پہلے مصرعہ میں بجائے "تاباں" کے "تاماں" اور متن کے صفحہ ۸۸ پر چودھویں شعر کے دوسرے مصرعہ میں بجائے "سوخت" کے "دوخت" پڑھنا چاہیے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

این قصہ کہ از احسن القصص[1] نمونہ ایست بنام[2] مجنون ولیلیٰ اختراع[3] کردہ شد
وثنای باری تعویذِ صحتش ساختہ آمد تا بیمارانِ دل را مدام از خواندن
آن صلاح قلب حاصل شود ان شاء اللہ تعالیٰ واہب الصحۃ

ای دادہ بدل خزینۂ راز	عقل از تو شدہ خزینہ[3] پرداز
اے دیدہ کشائے دور بیناں	سرمایہ دہِ تہی[4] نشیناں
اے تو بہ ہمیں صفت سزاوار	نامِ تو گرہ کشائے ہر کار
اے بیش ز دانشِ خردمند	فرمانِ تو نطق را زبان بند
اے بندہ نواز بندگی دوست	زانِ تو جہان ز مغز تا پوست
اے سرِ تو بستہ وہم را گوش	در معرفتِ تو عقل بے ہوش

۱؎ اے قصۂ حضرت یوسف علیہ السلام ۱۲ حسرت ۲؎ نام نہادہ شد ۱۲ حسرت ۳؎ صرف کنندہ و آرایندہ ۱۲
۴؎ تہی دستاں ۱۲ حسرت

ای حکمتِ تو بامرِ مطلق — عالم ز دو حرف[1] کرده مشتق
ای جلوه گرِ بهارِ خنداں — بینا کنِ چشمِ ہوشمنداں
ای کرده ز گنج خانۂ راز — بر آدمیاں درِ سخن باز
ای قدرتِ تو بچیره دستی — از نیست پدید کرده ہستی
ای بازکنِ درِ معانی — بر ما بکلیدِ آسمانی
ای جان بسجده فگندۂ تو — ہر کس که بجز تو بندۂ تو
ای صانعِ جسم و خالقِ روح — مرہم نہ سینہای مجروح
ای چار بساط[2] و ہفت پرده — بر ہفت عروس عقد کرده
ای نوردهِ چراغِ عالم — مردم[3] کنِ آدمی و آدم
عالم ز تو شد بہ حکمت آباد — حکمت ز تو یافت آدمی زاد
ہست از تو شده جہانِ فانی — ور نیست کنیش[4] ہم تو دانی
در کارِ تو آسمان زبونے — و ز کلکِ تو کون[5] کاف و نونے
کونین که از صفت برونست — بالا و فرودش کاف و نونست
تقدیرِ تو چرخ بر زمیں کرد — جز تو که تواند اینچنیں کرد
بودی تو نه چرخ و نے زمیں بود — جز تو که تواند اینچنیں بود
دعوی گریِ سپہرِ پرپیچ — در محکمۂ قضائے تو ہیچ

---

۱ کن فیکون ۱۲ حسرت ۲ چار بساط اربعہ عناصر ہفت پرده ہفت افلاک ہفت عروس سبعہ سیاره ۱۲ حشم
۳ با مروت ۱۲ حشم ۴ مراد از کن ۱۲ حسرت

کرده قلمِ تو حرف رانی | بر تختهٔ مرگ و زندگانی
حرفِ تو بنامهٔ الٰهی | بیرون ز سپیدی و سیاهی
ق
اندیشه بهر بلندی و پست | بگذشت و بدامنت نزد دست
گر دست منت رسد بدامن | پس فرق چه باشد از تو تا من
هرچه از تو گمان برم بچونی | آن من بوم و تو زان برونی
با حکمِ تو گاهِ کارسازی | منصوبهٔ عقل جمله بازی
زین عقل تراشناخت نتوان | زان بیش جنیبه[۱] تافت نتوان
زینسان که کمند ماست کوتاه | بر کنگرِ تو کرا بود راه
پس در رهِ تو به تیز هوشی | بیهوده بود سخن فروشی
آن به که زنیم سر خرد را | اقرار کنیم عجزِ خود را
با تو نه سخن رفیع سازیم | نادانیِ خود شفیع سازیم
داننده توئی بهر که رازیست | سازنده توئی بهرچه سازیست
از بودنی آنچه بود دارد | از تو رقمِ وجود دارد
وان چه عدمست نامش آن نیز | از حکمتِ تست مانده ناچیز
بود همه گشته از تو موجود | حکمِ تو روان به بود و نابود
چون حکمِ تو گردد آشکارا | کس را بچرا و چون چه یارا

---

۱ جنیبه اسپ ۱۲ ش

باریکیِ حکمت که داند | کز کُن مکُن تو نکته راند
هر ذرّه که از هواش تابیست | از صنع تو در وے آفتابیست
از امرِ تو شد کفایت اندوز | منشورِ شب و جریدهٔ روز
وز تربیتِ تو یافت ایام | پیرایهٔ صبح و زیورِ شام
از صنع تو گشت گوهرین چهر | یاقوتِ مه و زبرجدِ مهر
کردی بازل تمام کاری | کز هیچ کست نه بود یاری
عاجز نهٔ از اساس هر ساز | تا یار طلب کنی و انباز
شرکت نبرد به ملک راہے | خاصه که به ملک چون تو شاہے
قادر توئی آن دگر که باشد | منعم توئی آن دگر چه باشد
جز تو که نهد به جیب اُمید | دریوزهٔ[۱] مفلسانِ جاوید
کارے که خرد صلاحِ آن جست | موقوف بکار سازیِ تست
قفلِ همه را کلید بر تو | پنهانِ همه پدید بر تو
لطفِ تو انیسِ مستمندان | قهرِ تو هلاکِ زورمندان
گر لطف کنی و گر کنی قهر | در هر دو بود ز رحمت بهر
اے خاک بر آن سرے که زاخلاص | بر خاک عبادتت نشد خاص
همواره درِ تو جائے من باد | توفیق تو رهنمائے من باد

۱ دریوزه بھیک ۱۲ حسرت

مناجات بدرگاهِ الٰهی

ای عذرپذیرِ عذرخواهان   عفوِ تو شفیع بر گناهان

خسرو که کمینه بندهٔ تست   در هرچه فتد فگندهٔ تست

آن را که تو افگنی بهر زیست   برداشتنش ببازوی کیست

هم رحمتِ تو بود که پیوست   افگندهٔ خویش را دهد دست

دستی[1]! که فتاد نفسِ خود رای   در مطرحِ سیل بی سر و پای

بردار ز خاکِ ره که پستم   از دست رها مکن که مستم

ق

هر چند تنِ گناه پرورد   در حضرتِ قرب نیست درخورد

با این همه گر پذیری این خاک   نقصان چه بود به عالمِ پاک

نزدیک خودم بخوان بدان نور   کز خود ابدالابد شوم دور

از یادِ خودم کن آن چنان شاد   کز هستیِ خود نیایدم یاد

جائیم رسان کز اوجِ اخلاص   دیوم[2] بفرشتگی شود خاص

در گلشنِ قدس کن نهالم   مگذار بگلخنِ وبالم

گنجم که تو کردهٔ نثارش   هم تو به کرم نگاهدارش

در گرچه درین خزانه کم نیست   چون بدرقه عونِ تست غم نیست

---

۱ یعنی مددے ۱۲ حسرت

۲ یعنی نفس امّارہ من فرشتہ گردد ۱۲ حسرت

اینم[۱] داده نگاهدار با من — تا داده نثار کن بدامن

آن بخش که از توام دهد یاد — آن ده که براهِ تو توان داد

گر تر کنی از نمے دهانم — بگشاے بشکرِ آن زبانم

شکرِ تو بهر که کامم[۲] توزیست[۳] — مفتاحِ خزینهاے روزیست

تا جان بودم امیدوارم — کز شکرِ تو دل تهی ندارم

خواهم بستایشِ تو بودن — من خود چه توانمت ستودن

هم تو دلِ پاک ده زبان هم — در مدحتِ خویش بلکه جان هم

تا گوید ذکرِ تو به تمییز — تنها نه زبان که جان و دل نیز

به گر ندهی بهیچ سانم — آن جان که بخویشش زنده مانم

جانیم ده از خزینهٔ خویش — کِم زنده بتو کند نه از خویش

آن چشم دهم[۴] که بیشش بیند — عفو تو و جرمِ خویش بیند

آن پرده کشا که بار یابم — در پردهٔ صلاحِ کار یابم

توفیق دهم ولے بکارے — کز فضلِ تو باشدش شمارے

دلشاد کن از امید خویشم — نومید برون مران ز پیشم

پیداست که نیست از همه هست — نقدیم بجز امید بر دست

افلاس ببین و از سرِ جود — بگشاے خزینهاے مقصود

---

۱ هرچه مراد اده حفاظت آن کن و بخشیده مرا عطا کن ۱۲ ش ۲ تفسیر آیه لَئِن شَکَرتُم لَأَزیدَنَّکُم است ۱۲ ش ۳ توزیدن اندوختن و جمع کردن (برهان) ۱۲ حسرت ۴ آن چشم ده مرا ۱۲ حسرت

گیرم که نیم بلطف در خور — آخر نه که بنده‌ام برین در
گر رحمتِ تست بر نکو زیست[1] — رحمت کن بندگانِ بد کیست
چون زانِ توئیم پاک و ناپاک — هم تو بکرم نگر درین خاک
آخر نه بگلم سرشتهٔ تست — نیک و بدِ من نوشتهٔ تست
چون من رقمم از تو می پذیرم — گر نامه سیه بود مگیرم[2]
جرمم منگر که چاره سازی — طاعت مطلب که بے نیازی
گر فضلِ تو رحمتے نه ریزد — از طاعتِ چون منے چه خیزد
فردا که ز بنده راز پرسی — ناکرده و کرده باز پرسی
چون میدانی بکار سستم — شرمنده مکن بباز جستم
از رحمتِ خویش کن درم باز — بے آنکه ز کرده پرسیم باز
در صدرِ نعیم ده نشستم — منشور نجات نه بدستم
عفوِ تو که مشعلے ست پر نور — از ظلمتِ راهِ من مکن دور
روشن کن ازاں نمط رهم را — کاری بسحر شبانگهم را
خاکِ تنِ من درین شب داج[3] — از طاعتِ خود رساں بمعراج
زانگونه بخویش ده پناهم — کز فضلِ تو خواهم آنچه خواهم
زینساں که امید وارم از تو — خواهش بجز این ندارم از تو

---

[1] نکو زیست آنکه زندگی او نیک ست ۱۲ حسرت [2] اے مواخذه مفرما ۱۲ حسرت
[3] یعنی تاریک ۱۲ ش

اینِ[۱] داده نگاهدار با من — نا داده نثار کن بدامن
آں بخشش که از تو ام دهد یاد — آں ده که براهِ تو توان داد
گر تر کنی از نَے دهانم — بکشائے بشکرِ آں زبانم
شکرِ تو بهر که[۲] گاهم توزیست[۳] — مفتاحِ خزینهائے روزیست
تا جاں بودم امیدوارم — کز شکرِ تو دل تهی ندارم
خواهم بستایشِ تو بودن — من خود چه تو امنت ستودن
هم تو دلِ پاک ده زباں هم — در مدحتِ خویش بلکه جاں هم
تا گوید ذکرِ تو بتمییز — تنها نه زباں که جان و دل نیز
به گزندهی بهیچ سانم — آں جاں که بخویش زنده مانم
جانیم ده از خزینهٔ خویش — کِم زنده بتو کند نه از خویش
آں چشم[۴] دهم که پیش بیند — عفو تو و جرمِ خویش بیند
آں پرده کشا که باریابم — در پرده صلاحِ کار یابم
توفیق دهم ولے بکارے — کز فضلِ تو باشدش شمارے
دلشاد کن از امید خویشم — نومید بروں مراں ز پیشم
پیداست که نیست از همه هست — نقدیم بجز امید بر دست
افلاس ببین و از سرِ جود — بکشائے خزینهائے مقصود

۱ هرچه مرا داده حفاظت آں کن و نخشیداده مرا عطا کن ۱۲ ش ۲ تفسیر آیه لَئِن شَکَرتُم لَاَزِیدَنَّکُم است ۱۲ ش ۳ توزیدن اندوختن و جمع کردن (برهان) ۱۲ حسرت ۴ آں چشم ده مرا ۱۲ حسرت

گیرم که نیم بلطف درخور | آخر نه که بنده ام برین در
گر رحمت تست بر نکوزیست[۱] | رحمت کن بندگانِ بد کیست
چون زانِ توئیم پاک و ناپاک | هم تو بکرم نگر درین خاک
آخر نه گِلم سرشتهٔ تست | نیک و بدِ من نوشتهٔ تست
چون من رقمم از تو می پذیرم | گر نامه سیه بود مگیرم[۲]
جرمم منگر که چاره سازی | طاعت مطلب که بے نیازی
گر فضلِ تو رحمتے نه ریزد | از طاعتِ چون منے چه خیزد
فردا که ز بنده راز پُرسی | ناکرده و کرده باز پُرسی
چون میدانی بکار سستم | شرمنده مکن بباز جستم
از رحمتِ خویش کن درم باز | بے آنکه ز کرده پرسیم باز
در صدرِ نعیم ده نشستم | منشورِ نجات نه بدستم
عفوِ تو که مشعلے ست پُر نور | از ظلمتِ راه من مکن دور
روشن کن ازان نمط رهم را | کاری بسحر شبانگهم را
خاکِ تنِ من درین شب داج[۳] | از طاعتِ خود رسان بمعراج
زانگونه بخویش ده پناهم | کز فضل تو خواهم آنچه خواهم
زینسان که امید وارم از تو | خواهش بجز این ندارم از تو

۱ نکوزیست آنکه زندگی او نیک ست ۱۲ حسرت ۲ اے مواخذه مفرما ۱۲ حسرت
۳ یعنی تاریک ۱۲ شمس

کاندم که دمم ز تن برآید
با نامِ تو جانِ من برآید

در حجلهٔ قدس بخش جایم
تا با تو بجانبِ تو آیم

آن راه نما بمن نهانی
کاندر[1] تو رسم دگر تو دانی

در قربتِ حضرتِ مقدس
پیغمبرِ پاک رهبرم بس

نعت خاتم انبیا که لوح محفوظ نگین راستین[2] اوست و کلام الله نقش مُبین او وزین الله خواتم امورنا بایاده

شاهِ رسل و شفیعِ مرسل
خورشیدِ یسین و نورِ اوّل

هم نورِ دهِ چراغِ بینش
هم چشم و چراغِ آفرینش

شاهنشہِ تختِ آسمانی
خوانندهٔ تختهٔ نهانی[3]

سلطانِ ممالکِ رسالت
طُغرای صحیفهٔ جلالت

محجوبه کشای پردهٔ غیب
گنجورِ خزینه‌های لاریب

پروانه رسانِ ظلمت و نور
وز نور و دخان[4] نوشته منشور

سرکوبِ مخالفانِ ابتر
تن پوشِ برهنگانِ محشر

گنجینهٔ کیمیای عالم
پیش از همه پیشوای عالم

در مکتبِ کاف و نون شب و روز
زو جمله رسل دو حرف آموز

[1] فنا فی الله ۱۲ حسرت [2] نقش راست ضد نقش واژگون - چرا که نقش نگین منقلب می باشد و این عیب است ۱۲
[3] تختهٔ نهانی لوح محفوظ ۱۲ اشش [4] نور و دخان نام سورتهای قرآن ۱۲ ش

یسٓ[1] ز دهانش دُر فشانده | طٰهٰ ش وَاِنْ یَکَادُ[2] خوانده

نون و القلمش ز حق تعالیٰ | چتری ز برِ ستونِ والا

مه میم شود بچرخ نون هم | یعنی که ز بحرِ حُسنِ او نم

کلک از صفتش زبان بریده | نُه بحر ز کلکِ او چکیده

نامش بسریرِ پادشاهی | توقیع سپیدی و سیاهی

جاروب زنانِ بارگاهش | از پرِّ فرشته رُفته راهش

شمشیرِ سیاستش سر انداز | شمشیر زبانش گوهر انداز

شرعش بدو کون باز خورده | هر دو بدو تیغ ضبط کرده

شکر کشِ[3] آسمان غلامش | تعویذِ کلاه کرد نامش

خورشید به نیلگون عماری | دربانِ درش به پرده داری

ذیلِ کفش ز فتنها دُور | خاکِ قدمش بدیده ها نور

بسته کمر آسمان بکارش | انجم همه چاوشان[4] بارش

برکنگره کشیده فتراک | کانجا نرسد کمندِ ادراک

---

[1] اتباع رسم قرانی کرده شد تلفظ یاسین و طاها باشد ۱۲ حسرت [2] مراد از آیه وان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارهم لما سمعوا الذکر و یقولون انه لمجنون (سورة قلم) که برائے دفع نظر بد می خوانند ۱۲ حسرت

[3] مراد از ستارهٔ مرّیخ که جلاد فلک ہست ۱۲ حسرت

[4] چاوشاں بار نقیبان دربار ۱۲ آتش

در طیرانِ سیمرغِ قافِ قرآن سوی سوادِ مازاغ با طاوسِ سدره[1] یمدّ ظلّها السّما

فرخنده شبی که آن جهانگیر | از نطع[2] زمین شد آسمان گیر
طیاره[3] ز حجره بر قمر تاخت | زین نه سوی[4] آن نُه دگر تاخت
برخاست ز خوابگاهِ این دیر | در مرقد چرخ شد سبک سیر
از سدره رسید مُرغ والا | خواندش بنویدِ حق تعالیٰ
آورد جنیبهٔ فلک گام | فردوس نورد و فرقد آشام
داد از نمط جنیبه[5] داری | شد زان جنیبه شهسواری
آن شاه سوارِ آسمان گرد | آهنگ بگشتِ آسمان کرد
اوّل ز سرائے اُمِّ هانی | شد محرمِ کعبهٔ یمانی
پس او ز ابروے مقوّس | محراب بقبلهٔ مقدّس
در قبله شد و بقعده بنشست | تحریمه بقبله[6] سما بست
برداشت ازین خرابه محمل | در منزل ماه کرده منزل
زانجا بطریق تاجداری | بنشست بر و همین عماری
زانجا بسرِ بلندیِ بخت | شد تخت نشینِ سومین تخت

[1] طاوس سدره جبریل علیه السلام ۱۲ ش [2] نطع بستر ۱۲ حسرت [3] کنایه از اسپ تیزرو (غیاث) ۱۲ حسرت
[4] یعنی جهاتِ شش گانه و موالید ثلاثه، نُهٖ دگر نه افلاک ۱۲ حسرت [5] جنیبه داری سائیسی ۱۲ حسرت
[6] بیت معمور ۱۲ حسرت

زانجا که رسید بر چهارم — شد خواجهٔ آن خجسته طارم
زانجا چو زبر کشید رایت — شد والی پنجمیں ولایت
زانجا چو بلند بارگه گشت — شهباز ششم شکارگه گشت
زانجا چو نمود بیشتر جهد — شد مهدی خاص هفتمیں مهد
زانجا چو شد آن طرف روانه — شد خازن هشتمیں خزانه
زانجا چو پرید بر نهم بام — آزاد شد از شکنج نه دام
باز ارجهت گذاشت بر جاے — بنهاد به نطع[1] بے جهت پاے
سر زان سوے کائنات بر کرد — ملک ازل و ابد نظر کرد
بست از دو دوال بند نعلیں[2] — شهباز غرض نقاب قوسیں (نشیمن)
دید آنچه[3] عبارتش نسنجد — در حوصلهٔ خرد نگنجد
دیدار خداے دید بے غیب[4] — گفتار ز حق شنید بے ریب (شنیدن)
زان گفت و شنید بے کم و کاست — هم گفتن و هم شنیدنش راست[5]
کرد از کف غیب شربتے نوش — کز هستی خود شدش فراموش
ایزد بکمال مهربانی — دادش بکمال هر چه دانی
بنواخت بعزت سلامش — بسپرد ودیعت کلامش[6]

[1] نطع بے جهت یعنی ملا اعلیٰ ۱۲ حسرت [2] یعنی از دو تسمهاے پاپوش خود شهباز غرض را در نقاب قوسین بست ۱۲ ش
[3] آنچه معائنه کرد او را عبارت نتوان سنجید ۱۲ ش [4] عیان ۱۲ حسرت [5] یعنی صحیح و درست ۱۲ ش
[6] کلام کتاب الله و سلام السلام علیک ایها النبی که در تشهد میخوانند ۱۲ ش

مقصود دو کون برتنش ریخت — گنج دو جهان بدامنش ریخت
بابخششِ پاک بندهٔ پاک — آمد سوئے بند خانهٔ خاک
آورد ز حضرت خداوند — منشور نجات عاصی چند
پس داد بهر خجسته یارے[1] — ز آوردهٔ خویش یادگارے
یاراں که ستوده حال بودند — منعم همه از نوال بودند
بودند همه ز سینه پُر — جوئے هم ازاں محیط پُر دُر
بوبکر بعار هم قدم بود — فاروق بعدل محترم بود
وان حرف کشِ[2] جریده پرداز[3] — باخازنِ علم بود همراز
هر چار چو هشت باغ بودند — پروانهٔ یک چراغ بودند
زیں چار ستون فرخ آرام — چون دینِ هدا بلند شد نام
اُمید که این خجسته بنیاد — تا روزِ ابد بماند آباد
جانم که چنیں حصار دارد — بیگانه درو چه کار دارد
یارب که سرش بر آسمان باد — وز رخنهٔ دیو در امان باد
خسرو ز چنیں اساسِ محکم — چون معتکفانِ کعبه بے غم

۱ه صحابی ۱۲ حسرت ۲ه حرف کش محرر و نویسنده دبهار عجم) ۱۲ حسرت
۳ه آرانندهٔ و جامع قرآن یعنی حضرت عثمان ابن عفان. خازن علم باب العلم حضرت علی یعنی عثمان و علی باهم موافق وهمراز بودند ۱۲ ش

مدحِ شیخ الطریقه نظام الحق والحقیقه محمدیؐ که عیسیٔ آخر الزمانش فرستادند تا دمِ جان بخشِ اسلامِ محمدیؐ را از سر زنده گردانید و عمرِ جاوید بخشید متع الله المسلمین بطول بقائه

چون گوهرِ مدحِ خواجه سفتم / از غیب شنیدم آنچه گفتم
اکنون قدرے دُرِ معانی / ریزم بسرِ جنیدِ ثانی
قطبِ زمن و پناهِ ایمان / سرحلقهٔ جملهٔ کریمان
در شرعِ نظامِ دینِ احمدؐ / یعنی که نظامِ دینِ محمدؐ
در حجرهٔ فقر پادشاہے / در عالمِ دل جہان پناہے
بر خاک ز رحمت آسمانے / بر چرخ ز دولت آستانے
بر مه ز گلیم برده رایت / سلطانِ ممالکِ ولایت
شاہنشہِ بے سریر و بے تاج / شاہانش بخاکِ پاے محتاج
در پردهٔ غیب محرمِ راز / وز رازِ سپہر کیسه پرداز
در عالمِ وحدت ایستاده / بر ہر دو جہان قدم نہاده
از خواجگی آستین کشیده / در پایهٔ بندگی رسیده

۵ حضرت نظام الدین معروف باولیا قدس الله سره ۱۲ اش

بنیاتر جملہ پاک بنیاں
بیدار ترینِ شب نشیناں

ہر شب کہ رود بریں کہن بام
بر فرشِ فرشتگان زند گام

دربیش زنند جملہ مشتاق
گویند بعرشش قم علی الساق

مسند ز سپہر برترش باد
خسرو چو ستارہ چاکرش باد

فی المحمدۃ المحمدیہ و ہو ختیم خلفاء العرب و العجم وارثِ خلافت بنی آدم علاء الدنیا والدین ناصر امیر المومنین المستنصر برب العلمین المستعصم بحبل اللہ المتین رفع اللہ فی الخلافۃ درجاتہ و جعل الخلافہ خلفاء الاقالیم فی حیاتہ

اے بخت زپیش پردہ بردار
مارا رخِ خویش در نظر دار

بنمائے بما کہ تو چہ چیزی
کاندر ہمہ جا چنیں عزیزی

نے مردم و نے فرشتہ نامی
دیوی کہ فرشتۂ؟ کدامی؟

دولت کہ چنیں بزرگوار ست
پیش تو کمینہ پیشکار ست

ہر پایہ کہ درجہاں توان جست
موقوف بکارسازیِ تست

ہیں تا تو چہ بندۂ دریں خاک
کیں مرتبہ دادت ایزد پاک

باآں کہ بجسلگی زبا نہا
بود از توصلاحِ خانمانہا

لیک آمدنِ تو زیر نہ مہد
مخصوص شد از برائے ایں عہد

تابندہ بوی بجہد و تسلیم | در خدمتِ شاہِ ہفت اقلیم
شاہے کہ بنصرتِ خدائی | خیمست برو جہاں کشائی
سلطان جہاں علاے دنیا | سرمایہ دہ سرائے دنیا
چوں سعد[1] فلک سعادت اندوز | یعنی کہ محمد ابن مسعود
ختم خلف دریں کہن طاس | زادہ شدہ نے ز آلِ عباس
سینہ اش صدفِ درِ الٰہی | سنگش[2] محکِ عیارِ شاہی
ملکش بچہار حد شد آباد | با سبع[3] شداد بستہ بنیاد
دولت خبرے ز داستانش | گردوں صفتے ز آستانش
رسمش ز سریر سرفرازی | قادر کشی و زبوں نوازی
فرمانش زمانہ را زبوں گیر | سہمش بدل زبوں کشاں تیر
خلقے بحمایتش زن و مرد | از ظل خدائے سایہ پرورد
برتر ز جہتِ[4] جہاں مقامش | وز حدِ جہت گذشتہ نامش
مصباح کواکب اختر او | معراج ستارہ بر درِ او
شیرانِ سپاہ بارگاہش | بر بامِ فلک کشادہ راہش
اندیشہ گم اندرونِ صدرش | ز اندیشہ بروں قیاس قدرش

۱ سعد فلک، سیارہ مشتری و زہرہ ۱۲ ش ۲ سنگ تمکین و وقار ۱۲ حسرت ۳ سبع شداد ہفت آسمان
۴ اے از جہت جہاں ۱۲ حسرت

در داشتن جهان همه گاه — بازوش[1] دراز و دست کوتاه[2]

زانگه که[3] فگنده نطع شاهان — بنشسته نفیر[4] دادخواهان

گر روی ترش کند به تندی — دندان فلک فتد بکندی

هر بیخ عدو که هست در دهر — بر کنده همه بصرصر قهر

تا صرصر او خس از زمین رفت — هر فتنه که بود در جهان خفت

آهو بز بانش بی تظلّم — پیشانی شیر خار و از سم

پیلان بدرش به پیش بینی — رفته ره مورچه به بینی

میزان عطا گرفت در چنگ — زر داد بخاک و چرخ را سنگ

هنگام عطا چو شرمساران — بخشنده با حیا چو باران

بذلش که درون حد نه گنجد — در حوصلهٔ خرد نه گنجد

زان لطف که دست مایه کرده — بر خلق ز دست سایه کرده

دستش همه جود غرب تا شرق — ذاتش همه حلم پای تا فرق

آفاق بجو آنچه جلالش — مهمان وظیفهٔ نوالش

پیمانهٔ دست پر ز دُر کرد — پیمانهٔ خصم[5] نیز پُر کرد

چون کوکبهٔ سپه کند راست — تکبیر[6] زند ستاره بی خواست

---

[1] ای در حفاظت ملک ۱۲ حسرت [2] ای از ظلم ۱۲ حسرت [3] ای شاهان جهان را سرانداخت یا آن که بر سریر شاهی جلوه کرد ۱۲ حسرت [4] نفیر دادخواهان فرونشست یعنی کسی فریادی نیست ش [5] یعنی هلاک کرد ۱۲ حسرت [6] تکبیر زند یعنی از حیرت الله اکبر گوید ۱۲ ش

بادلیست جنیبتش روانه   کز وے پرد ابلقِ زمانه
چترش سلبِ سیاه بردوش   زو هفت خلیفه جاگی[1] پوش
شبگون علمش چو لیلة القدر   از چترِ سفید یافته بدر
خورشید جنیبهٔ شکارش   مریخ سلاح دار بار[2]ش
مه کوست بر آسمان حشم را   درد اخلیِ دو[3]لتش علم را
کوسش زده بانگ بر ثریا   لرزان شده آسمان چو دریا
دین را علمش عماری خواب   محرابی[4] او پناهِ محراب
آن را که کشد به تیغِ خونی   رحمت کندش گهِ زبونی
خصم ار همه در خورِ دو نیم است   شمشیرِ سیاستش رحیم است
از تیغ چو آبِ قطرهٔ پاک   بنشاند غبارِ عالمِ خاک
تیغش چو زمین زخون رزیده   بس جان که بهشت او خریده
دریا بے از کفِ چو میغش   دوزخ شررے ز تابِ تیغش
رمحش ز خطِ سما گذشته   تیرش ز[5] حدِ خطا گذشته
لوحیست حسامش آبگون سطح   حرفش ز رقمے ز سورهٔ فتح
آراسته هدبه[6] سر بسرش   نون و القلم کمان و تیرش

[1] جاگی پارچهٔ کهنه (غیاث) هفت خلیفه مراد از روح حیوانی و عقل و سامعه و باصره و ذائقه و شامه و لامسه باشد ازین خادم تربیت یافته ممدوح هستند ۱۲ حسرت [2] بار، بارگاه ۱۲ حسرت [3] اے حریمِ دولتش ۱۲ حسرت [4] محرابی نوعی از شمشیر (غیاث) ۱۲ حسرت [5] یعنی تیرش خطا نمی کند ۱۲ ش [6] بالضم مسلسل چادر (منتخب) اردو جهالر یعنی هدبه سر بسر ممدوح از تیر و کمانش آراسته است ۱۲ حسرت

بادا به نشاطِ جاودانه	در سایهٔ تیغِ او زمانه

در خطاب سکندر ثانی و سد عصمت مسلمانی ایده الله ارکان سریره علی قوائم التائید و ابد بنیان سدته علی اساطین التابید

ای روی تو آفتابِ جاوید — وی رای تو شب چراغِ خورشید

بر فرقِ تو چترِ بادشاهی — همسایهٔ سایهٔ الٰهی

بازوی تو تختِ جم گرفته — ملکِ عرب و عجم گرفته

خاکِ درِ تو به روشنائی[1] — مصروفِ بشغلِ توتیائی

عهدت بدلِ بزرگ حالاں — چوں عیدِ بطبع خوردسالاں

نامِ تو کلیدِ تنگیِ حال — مدحِ تو فسونِ جذبهٔ مال[2]

در مشتِ تو نقدِ جمله هستی — احسنت زهی فراخ دستی

ابری که جهان کشاده دست است — با مکرمتِ تو نیک پست است

دستت بکرم ضمانِ روزی — عالم به تو میهمانِ روزی

هر تعبیهٔ[3] تو در زمانه — منصوبه کشائی جاودانه

---

[1] خاکِ درِ تو برای روشنیِ چشم بسرمه دادن مصروف است ۱۲ اش

[2] مدحِ تو مال و زر می کشد ۱۲ اش

[3] تعبیه، ساختنِ چیزی که قدری غریب نماید (غیاث) مراد آئین ها در سلطنت باشد ۱۲ حسرت

رمزے ز تو شد بہ بخششِ گنج — تضعیفِ محاسبانِ شطرنج
نزدِ خردِ نہایت اندیش — زاں بیشتری کہ گویمت بیش
من مدحتِ تو کہ بیش خوانم — بے قیمتِ بیتِ خویش خوانم
آں نادرہ کش بہا نباشد — قیمت کنمش روا نباشد
پیدا است کہ قیمتِ معانی — دانستہ نشد بہ کاردانی
لیک از کرمِ تو گنج دیدن — مزدیست برائے رنج دیدن
ایں زر[1] کہ بہ نظمِ زیورِ تست — احسانِ تو مزدِ زرگرِ تست
من صنعتِ سہل کار بندم — شہ تودۂ زر دہد بلندم
مزدش کہ چنیں بلند باشد — بنگر کہ بہاش چند باشد
چوں من بہ سخن ز رنج بُردن — بدخو شدہ ام بہ گنج بُردن
ایں گنج[2] و چہار گنج دیگر — کار استہ[3] شد بہ پنج دیگر
سنجم[4] ز درونِ حکمت آگاہ — از بہرِ خزینہ خانۂ شاہ
تا بو کہ مرا بدانش و داد (بود(۲)) — گہ گہ ز ضمیرِ شہ دہد یاد
اُمید کہ ایں متاعِ اخلاص — گردد بقبولِ بندگی خاص

۱ ایں زر اے نقدِ سخن ۱۲ حسرت
۲ مراد پنج گنج خسروی ۱۲ حسرت
۳ مطابق خمسۂ نظامی آراستہ شد ۱۲ حسرت
۴ سنجم بمعنی سنجیدن (غیاث) ۱۲ حسرت

ایزد بدلِ تو جا دهادش ‌‌ ‌ مقبولِ خود عطا دهادش

بادش بمقام احمدی ‌ ‌ ‌ از سکهٔ نامِ تو بلندی

از نامِ تو او خجسته رو باد ‌ ‌ ‌ وین بندهٔ خجسته نام ازو باد

در سبب نظم این جواهر رشتهٔ خجسته را در کشیدن و در نظرِ جوهریان مبصر داشتن و قیمتِ عدل خواستن

چون من بدو نامه زین رقم پیش ‌ ‌ ‌ راندم قلمی به نکتهٔ خویش

از روحِ قدس شنیدم آواز ‌ ‌ ‌ کای کرده لبِ تو گوشِ من باز

نی این رقمِ خیال کردی ‌ ‌ ‌ بل جادوئی حلال کردی

آن به که کنون درین تفکر ‌ ‌ ‌ کاهل نه شوی به سفتنِ دُر

آن کو بهنر نه شد طلبگار ‌ ‌ ‌ چون بی‌هنران بود قفاخوار

اسپی که نه خانه خانه گردد ‌ ‌ ‌ مستوجبِ تازیانه گردد

آن خواجه که کاهلیست خویش ‌ ‌ ‌ کاهل تر از دستِ آز دیش

جان کن که غرض بجنگ یابی ‌ ‌ ‌ کان کن که گهر بسنگ یابی

۱ ازین بیت معلوم می شود که این سوم کتاب پنج گنج ست هنوز دو دیگر نه نوشته شده پس این شعر که (این گنج الخ) چگونه صحیح باشد۔ مگر آن که گویند که چون قصد نوشتن خمسه بنام ممدوح داشتند این چنین فرمودند چنانکه در دیباچهٔ کتاب می گویند این کتاب به فنِ فلان نوشته شد۔ حالانکه وجود کتاب در ذهن می باشد۔ همه کتب خمسهٔ خسروی بنام سلطان علاءالدین نوشته شده ۱۲۵

تا چند نگنند کے وہد نم؟ ‏ تا رہ نزوند کے شود کم؟

لیکن مکن آں تفکرِ خام ‏ کز نامہ یدبوی نکو نام

بکشا طبقے بغیر تا واں ‏ نُقل اندک و چاشنی فراواں

یک شیشہ کہ خوش فرو تواں خورد ‏ بہتر ز دو صد سبوئے پُر دُرد

نتواں خمے از شراب خوردن ‏ نتواں دو سہ شربہ آب خوردن

خواہی کہ بہ از بہت کشاید ‏ خورسند مشو بہر چہ آید

ز اندیشہ دقیقہ نغز خیزد ‏ وز پختنِ آرد مغز خیزد

بالایشں[1] قند و تیرہ تابش ‏ رخسارِ نبات را صفا بیش

کانکو بہ گرفت تشنہ در چنگ ‏ خشنود چگونہ گردد از سنگ

ہر گہ کہ علم شدی بکارے ‏ در غایتِ آں بکوش بارے

از اندکِ خوب شو فسانہ ‏ نے از حشواتِ[2] بیکرانہ

یک انۂ نارِ پختہ در کام ‏ بہتر ز ہزار آلبیِ[3] خام

یک شاخ کہ میوہ دہد تر ‏ بہتر ز ہزار باغِ بے بر

یک بلبلِ خوش نوائے دلکش ‏ بہتر ز دو صد کلاغ ناخوش

یک صفحہ پُر از خلاصۂ شوق ‏ بہتر ز دو صد کتابِ بے ذوق

(انتخاب ذوق)

---

[1] لے چوں قند با تابۂ سیاہ (کڑھائی) بیامیزد و از ضرباتِ کفچۂ قنّاد (حلوائی) مالش نیک یا بد صفائے دیگر پذیرد تابش مخفف تابہ اش۔ و تابہ ظرفے باشد کہ در آں خاگینہ و ماہی بریاں کنند (برہان) ۱۲ حسرت

[2] کارِ عبث و فضول ۱۲ اش [3] آلبی میوہ ہی ۱۲ اش

در کامِ کساں کجا بود بہ — مغزے نہ بحرف و جلد فربہ
دفتر چہ کنی چو نظم تر نیست — در صد صدفت یکے گہر نیست
چوں مردم دیدہ چشم بد دور — یک خالِ سیہ نمائے پُر نور
نے چوں حبشی کہ از تباہی — نورے نہ و عالمِ سیاہی
آں بہ کہ چو نکتۂ سگالی — حرفے نہ بود ز نکتہ خالی
یک رمز بدفترِ منقش — چوں خندۂ زنگیست ناخوش
چوں صبح[1] نخست بے فروغ ست — آں خندہ کہ می زند دروغ ست
آں کش نمکِ سیاہ باید — در سنگِ سیہ چہ دست ساید
آں کس کہ رقاق[2] میدہ یابد — از بہر سبوس کے شتابد
تا شربتِ صاف در قدح ہست — در سرکہ کسے چرا کند دست
بدگو کہ سیاہ گوئے باشد — ز نامہ سیاہ روئے باشد
چوں گفتِ لطیف درخورزہ[3] — گویند کہ ہر چہ کم بود بہ
ناخوش سخنے کہ بیش گوید — مزد آں چہ دہیش بیش جوید
خر کو بفغاں بمونہ باشد — پس دیر کشد چگونہ باشد
بوقی[4] نہ بس آنکہ ساز گیرد — واں گاہ نوا دراز گیرد

[1] صبح کاذب ۱۲ اش [2] رقاق نان تنک ۱۲ اش [3] اے درخور تحسین ہست ۱۲ اش
[4] بوق چیزے باشد از مس مانند شہنائی کہ ازاں آواز مہیب و مکروہ خیزد (غیاث) ۱۲ حسرت

بی نکته قلم زدن پیاپی / کژ کردنِ باد باشد از نی

هر کلک تهی که در صریر است / مضراب مغنیانِ پیر است

پر مغز بود خدنگِ دلخواه / ناشوره[1] بود همه تهی گاه

نظمی که نه در هنر بلند است / بگذر ز زنخ[2] که ریش خند است

بی مایه تجارت این چه بار است / بی رشته تنیدن این چه کار است

در تو هوس گزاف داری / می لاف که جای لاف داری

بی بهره که کار کردنش خوست / بیکارترینِ مردمان اوست

سنجیدنِ سایه در ترازو / بیکارِ ترا ز دست و بازو

کژ پایک را چو کج کنی پای / گر کج خوردت گریزی از جای

دریا چو بکوزه[3] کم کند کس / در کوزه کنش که بس کند بس

آن دیو بود که چاره ناچار / کاری طلبد نه بهره کار (نفع ۱۲)

حکایت آن دو دیو که از خوی پشیمانی دریا را در بیابان ریختند و از بریدن زمین بیابان را در دریا انداختند

گویند دو دیو با سلیمان / بستند ز بهر کار پیمان

۱ ناشوره، پراگنده ۱۲ اش ۲ زنخ بیهوده (غیاث) ۱۲ اش ۳ ای بی خبری که آب دریا را بکوزه پر کرده کم کردن خواهد علاجش آنکه خود او را در کوزه باید کرد تا فریاد بس بس آرد و فهمد که چون او در کوزه نمی گنجد آب دریا چگونه گنجد ۱۲ حسرت

بردند بر اوج بارگاهی — روزی کردند کارگاهی

چون در عمل دگر شد دست — کردند همان کشیده را پست

فرمان دهِ کارکاردان بود — بر هر دم و دیو کار ران بود

چون دید که دیو بیند آزار — از بیکاری چو هر دم از کار

فرمود که هر دو تن مهیا — پویند سبک بدشت و دریا

این ریگ بَرَد و آب ریزد — او ناپژه[1] در سراب ریزد

چندان که بچند گاه[2] موزون — هامون شود آب و آب هامون

دیوان به چنان گزاف کاری — ماندند دراز روزگاری

تا بود حیات پی فشردند — و آخر همان شکنجه مُردند

بی رنج تنِ عقوبت الفنج[3] — رنجیده شود چو نازک از رنج

مقصودم ازین حکایت آن ست — کاندیشهٔ بی غرض زیان ست

ناگفته به آن چه کس نه گوید — ناکِشته به آن چه بر نروید

کوته سخنی ستوده حالی ست — بسیار سخن زدن ملالی ست

لیک ار سخنی ست روح پرور — می گوی که عمر بیش بهتر

زر کش ازلی ست همتِ خویش — هرچند که بیش عمرتش بیش

[1] بمعنی آب چکیدن چنانچه گویند ناپژه می کند یعنی آب می چکد (برهان) اینجا مراد آب باشد ۱۲ حسرت

[2] ای در چند سال ۱۲ حسرت

[3] الفنجیدن بمعنی جمع کردن و اندوختن (برهان) ۱۲ حسرت

آں تحفہ کہ غرّتش زغیب ست — بیشی وکمی درو چہ عیب ست
خوبی سبب قبولِ عام ست — پیرایۂ نام حرف نام ست
کاغذ کہ شود سپید چوں گل — بہتر زسوادِ بے تامّل
زینساں کہ ترا سخن بلند ست — خاموشیِ تو نہ دل پسند ست
کالا ز خزینہ بر رہا زار — تا تنگ شود رہ از خریدار[1]
در گوشِ من از سپہر نیلی — آمد چو ندائے جبرئیلی
خوش خوش بتوکّلِ خداوند — دریائے گہر کشادم از بند
ہاں اے شنوندۂ خبردار — کردم خبرت بیا و بردار
آں موج زنم کنوں کہ از دُر — گردد ہمہ دامنِ جہاں پُر
نقشے کہ بنامہ نخست[2] ست — ہر چند کہ یک بیک درست ست
من نیز چناں کہ خوانم آں حرف — اینجا ہمہ گرد خواہش صرف
تا سر خوشِ جامِ اوّلیں[3] ست — گرد و بشرابِ دویمیں مست
چوں ساقی پیشِ صاف را بُرد — عیبم نکند کسے بایں دُرد
یارب چو تمام گردد ایں ماہ — در وے ندہی کسوف را راہ
بیزد چو دقیقہ را ہنر بیز — از چاشنی خودش نمک ریز

---

[1] مراد ہجوم خریداراں ۱۲ ش
[2] مراد لیلےٰ مجنوںِ مولنٰنا نظامیؒ ۱۲ حسرت [3] دوُر ۱۲ حسرت

زانگونه کنش بسینها خاص — کِش در دل و جاں نهند اخلاص
واں چه از رقمِ گناه بینی — ق — کز وے رقمِ سیاه بینی
اُمید که گاه نا اُمیدی — بخشی سیهِ مرا سپیدی
چوں یافت دل ایں امیدواری — اے خامه بیار تا چه داری

راه نمودن فرزند قرة العین عین الدین خضر را که از ظلمات دنیا بسوئے روشنائی دین گراید روّاه الله من عین الحیوة وزاد عمره کالخضر لصحبة اللذات

اے چارده ماهه زرّ کانی — هم خضر و هم آبِ زندگانی
اکنوں که نداری از خرد ساز — می پرورد ت زمانه در ناز
اُمید که چوں شوی خردمند — خالی نکنی درونه زیں پند
از چارده بگذرد چو سالت — ق — گردد مهِ چارده جمالت
بر نکتهٔ عقل دست سائی — بر گنجِ هوس گره کشائی
در چپ زدنِ خرد شوی راست — دانی چپِ خود ز جانبِ راست
دانسته شوی بکار دانی — بر سرِّ صحیفهٔ معانی
خواهی که دلت بتابد از نور — اندرز مرا مکن ز دل دُور
پیوند هنر طلب چو مردان — وز بے هنراں عناں بگرداں

خضر از پئے آن نهادمت نام | کت عمر ابد بود سرانجام
لیکن نه بود حیات جاوید | تا سر نه کشی بماه و خورشید
وان راست باوج آسمان سر | کز جوهر علم یافت افسر
وان خواجه برد کلید این گنج | کو بر تن خویشتن نهد رنج
خواهی ظلمت بچرخ ساید | بے دود چراغ راست ناید
گر دل نه کنی بسهل خرسند | نقدے بر از ان کشاید از بند
تاک از پئے غوره[1] می دهد مل | شاخ از پس سبزه میدهد گل
کانے که کنی زبهر گوهر | سنگت دهد اول آن گهے زر
چون باز کنی زنیشکر بند | خس در دهن آید آن گهے قند
آن نیست نشان علم والا | کز خلق بری بحیله کالا
علم آن باشد که ره کند پاک | نے زرق[2] مزوران چالاک
آن تخته درست کن بتکرار | کاگه شوی از نهایت کار
چون من نشوی که هر زمانے | سازم بدروغ داستانے
در گنج سخن دهد کلیدت | اندیشهٔ من شود پدیدت
آن به که بجهل کم بسیچی | این نامه بپیچ تا نه پیچی

[1] غوره انگور خام ۱۲ حش

[2] زرق مکر۔ مزوران مکاران ۱۲ حش

من کیں قسم از هنر گرفتم | زیں کشته نگرچه[۱] برگرفتم
تا تو چو کنی مسے زراندود | زاں قلب زنی چه آیدت سود
ور دل کندت هنر فزائی | پیشه نکنی ثنا سرائی
گر مدح تو در طمع کشد رائے | در صفِ سراں نباشدت جائے
چوں زیں فن بد شوی شکیبا | می گوئے سخن ولیک زیبا
از کارگهِ حریر زن لاف | خس پاره مکن چو بوریا باف
حرفے که ازو دلے کشاید | از هر قلمے بروں نیاید
زیبا۔ نه بهر زباں تواں گفت | یاقوت بکار کے تواں سفت
ور برده ہا ایں درخت قندت | وا دازه چو من شود بلندت
زاں میوه که افتدت بداماں | تنها نخوری چو ناتماماں
چوں آمده گر یکے ست گر هفت | بدهی نه هی بخواهدت رفت
بارے کم ازاں نه کز تو چیزی | آسوده شود نیازمندی
چوں مرد بگیرد مردمی گرد | نے همچو بخیلِ ناجوانمرد
سرمایهٔ مردمی مکن گم | کز مردمی ست قدرِ مردم
گرچه زرت از عدد بود بیش | درویش نواز باش درویش
صد سر برد آسماں به شمشیر | تا یک شکم از علف کند سیر

[۱] بر ثمره ۱۲ اسش

موراں کہ بزیر پا دوانند ❊ یکجو بہزار جاں ستانند
نقدے کہ رہش بدیں گزندست ❊ بے رنج دہی نگر کہ چندست
خواہی کہ بہتری زنی چنگ ❊ دریوزۂ کہتراں مکن تنگ
سنجیدہ دہد چو ابر باراں ❊ رنجیدہ شوند دانہ خواراں
ابلہ کہ دہد قُراضہ بے رنج ❊ بہتر ز محاسب درم سنج
مستی چو کرم بود جمال ست ❊ در بادہ نمک زنی حلال ست
گر بر تو زند فقیر جاں باز ❊ در پیش خود از درم سپر ساز
کاں را کہ بکیسہ نیست چیزے ❊ خود را کُشد از پے پشیزے
در شعبدہ ہر دو خنجر آشام ❊ از پہلوئے خویش می خورد شام
تا داشت کہ نیست باخبر و خویش ❊ باز و ز پے شکم کند ریش
آں کز تن خود جدا کند پوست ❊ او باد گرے کجا شود دوست
تا پا نہ نہی بدستیاری ❊ از دوست مخواہ دوستداری
بیدار یے پاسبانِ بے مزد ❊ گنجینہ برد بشرکتِ دُزد
یارے کہ بجاں نیاز مائی ❊ در کار خودش مدہ روائی
صد یار بود بناں شکے نیست ❊ چوں کار بجاں فتد یکے نیست

ل ریزۂ سیم و زر ۱۲ش ❊ ۲ شام طعام ۱۲ش
۳ اے خبر بار برد ار ذخویش وہمہ رو چارہ ساز ندارد ۱۲ حسرت

کن بر کفِ ہمگناں درم ریز
جز بر کفِ کودکانِ نوخیز

کاموختہ شد چو خورد با سیم
کالائے بزرگ را بود بیم

کودک ز درم شود گرہ گیر
پیر از رقمِ سیاہ تحریر

در خود بغلط نَعُوذُ باللہ
در سمت سیاقت او فتد راہ

با آں کہ شوی وزیرِ کشور
دزدے باشی کلاہ بر سر

دانی ز قلم ہنر چہ جوئی
از آبِ سیہ سپید روئی

چوں بر سرِ شغل کام باشی
می کوش کہ نیک نام باشی

در ہر چہ ترا شمار باشد
آں کن کہ صلاح کار باشد

نیکی کن اگر بدی سگالی
از حسنِ نیت مباش خالی

گر بنشانی درختے از خار
آں خار نشاں کہ گل دہد بار

نشتر کہ بزخم خوں فشان ست
از بہرِ صلاح ناتوان ست[۱]

آزار مجو چو سینہ سوزے
کازردہ شوی تو نیز روزے

ناخن کہ سرِ خراش دارد
بُرّند سرش چو سر برآرد

آتش کہ بظلم گشت خویش
سیری نبود بہیچ رویش

شمشیر کہ کار اوست آزار
باشد بہ نیام سرنگوں سار

آزار کسے طلب ہمیشہ
کازردنِ خلق کرد پیشہ

رنجت ازان

۱ ناتوان بیمار ۱۲ منش

ناکس کہ خراش چوں خساں کرد — با او آں کن کہ با کساں کرد
گر دست رسد بہ بدفعالے — رحمت نکنی بہیچ حالے
رندے کہ خورد بآرزو مشت — در حال بمشت بایدت کشت
برخویشتن آں کہ او نہ بخشود — بخشودن او خرد نفرمود (بخشیدن)
ناداشت کہ تن کند بزر ریش — وانگہ مدہش کہ تا کند بیش
مستے کہ بہ چہرہ جہد ببازی — آں بہ کہ رسن بدو نبازی
کورے کہ رود بگشتِ گلزار — ہاں تا نہ کشی گرش خلد خار
آں کس کہ سزائے تیغ باشد — رحمت کنیش دریغ باشد
در جنبش فتنہ جا نگہدار — بر خار چہ جرم؟ پا نگہدار
با آں کہ بود جہاں پر از دوست — ایمن منشیں زخصم در پوست
گر خود نتواں ز سرفرازی — با تیہو و کبک جرّہ بازی
بارے چو کلنگ در ابر جائے — پاس سر خویشتن بیک پائے
با نیجہ وراں بپائے خیزند — وز شیر بپائے پس گریزند
شد چیرہ چو دشمنِ ستمگار — از دے نرہی مگر بہنجار
مرغے کہ طپد بحلقہ دام — اندر خفہ[1] جاں دہد سرانجام
افتاد چو کار با گراناں — با صرفہ[2] زیند کار داناں

[1] خفہ تنگ بودن گلو ۱۲ حسرت [2] صرفہ حیلہ و تدبیر ۱۲ حسرت

مردم چو عنانِ دہد بفرہنگ — از باد بگردد آسیا سنگ

بینائیِ عقل پیش مے دار — بیناشو و پاسِ خویش مے دار

شب کور بود عس چو در کوئے — از دزد خورد طپانچہ بر روئے

منگر زجہان فریب ناکی — کاندر پسِ او بود ہلاکی

چون خندہ کند بہ پردہ برق — شمشیر زند ز شعلہ بر فرق

ایمن منشیں بعالمِ خس — کز چرخ نرست بے بلا کس

گنجد کہ ز کامِ آسیا جست — ہم در دہنِ جوالؔ[۵] شد پست

مغرور مشو بملک و مالے — کان نیست مگر کہن سفالے

مال ارچہ کشادِ کار ازانست — تشویشِ دل و ہلاکِ جان ست ن ت

آں بہ کہ بحرص کم شتابی — کز ننگِ طمع خلاص یابی

تا دل تگ و پو زند بسوئے — راحت نبود بہیچ روئے

چون قافلہ در گریز باشد — خوابش ہمہ خیز خیز باشد

خواہی کہ نگردی آرزومند — می باش بہرچہ ہست خورسند

پویانِ حریص روئے زرد ست — خورسندیِ دل صلاحِ مرد ست

مردم چو ز رزعتان تابد — ہمت شرفِ کمال یابد

آں سرخ گلے کہ خوں فشان ست — سرخیش زخونِ سرکشان ست

---

[۵] جُوال بالضم چیزے کہ دراں غلہ پر کردہ بر خر و یا بو نہند (غیاث) ۱۲ حسرت

ایمن بود از شکنجهٔ درویش — زر هر چه که بیشتر بلا بیش
گشتی چو بسروری کله دار — شو ساختهٔ[۱] خدنگ خونخوار
ورنیز شوی وزیر مقبل — از زخم زبان مباش غافل
ور ز اہل قلم شوی گران گیر — بر نسبت جد شوی کمان گیر
ناوک زنی و گره کشائی — ترکانه ز مو گره کشائی
چون در صف پردلان کنی جای — سر پیش نه اوّل آنگهی پای
مردانه که کار مرد ورزد — آن به که ز بیم جان نه لرزد
گیرم ز عدو عنان بتابی — از مرگ کجا خلاص یابی
از پیش بلا که گرم خیزی — مردن بقفاست چون گریزی
کار نظرست پیش دیدن — نتوان بقفائے خویش دیدن
بیرون ز اجل چو نیست کارے — تا نیست اجل بکوش بارے
خون از دگرے کسے کند خواست — کو از سر خون خویش برخاست
مردانه که جان خود سپارد — بر جان کسان چه رحمت آرد
تا دل بقرار خویش باشد — شمشیر بکار خویش باشد
دل را چو شود خزینه تاراج — دشمن بسلاح نیست محتاج
بے دہشت اگر سمند رانی — ہم باز رہی و ہم رہانی

۱؎ ساخته، موافقت کرده شده ۱۲ اش

در بازوئے دل نباشدت سخت — هم سر بفدا کنی و هم رخت
آں کش مددِ ضمیر باشد — پیلش به نظر حقیر باشد
باز آنکه دلش هراس پیشه است — شیر نمدش چو شیر بیشه است
لیکن سبکی مکن چناں هم — کت دل برود ز دست و جاں هم
در حمله مشو مبارزِ خام — هنجار ببین و پیش نه گام
پائے که کند فراخ گامے — از پائے چه ریزدش سلامے
ور تو بغزا شوی سرآهنگ — با سُهلِ[۱] خصومتاں مکن جنگ
لشکر نه همه دلیر باشد — در دشتِ شغال و شیر باشد
گر خر بوحل فرو نماند — قدرِ تگِ توسناں که داند
گر شب نبود سیاه و دیجور — در خانه چراغ کے دهد نور
ور بر تو عدو عناں کند تیز — چوں مایه کار هست مگریز
بر پیر هنراں ست جور و بیداد — کس را نبود ز بے هنر یاد
چوں رختِ کلال خاک باشد — از نقب زنش چه باک باشد
گر دیدهٔ باطنت شود باز — در عیبِ کساں نظر میندا ز
دریابی بینش یقینی — آں به که کنی خدائے بینی
مپسند بهر چه رایت آسود — آں کن که بود خدائے خوشنود

۱ اے همراه سهل خصومتاں ۱۲ حسرت

دوزخ مطلب چو کندهٔ زشت — کاتش بود اوّل آخر انگشت[له]
می باش چو شاخِ سبز دلکش — کاتش زنیش نه گیرد آتش
بفروز چراغ پارسائی — کوراست سرے بروشنائی
خواہی که رسی بچرخ گردان — بگزار عنان نیک مردان
با دولتیان نشیں که خارے — در صحبتِ گل شود بہارے
گیرم ندہند کندهٔ عود — بوئے رسدت بیاریٔ دود
عطار اگرچه تند خویست — مشکش به نسیم تازه رویست
با ہر که نه دولتی ست منشیں — کز سر که نگشت کام شیریں
شمعے که بود ز روشنی دوٗر — ندہد به چراغ دیگراں نور
دولت نه ہماں بود که بیچند — فلسی دو سرا شوی خداوند
مردارِ جہاں چو در پذیری — مردار کُشی بود نه میری
دولت بود آں که دل فروزی — وز ترکِ امل کلاه دوزی
در دامن نیستی زنی دست — تاہست شوی بعالمِ ہست
گر فقر باختیار یابی — در حجلهٔ قدس بار یابی
ور مطلبی ازاں چه دُوری — ہم فقر بود ولے ضروری
دانی که بخاطرِ ہوسناک — ہرکس نه رسد بعالمِ پاک

له انگشت کوئله ۱۲ حسرت

گردا عیشے رسد آنی — تو خود بجز آں دگر چہ خواہی
ورغیب رہ دگر کشاید — یا لطف ترا رہے نماید (ق)
با ایں ہمہ ہم ز جست و جوئے — کاہل نشوی بہیچ روئے
خواہی شرف و بزرگواری — می کوش بہ ہمتے کہ داری
کاں تن کہ بہ ہمتے سرشتہ است — مردم نگری و لے فرشتہ است
مفلس کہ دلش بسر فرازی ست — سلطاں شدنش کمینہ بازی ست

ایت شبانے کہ از غایت ہمت تیغ را آئینۂ وجاہت و قلم را عمدۂ دولت خود ساخت

گویند کہ در عرب جوانے — بودہ ست ز نسبتِ شبانے (ج)
بختش چو بہ اوج رہبری داشت — ہمت بفلک برابری داشت
زاں پیشہ کہ اصلِ کار بودش — اقبال رہے دگر نمودش
زاں شیر دلی کہ داشت با خویش — آلودہ نشد بچیرگیِ میش
رفتے پدرش چو مستمنداں — دنبالِ چرائے گوسپنداں
او سبقِ امید کردہ پرکار[۱] — در درسِ ادب شدی بتکرار

[۱] پرکار، مجازاً بمعنی طوق ہم آمدہ (غیاث) ۱۲ حسرت

چوں حرفِ قلم درست کردے | دامن بسلاحِ چست کردے
تا یافت ازاں ہنر پرستی | در ہر دو ہنر تمام دستی
روزے پدرش بہ پردہ در گفت | کاے جانِ تو گشتہ با خرد جفت
نوشد چو شگوفۂ جوانی | از جفت[1] گریز نیست دانی
گر فرمائی زہمسرِ چند | چو نیستے سزائے پیوند
گفتا کہ چو کرد نیست کارے | جفت از نسبِ خلیفہ بارے
گفتش پدر اے سلیم خودرائے | زاندازۂ خود بروں منہ پائے
گیرم کہ دہندت آنچہ دلخواست | بے خواستہ[2] کار چوں شود راست
نقدے بہ برو سواریت کو | واسبابِ عروس واریت کو
آورد جوانِ دولت اندیش | شمشیر و قلم نہاد در پیش
گفت ار سببِ دگر ندارم | ایں ہر دو نہ بس کلید کارم
آں کیں دو ہنر بدست دارد | شک نیست کہ ہر چہ ہست دارد
افگند چو ہمتِ بلندم | بر کنگرۂ ہنر کمندم
گر باز دہے ہمتم چنیں ست | ہر چہ آں طلبم در آستین ست
گویند بہمت آں جواں مرد | شد برتر ازاں کہ آرزو کرد
دولت چو برو فگند سایہ | شد محتشمِ بلند پایہ
فی الجملہ بہر چہ دست سائی | ہمت چو قوی بود برآئی

[1] جفت عروس ۱۲ ش [2] خواستہ مال و زر (غیاث) ۱۲ حسرت

ای آں کہ زمن بیادگاری / ایں پند زمن بیاد داری
جانِ پدر ار رسی بجائے / برجانِ پدر کنی دعائے

آغاز سلسلہ جنبانیدن از داستان عشق مجنون و لیلی

دندانہ کشائے قفل ایں راز / زیں گونہ کند درِ سخن باز
کاں روز کہ زاد قیسِ فرخ / رخشندہ شد آں قبیلۂ رُخ
زاں نورِ خجستہ شب افروز / بر عامریاں[1] خجستہ شد روز
بنشست پدر بشادمانی / بکشاد درے بمیہمانی
بیگانہ و خویش را صلا داد / ہم نزل فشاند و ہم عطا داد
واندر پسِ پردہ مادرش نیز / آراست زصفہ[2] تا بدہلیز
خوبانِ قبیلہ را طلب کرد / وآفاق زنغمہ پر طرب کرد
می ریخت بجوب تر نثارے / اندازۂ ہر یکے نثارے
جستند حکیم طالع اندیش / کاگہ کنند از حکایتِ پیش
دانا بشمارِ خود نظر کرد / گفتہ چو سر از شمار برکرد
کیں طفل مبارک اخترے خوب / یوسف صفتے شود چو یعقوب
باآں کہ زگردشِ زمانہ / در فضل و ہنر بود یگانہ

[1] جمع عامری منسوب بہ بنی عامر قبیلۂ عرب ۱۲ اش [2] صفہ صدر (چبوترہ) ۱۲ اش

لیکن رفتش گہِ جوانی — در سر ہوسے چناں کہ دانی

از عشقِ بتے نژند[1] گردد — دیوانہ و مستمند گردد

اندیشہ چناں کند نزارش — کز دست رود عنانِ کارش

مادر پدر از چنیں شمارے — ماندند ز غم بخار خارے

لیکن ز نشاط روئے فرزند — گشتند بہر چہ ہست خورسند

آں نکتہ بسہل بر گرفتند — وآئینِ طرب ز سر گرفتند

یکچند چو دورِ چرخ در گشت — آں گلبنِ تر شگفتہ تر گشت

سالش بہ شمار پنجم اُفتاد — زو نور بہ چرخ و انجم اُفتاد

شد تازہ چو نیم رستہ سروے — یا بال دمیدہ نو تذروے

نزدِ ہمہ شد بہ ہوشمندی — چوں مردمِ دیدہ ارجمندی

زیرک دلیش چو باز خواندند — در پیشِ معلمش نشاندند

دانائے رقم ز بہرِ تعلیم — کردش بکنار تختۂ تسلیم

جہد ادبش چناں کہ دانست — می کرد چناں کہ مے توانست

آراستہ مکتبے چو باغے — ہر لالہ درو چو شب چراغے

زیں سوئے نشستہ کودکے چند — آزادہ و زیرک و خردمند

زاں سوئے ز دخترانِ چوں حور — مسجد شدہ چوں بہشت پُرنور

ہر تازہ رُخے چو دستۂ گُل — برگُل زدہ حلقہ ہائے سنبل

---

[1] نژند اندوہگیں (برہان) ۱۲ حسرت

از مقنعه دام ماه کرده　　دلها ز رخ بچاه کرده

بود از صفتِ آن تبانِ چون ماه　　ماهے که زد آفتاب را راه

لیلی نامے که مه غلامش　　خالش نقطے ز نقشِ نامش

مشعل کُشِ آفتاب و انجم　　دیوانه کُن پری و مردم

تاراج گرِ متاعِ جانها　　بنیاد شگافِ خانمانها

سلطانِ شکرلبانِ آفاق　　لشکرشکنِ شکیب عشاق

گردن زنِ عافیت فروشان　　تشویش دِهِ صلاح کوشان

سرتا بقدم کرشمه و ناز　　هم سرکشِ حسن و هم سرانداز

نازے و هزار فتنه در دهر　　چشمے و هزار کشته در شهر

چشمش ز کرشمه مست و بیهوش　　آهو برده بخواب خرگوش

خندان چو سمن بتازه روئی　　شیرین چو شکر بتلخ گوئی

از وسوسه چشمِ او ببسته　　تسبیح فرشتگان گسسته

نے بت که چراغِ بت پرستان　　طاؤس بهشت و کبک بستان

فرموده کلاله[1] را سواری　　داده مژه را سلاح داری

افگنده بدوش زلف چون شست　　خود بے خبر و نظارگی مست

معجونِ لبش بدُرفشانی　　پرورده بآبِ زندگانی

---

[1] کلاله، گیسو ۱۲ حسرت

همخوابهٔ لاله گیسوانش — همشیرهٔ انگبین دهانش
قندش نمکے تبرزد[۱] آلود — خوشخوار تر از گوارشِ[۲] عود
خورشید غلام زادهٔ او — مه داغِ جبین نهادهٔ او
اندر صفِ آں بتانِ شیریں — چوں زهره به ثور و مه به پرویں
زانو زده قیس بر دگر سو — هم چرب زبان و هم سخن گو
نازک چو نهالِ نو دمیده — خوش طبع و لطیف و آرمیده
شیریں سخنے که هوش می بُرد — رونق ز شکر فروش می بُرد
بود از سخنِ چو شکّر و شیر — مستِ سخنش معلّمِ پیر
از رُخ بدو شاه بُرد می کرد — صد دل بدو خردهٔ[۳] خُرد می کرد
نالنده به تخته در دبستاں — چوں بلبلِ مست در گلستاں
لحنش چو شدے بروزنِ گوش — از روزنِ جاں بر شدے هوش
زاں تن که نوائے او شنیدے — جاں رقص کناں ز دل دویدے
از نامه بجاں نورد می داد — وز ناله صدائے درد می داد
هر خوش پسرے ز لطف کارش — گشته به هوس ندیم و یارش
واں لاله رُخانِ ارغواں ساق — نیز از دل و جانش گشته مشتاق
ایشاں همه را بقیس میلے — واں سوخته در هوائے لیلے

ن: [illegible]

ن: درنجه

۱ تبرزد نبات (برہان) ۱۲ حسرت ۲ گوارش بروزن گزارش معرب آں جوارش (برہان) ۱۲ حسرت
۳ خردہ نکته (برہان) ۱۲ حسرت

لیلی خود از خراب جان تر — گشته نفس از نفس گران تر

هر دو بنظاره روی در روی — وارفته خیال موی در موی

لب مانده ز گفتن و زبان هم — دل گشته بهم یکی و جان هم

بی هوشی شان بگفتنِ راز — خاموشی شان به پرده آواز

هر دو بغم و گداز مانده — دل بسته و دیده باز مانده

آن کرده نظر بروی این گرم — وافگنده ز دیده پردهٔ شرم

این تن به هلاک ساز داده — او سینه به تیغ ناز داده

این گفته غمِ خود از رخِ زرد — او داده جوابش از دمِ سرد

این دیده درو بچشم پاکی — وان نیز ورا بشرمناکی

این کرده بگریه خاک را گل — وان گریه فرو خورده در دل

این گشته بتابِ دیدگان مست — وان شسته ز جانِ خویشتن دست

این کامِ خود از فغانِ خود دوخت — او سینهٔ خود ز آهِ خود سوخت

عشق آمد و خون بخون در آمیخت — خونابهٔ دل ز دیده میریخت

اندیشه متاع صبر گم کرد — غم بر دل و دیده اشتلم[۱] کرد

سلطان خرد برون شد از تخت — هم خانه بباد داد و هم رخت

طوفان ز تنور سر بر آورد — وافاق بموجِ خون در آورد

۱؎ اشتلم لغت ترکی بمعنی غلبه و زور و تعدی ۱۲ حسرت

اُفتاد ز فرقِ عافیت تاج — خازن شده و خزینه تاراج

فریادِ شبان بمانده از کار — میش آبله پای و گرگ خونخوار

(دردِ بادہ نوشی)

مستان ز شراب خانه جستند — خم بر سرِ محتسب شکستند

در داده چو باده ساقیِ شوق — گم شد و حریف در پئے ذوق

در شهرِ وفا در آمد آن بوئے — هم خانه خراب گشته هم کوئے

مجنون ز نسیمِ آن خرابی — شد بے خبر از ترنگ شرابی

از خونِ جگر شراب می خورد — وز پهلوئے دل کباب می خورد

(خون جگری)

وز دیده درو نگاه مے کرد — میدید ز دور و آه مے کرد

مغزش ز تفِ درونه در جوش — چون نایۂ دیگ زیرِ سرپوش

می بود ز نیک و بد هراسش — می داشت خرد هنوز پاسش

میدید مکین ز نقش[1] بنیان — میکرد کران ز هم نشینان

اندیشه هنوز خام بودش — دل در غمِ ننگ و نام بودش

پوشیده بسانِ برق در میغ — گه حربه فرود خورد گه تیغ

از دشنۂ غم خراش خورده — صد دشنۂ دُور باش خورده

صد رخنه دلش ز خنجرِ غم — هر سو خسکِ[2] مخالفان هم

آن تن که شود ز تیغ روزن — دوزند دگر بر جسم سوزن

[1] نقش بین قیافه شناس ۱۲ حسرت [2] چیزے خلنده مثلِ سوزن ۱۲ حسرت

چوں لالہ جبین شگفتہ می داشت — داغِ بجگر نہفتہ می داشت
می سوخت چو شمع با رُخِ زرد — در گریہ و سوز خندہ می کرد
دانا رقمش نجستہ می جست — او تختہ بآبِ دیدہ می شست
اُستاد سخن ز علم می راند — او جملہ کتابِ عشق می خواند
واں لعبتِ درمند و دل تنگ — دل دادہ بباد و ماندہ بے ننگ
با آں کہ نہشش بزیرِ گل بود[1] — سیمائے رخش گواہِ دل بود
خونِ دلش از صفائے سینہ — پیدا چو مے اندر آبگینہ
بر چہرہ ز شرم پردہ می دوخت — و آتش بدلش گرفتہ می سوخت
ہر چند کہ غنچہ بود سربست — می کرد ز بوئے خلق را مست
می سوخت چو مجمر اندروں عود — می شد بدماغِ مردماں دود
بوئے کہ ز نافہ در تگاپوست — پوشیدہ چگونہ گردد از پوست
عاشق منگر کہ داغ پوشد — کو مقنعہ بر چراغ پوشد
دستے کہ کند عبیر سائی — انگشت برد دہد گوائی
بودند بزاری آں دو غمخوار — در چنبرِ یکدگر گرفتار
می کرد دو سینہ جوش بر جوش — می رفت دو قصہ گوش در گوش
یاراں کہ بہر کنارہ بودند — دزدیدہ دراں نظارہ بودند

[1] نہشش بزیرِ گل یعنی راز خود مخفی می داشت ۱۲ ش

بینندہ بہ نقش بینی از دور — عاشق بحساب خویش مستور

ہر کس سخنے بہ پردہ می گفت — این خاک بجوں فشاندہ و رفت

این گفت فسانہ در مدارا — آن گفت حکایت آشکارا

رازے کہ ز سینہا بجوشد — آن باز کند گر این بپوشد

باشد چو خریطہ پر ز سوزن — بندی دہنش جہد ز روزن

آن لب کہ کلید شد زبانش — چون بستہ شود کشاید آتش

بر روے محیط پل توان بست — نتوان لب خلق راز بان بست

پردہ برداشتن دمہاے سرد از روے لیلی و دیدن مادر پژمردگی آن گل شگفتہ و از آن پردہ دریدگی جوش در دماغ پدرش دمیدن و دود روان کردن پدر از دو دیدہ و لیلی را چون ریحان سفالی در گوشہ محنت پاے در گل کردن

چون رفت بگوش ہر کس این راز — وز ہر طرفے بر آمد آواز

کازادہ جوانے از فلان کوے — شد شیفتہ فلان پری روے

در مکتب عشق شد غلامش — خواند شب و روز لوح نامش

مقصود وے آن بت یگانہ است — وان درس و تعلمش بہانہ است

زو ہر چہ شنیدہ یاد گیرد — تعلیم دگر بیاد گیرد

آموختنش کجا بود هوش   کاموخته می کند فراموش
زین قصه بهر دو سرائی   می رفت نهفته ماجرائی
تا گشت ز گفتگوی اوباش   بر مادر لیلی این سخن فاش
مادر ز نهیب شرم اغیار   بنشست بگوشهٔ دل افگار
زان آتش ذه زبانه ترسید   وز سرزنش زمانه ترسید
فرزند خجسته را نهانی   بنشاند ز راه مهربانی
گفت ای دل و دیدهٔ مرا نور   از روی تو باد چشم بد دور
دانی که جهان فریبناکست   آسودگیش غم و هلاکست
هر کاسه که خوان دهر دارد   پنهان بنواله زهر دارد
هر سرخ گلی که در بهاریست   در دامن او نهفته خاریست
هر نافهٔ خوش که بوی هشته است   پنهان جگری درو سرشته است
این پرده که در هوا کشیده است   بس پرده که در هوا دریده است
خامست امید نیک رایان   از عالم و عالم آشنایان
تو ساده مزاجی و تنک دل   وز نیک و بد زمانه غافل
چون اهل زمانه را وفا نیست   زایشان طلب وفا روا نیست
هان تا نه کنی عنان دل سست   کافتاده[۱] خلاص چون توان جست

۱ ای بدام افتاده ۱۲ حسرت

القصه شنیده ام که جائے / داری نظرے بر آشنائے

ترسم که چو گردد این خبر فاش / بدنام شوی میان اوباش

تا خانه نکرده بر زمین میل / انباشته به دریچهٔ سیل

آتش که بشاخ ارزن افتد / زو دار نه کشی بخرمن افتد

کم خور غم خویش تا توانی / الا غم عشق و ناتوانی

کین هر دو بلا چو سهل گیری / دیوانه شوی و یا بمیری

با این تن پاک و گوهر پاک / آلوده چرا شوی بهر خاک

جائے منشین که چون نهی پائے / تهمت زده خیزی از چنان جائے

صوفی که رود بمجلس مے / البته چکد پیاله بر وے

چون شهره شود عروس معصوم / پاکی و پلیدیش چه معلوم

آنکس که مگس زکاسهٔ اند / تا خوردن و خوردنش که داند

عشق ارچه بود بصدق و پاکی / خالی نبود ز تشنه ناکی

آوازه چو گشت در جهان عام / صرفه نه کند کسے بدشنام

گردم نه زنند کاردانان / چون باز رهی ز بدگمانان

نیک از دل نیک راز دارد / بد راز گمان که باز دارد

مادر بحدیث نیک خواهی / لیلی بهلاک و سینه کاهی

بر زانوے درد سر نهاده / لب بسته و خون دل کشاده

زاں غم کہ درون ریش می شد ... از دادنِ پند بیش می شد
با سوختگاں حدیثِ پرہیز ... روغن بود اندر آتشِ تیز
بیمار ز ہر چہ داریش باز ... لب را بہ ہماں خورش کند ساز
مادر چو شناخت کو اسیرست ... واں کن ہکشش نہ جاگیرست
تن زد ز نصیحتے کہ می گفت ... گفت آں خبر نہفتہ با جفت
بشنید پدر چو حالِ فرزند ... گم شد ز خجالت و سر افگند
فرمود کہ سرو نو بہاری ... در پردہ چو گل شود حصاری
از پردہ سخن بروں نراند ... خواند پس پردہ ہر چہ خواند
مہ را بسرائے بند کردند ... دیوار سرا بلند کردند
او ماند بکنج خانہ دل تنگ ... می داد ز گریہ خاک را رنگ
ہر نالہ کہ عاشقانہ میزد ... آتش ز لبش زبانہ میزد
شد خانہ ز آہِ آتش آلود ... چوں تربت مجرماں پر از دود
می خورد ز آہِ خود بدل خار ... می زد نفس بسینہ مسمار
گہ خاک برخ چو سایہ می رفت ... گاہے غم دل بسایہ می گفت
صبرے نہ کہ دل براہ دارد ... واندیشہ بدل نگاہ دارد
یارا نہ کہ سینہ را بکاود ... خونابۂ دل بروں تراود

له این یار انداشت که سینه را بکاود ۱۲ واش

بازیستنے چناں کہ دانی | می بود بمرگ و زندگانی
چون دیو رمیدہ حال می زیست | وز مردمِ خیال می زیست
ہر چند کہ مادر از سرِ سوز | می بود بہ نزدِ او شب و روز
زو مشعلہ چون درخشش می کرد[1] | غم را بدو نیمہ بخش می کرد
لیک آں کہ ورا ہوائے یار ست | با مادر و با پدر چہ کار ست
نے خویش[2] ز دوست باشد اولٰی | کیں جانِ عزیز باشد آں خون

خراب شدن مجنون باقوال در عشق و از مستی در پائے کوہ افتادن و خبر یافتن پدرو سوئے آں بےخبر دویدن و از آب دیدہ با دسینہ سلسلہ در پائے کردن و زنجیر گشائش پیش پا در آوردن

چون ماند پریوشِ حصاری | در حجرۂ غم بسوگواری
قیس از ہوسِ جمالِ دلبند | در درسِ ادب دوید یکچند
در گوشۂ صحن و کنجِ دیوار | می کرد سرودِ عشق تکرار
بے صرفہ ہمی شتافت چوں کور | بے رشتہ ہمی تنید چوں مور

[1] اے از دلِ لیلی چون مشعلۂ غم سے درخشید مادر نیز دریں غم شریک می شد ۱۲ حسرت [2] اقربا ۱۲ حسرت

می بست بخامشی دهن را — می داشت بحیله خویشتن را
آهی بجگر فرو دمی خورد — و الماس بسینه خورد[1] می کرد
زان ناوک غم که بی سپر بود — هردم خله‌اش درجگر بود
دزدیده سرشک دیده می ریخت — وز دیده دُرِ نچیده[2] می ریخت
بر حقهٔ لعل را ستینش — خازن نه کسی جز آستینش
زین گونه بچاره که دانست — می کرد شکیب تا توانست
چون سیل غمش رسید بر فرق — از پرده برون فتاد چون برق
بیرون شد و کرد پیرهن چاک — و افگند بتارک از زمین خاک
گریان بزمین فتاد بی تاب — بر خاک مراغه[3] کرد چون آب
برداشت ز خاک راه صحرا — چون خضر نمود میل خضرا[4]
می رفت چو باد کوه بر کوه — خلقی ز پی‌اش دوان بانبوه
هر کس ز لطافت جوانیش — می خورد فسوس زندگانیش
انیش ز درون نه پند می داد — وانش بحف گزند می داد
طفلان به نظاره سنگ در دست — اینش زد و آن شکست و او خست
با آن شغبی[5] که در گذر بود — دیوانه ز خویش بی خبر بود

(ن) (بدیع) (ایہام)

[1] خورد ریزه ریزه ۱۲ حسرت [2] در مکنون ۱۲ حسرت [3] مراغه کردن غلطیدن (برهان) ۱۲ حسرت [4] سبزه زار ۱۲ حسرت [5] شور ۱۲ حسرت

می راند ز آبِ دیده رودے — می گفت چو بلبلان سرودے
می زد ز درونِ جان دمِ سرد — زان باد چو ریگ رقص مے کرد
چون گشت یقین که مرد دل ریش — دارد سفرے دراز در پیش
زین غم همه در گزار گشتند — گریان بقبیله باز گشتند
رازش بزبانِ عام کردند — مجنونِ زمانش نام کردند
بردند خبر ز روزگارش — سوئے پدرِ بزرگوارش
گفتند ز راهِ سوگواری — کاے پیرِ ضعیف در چه کاری
کان روئے که می فشاندیش گرد — ز آسیبِ زمانه لطمه خورد
زحمت ز ولایتت بدر برد — عشقش بولایتِ دگر برد
زیبا رُخے از فلان قبیله — بستش ز دو زلف در طویله
زین بند که در گلو فگندش — مجنون کُنِ قیس گشت بندش
گر در پیئے او شوی به پرواز — باشد که هنوز یابیش باز
پیر از خبرِ چنان جگر دوز — زد نعرهٔ از درونِ پرسوز
خون از جگرِ دریده می ریخت — نے نے که جگر ز دیده می ریخت
هر جا جگرش بچشمِ تر بود — کش دل سوئے گوشهٔ جگر بود
آن دم همه چون شکر همی خورد — از بے جگری جگر همی خورد
اشکش بجگر نمک نه کم داشت — گوئی نمک و جگر بهم داشت

وان مادرِ دردمندِ پُرجوش — کان قصہ شنید گشت بیہوش

غلطید بخاک تیرہ مویاں — وان گم شدہ را بخاک جویاں

موی از سرِ ناامید می کند — مُعجر[1] ز سرِ سپید می کند

بیچارہ پدر دوید بیروں — ہمراہ سرشک و ہمدمش خوں

می رفت ز سوزِ دل شتاباں — فریاد کناں بہر بیاباں

چوں گشت بسے بدشت و کہسار — از کوہ شنید نالۂ زار

اندر پئے آں ترانہ زد گام — وافگند ز اشک بادہ در جام

دریافت حریف را چو مستاں — با زمزمۂ ہزار دستاں

می گفت در آں فراقِ خونریز — باخود غزلے جراحت انگیز

ور گردہ سرے ببانِ خارے — در دامنِ کوہ دور ز غارے

دل را بستیزہ سنگ می داد — رُخ را ز طپانچہ رنگ می داد

چوں چشم پدر فتاد بروے — نشدست ز سختیِ غمش پے

چوں سوختگاں دوید سویش — بنشست بگریہ پیش رویش

دیدش چو چراغ مُردہ بے نُور — دور از من و تو ز خویشتن دُور

چوں روے پدر بدید فرزند — لختے دلِ پارہ یافت پیوند

خم کردہ تنِ ستم رسیدہ — مالید بہ پائے پیر دیدہ

[1] چادر ۱۲ حسرت

پیر از جگر کباب گشته / رخ شسته به خونِ آب گشته
بگریست بر وجسته جانی / بوسید سرش به مهربانی
می سوخت بزاری از گزندش / می داد ز سوزِ سینه پندش
کاے شمع دل و چراغ دیده / وے میوهٔ جان و باغ دیده
با آن خردے که داشت رایت / چون رو بل اوفتاد پایت
درد که نهاد بر تو این بار / سودا که کرد با تو این کار
باد که رسید در چراغت / آه که بسینه کرد داغت
پیرانه سرم گذاشتی چهر / بر پیریِ من نیایدت مهر
بودم بگمان که گاهِ پیری / مونس شویم بدست گیری
چون بشکند این تنِ سفالین / غمخوار تو باشیم ببالین
خود گشت درین سفال پر درد / پیش از تنِ من سفالِ تو خورد
رو در که کنم؟ که در چنین سوز / روزے بشب آرم اندرین[۱] روز
دریاب که عمرِ ما سر آمد / طوفانِ اجل بسر در آمد
ز سیل طپانچه بر گلِ جام / هم حجره خراب گشت و هم بام
جنبید درائے کاروانم / هودج طلبید ساربانم
بجست زهِ کمانِ سختم / وز زلزله سست شد درختم

۱ اندرین روزگار ۱۲ حسرت

پیری ہوسِ جوانیم بُرد · مرگ آمد و زندگانیم بُرد
گرچون خلفان شوی جگرسوز · باشد خلف از برائے این روز!!
چندین نہ بس است تلخیِ دہر · دیگر چہ کنی تو عیشِ من زہر
چون کارِ جہان ست غم فروشی · تو نیز سوئے جہان[۱] چہ کوشی
شیرے کہ خراشِ پنجہ ہستش · تو دشنہ چہ می دہی بہ دستش
آتش کہ بشعلہ خوئے دارد · روغن زنیش چہ روئے دارد
گرمی گسلد زمانہ کائے · مگسل تو باختیار بارے
من خود ز زمانہ پا برہم · تو رشتہ چہ می دہی بچاہم
تنگست دلم ز موئے[۲] چندین · دل تنگیِ من مجوئے چندین
اے جانِ پدر بخانہ باز آئے · وے مرغ در آشیانہ باز آئے
بشتاب کہ تا دریں غم آباد · پیش از اجلم رسی بفریاد
زیں پس کہ بجستنم شتابی · جوئیم[۳] بسے و لے نہ یابی
وان ہا در تو کہ در نقاب ست · او ہم زغمت چو من خراب ست
زان پیش کہ دیدہ را کند ریش · محروم مدارش از رخِ خویش
زان پس چو پلک بہم نشیند · چندان کہ نمائیش نہ بیند
تشنہ کہ بمرگ می نہد پے · شربت چہ دریغ داری از وے

۱ اے در غم فروشی مددگار جہان شوی ۱۲ حسرت ۲ موئیدن گریستن ۱۲ حسرت ۳ اے مرا جوئی ۱۲ ش

مستے کہ سرش بخواب گرد — بُردہ دو سہ تا خراب گرد
مائیم دو تیرہ روز بیکس — یک دیدہ بہ چشم ما توئی بس
مپسند کہ از جمال تو دور — بے دیدہ شویم بلکہ بے نور
دانی کہ بنائے خاک سست ست — پیمانِ حیات نادرست ست
آن دزد کہ در ہوا نجندہ ست — بنیادِ بسے خزینہ کندہ ست
تا کیسۂ تو نہ کردہ خالی — شو بر سرِ نقدِ خویش حالی
نقدِ تو ہمہ بود کہ خنداں — بینی بہ جمالِ ارجمنداں
با وقتِ عزیز و عیشِ دلکش — یارانِ عزیز را کنی خوش
چون بگسلدت فلک ز خویشاں — تو خود چہ کنی کنارہ زیشاں
ہر یک نفسے کہ می رود تیز — پیکے ست سوئے اجل سبک خیز
آن را کہ چنیں شتاب خوانند — چون زیں آمدنش بخواب مانند
زینساں نفسے بجہل مشمر — عمر ست نہ باد سہل مشمر
آن تحفہ کہ قیمت ست جانش — ضایع چہ کنی بہ رائگانش
آخر پدرِ توام نہ اغیار — بیگانہ چنیں مشو بہ یک بار
بیمار اگرچہ دردناک ست — بیمار پرست در ہلاک ست
زاں جا کہ یکے ست خون و پیوند — مرگِ پدر ست رنج فرزند
زا زردنِ دست و پا توان زیست — زا زارِ جگر کجا توان زیست

چون تیشه کند بکارش آهنگ — رنجیده تر از گهر بود سنگ

زانست شتر ز بار نالان — کان بار شتر کشد نه پالان

زان غم که تو پستی از شمارش — نی بر تو که بر منست بارش

این جائے نہ جائے تست برخیز — وین کار نہ کارِ تست بگریز

گیرم که ز غم زبون توان بود — بے خانہ و جائے چون توان بود

گر زانِ منی از آنِ من باش — ورنه به مرادِ خویشتن باش

هر چند که عشق جمله دردست — نی رو شکنِ سلاحِ مردست

لیکن مشو آن چنان زبون نیز — کاتش چو درون زنی برون نیز

مرد ارچه بسوزدش همه تن — دودے نه دهد برون ز روزن

سستی ست بلطمه پست گشتن — وز جامِ نخست مست گشتن

گر واقعه چند سینه سوزست — مردی ز پئے کدام روزست

مسپار بدستِ دیو تن را — گرد آر عنانِ خویشتن را

صبر از پئے روزِ درد دوری ست — ورنه همه وقت خود صبوری ست

سرمایه بیافت سهل چیزست — نایافته در جهان عزیزست

زین غم همه گر مراد یارست — غم هیچ مخور که در کنارست

گر بر مه آسمان نهی هوش — کوشم که رسانمت در آغوش

آن مه که دلت از و خراب ست — لیلی ست نه آخر آفتاب ست

ننشینم تا بچاره ور اے
با او بنشانمت بہ یکجاے

لیکن نہ کنی چو دیو را بند
وے را نہ شوی سزاے پیوند

ایں دیو دگی[1] رها کن از خوے
هر دم شو و راهِ مردمی جوے

تا بو کہ ز عونِ بخت پر نور
همخوابہ شود فرشتہ با حور

مجنوں چو نویدِ کام بشنود
بنشست ز مغزش اندکے دود

با پیر بہ شرم گفت گریاں
کاے ز آتشِ من دلِ تو بریاں

از من بہ من ارچہ یک گزندست
دانم کہ ترا هزار چندست

لیکن چہ کنم کہ نفسِ خود کام
از حیلہ و دم نمی شود رام

بر دل کہ بہ نازکی لطیف ست
اندیشہ موکّلے عنیف[2] ست

کوشم کہ بہ جهد گاه و بے گاه
در خود نہ دهم خیال را راه

باز افگند آسمانِ نیلی
در چنبر ایں غمم بہ سیلی[3]

خودگیر[4] کہ از بلا گریزم
از بندِ قضا کجا گریزم

بیچاره وجودِ سست تدبیر
هر غلطیست بریسمانِ تقدیر

نامرده ز رشتہ جستن نتواں
ویں رشتہ بجهد گسستن نتواں

آں روز کہ بودم از غم آزاد
می بود براے خود دلم شاد

---

[1] دیوانگی و وحشت ۱۲ حسرت [2] عنیف سخت ۱۲ ش
[3] سیلی بر وزنِ فیلی آنست کہ انگشتانِ دست را راست کنند و هم چسپانیده تیغ وار بر گردنِ مجرم زنند و ایں کہ طپانچہ را سیلی گویند غلطست برهان، حسرت [4] خود گیر۔ فرض کن ۱۲ ش

واکنوں که نه برقرار خویشم　　این هم نه باختیار خویشم
کس را برا او[1] ره نیفتد　　هر دم بهوس بچه نیفتد
دستے گل اگر بخندهٔ خوش　　چندان نگریستی در آتش
انگشت[2] سیاه را چه چاره　　از سوختنِ هزار باره
چوں عقدهٔ شادی ست مشکل　　هم بر غمِ خویشتن نهم دل
در بادیه تشنهٔ جگر تاب　　از دیدهٔ خویشتن خورد آب
اشتر که ز خود تهی شدش کاز[3]　　خورده ز گلوے خود خورد باز
گیرم همه خلق راحت الفنج　　مجبور بود به بردنِ رنج
پروانهٔ شمع را که فرمود　　کو از تنِ خود بر آورد دود
چوں هر کسے از براے کاریست　　زاندیشه بروں دگر شماریست
آں کآفتِ آسماں نداند　　داند چو در آں شکنجه ماند
توسن که نه گردد از دوش رام　　هم رام شود ز ذلت سر انجام
گر کار بدستِ خویش بودے　　کارِ همه خلق بیش بودے
چوں نیست بهر دم انچه باید　　تسلیم شدم بهر چه آید
تا یاری جاں بقا لبم هست　　جاں بدهم و یار ندهم از دست
یا همسرِ او شوم چو افسر　　یا در سرِ کارِ او کنم سر

[1] اے کسے راهِ خود بالقصد غارت نمی کند ۱۲ حسرت [2] زغال، کوئله ۱۲ حسرت
[3] کاز خانه که از نے و علف سازند (غیاث و برهان) هندی جهونپڑی ۱۲ حسرت

هان اے پدرِ من و سرِ من من گوہرِ تو تو افسرِ من
زین گونہ کہ بہرِ من دو دیدی آزردہ شدی و رنج دیدی
غمخوار کسیم فکند از زیست ور تو نہ خوری غمم دگر کیست
زین غم چو مرا قرار برتست غم زانِ من ست و بار برتست
بارے کہ نشست بر دلِ ریش بر داشتنی ست لابُد از پیش
دردِ دلِ خستہ را دوا کن وان وعدہ کہ کردۂ وفا کن
پذرفت پدر کہ سخت کوشد کالا خرد و درم فرد شد
پوید بدرِ طبیب چندان کز درد رہند دردمندان
آن چارہ کند کہ تا تواند دیوانہ بہ ماہِ نو رساند
مجنون بو شیفتے چنان جُست شد با پدر و رضاے او جُست
باہم دو ستمکشِ زمانہ رفتند ز دشت سوے خانہ

تنقیہ کردن پدر دماغِ مجنون را بداروے تلخِ نصیحت و از لفظ دربار و شیرینیِ زبان مفرّحِ سوداے او ساختن

گویندہ حکایت آن چنان کرد کان خستہ چو با پدر روان کرد
آمد بسراے خویش رنجور نزدیک بمرگ و از خرد دور

مادر چو بدید حال فرزند / بگسست ز درد بندش از بند

بوسید چو مادران سرش را / تر کرد بگریه پیکرش را

گه جامه درید بهر سامانش / گه از قره دوخت چاک دامانش

گریان نفسی برکشیدش / پس جامهٔ پاره برکشیدش

نشست از نم دیدگان نخستش / وز مشک و گلاب باز شستش

وانگاه تنش چو نقش جامه / آراست بجبه و عمامه

زین لابه گری چو باز پرداخت / گرمی سوی مطبخ و خورش تاخت

آورد ز راه مهربانی / مادر ز پختنی چنانکه دانی

می اندکس ز روی خوانش / می‌داد نواله در دهانش

مجنون که درونه پر ز غم داشت / زاندیشه کجا بسر شکم داشت

می خورد ز بهر روی مادر / نی لقمه که شعله‌های آذر[1]

چون خورد بقدر زیستن خورد[2] / مادر سر سفره را بهم کرد

در پیش نشست و زار بگریست / گفتا که به است مرگ ازین زیست

تا زاده شد از عدم وجودم / رنجی ز جهان نیازمودم

دولت همه عمر آن چنان داشت / کم زاندهٔ دهر بر کران داشت

آزادم داشت بخت فیروز / ز آسیب زمانه تا به امروز

---

۱ آذر: آتش ۱۲ حسرت ۲ خورد بمعنی طعام (غیاث) ۱۲ حسرت

واکنوں کہ دمید صبح پیری — کافوری گشت زلف قیری[1]
بالائے چو تیر شد کمانم — وآمد بتزلزل استخوانم
مپسند کہ در چنیں زمانے — سوزد بنگشت گسستہ جانے
بارے کہ گہے نبردم آں بار — خود گوئے کہ چوں برم بیکبار
رنداں کہ برند بر ہوا سنگ — افزوں نہ کنند جز بپا سنگ[2]
گاوے کہ پرستدش دل آرام — گوسالہ حسن بُرد بر بام
بہ گر نہ نہی اگر توانی — بر من ستمے بدیں گرانی
زیں واقعہ ار رہی بہ تمیز — زیں بار دریر و ارہید نیز
واری بخرد در رونہ برجائے — بیروں نہ نہی زعافیت پائے
مردانہ برآر پائے از گل — بندی بخدائے خویشتن دل
تا بو کہ بصبر فرخ انجام — از کام[3] روا برآیدت کام
کانجا کہ بود شکستگیہا — صبر است کلید بستگیہا
دُرے کہ نشایدش نشان یافت — در دُرج صبوریش تواں یافت
کارے کہ بہ صبر برکشایند — بار دگرش گرہ نہ داوند
ما ہم ز پیت چناں کہ دانیم — جہدے بکنیم تا توانیم

[1] قیر، سیاہ ۱۲ حسرت
[2] اے اندک اندک ۱۲ حسرت
[3] اے از کام روا کنندہ ۱۲ حسرت

مجنون ز درونه پر آذر — بگریست بدرد پیش مادر
گفت ای گهرِ مرا خزینه — پرورده مرا چو جان بسینه
ای کرده بلند پستیِ من — پیدا از تو گشته هستیِ من
یارب که ز بخت شادمان باش — وز غم همه عمر در امان باش
پندِ تو که عافیت ز پندست — چون دارو ئے تلخ سودمندست
لیکن چو ببرد دیوم از هوش — دیوانه به پند کے نهد گوش
یا نقد مرا بدامن آرید — یا دست ز دامنم بدارید
مادر چو شناخت سرِ کارش — کز دست شده است اختیارش
غمخوارهٔ او شد از سرِ درد — می سوخت ز درد و غم همی خورد
روزے دو سه برگِ[۱] کارِ او ساخت — واسبابِ عروسیش بپرداخت
پس گفت به پیر خانه تا زود — پیرانه دود ز بهرِ مقصود

رفتن پدرِ مجنون بخواستگاریِ لیلیٰ

پیر از دلِ دردمند برخاست — اشتر طلبید و محمل آراست
از اهلِ قبیله مهترے چند — گشتند بهم ز خویش و پیوند
رفتند ز بهرِ خواستگاری — در خانهٔ لعبتِ حصاری
آمد پدرش بمردمی پیش — زاندازه نمود مردمی بیش

[۱] برگ قصد و عزم و التفات نیز ساز و سامان (برهان) یعنی دو سه روز سرانجام کار او کرد و اسبابِ عروسیش مهیا ساخت ۱۲ حسرت

از راهِ کرم برسمِ تازی — بنشست به میهمان نوازی

خوانے بکشید مهترانه — پر نعمت و نزلِ بیکرانه

چون سفره زپیش برگرفتند — عیشے به نشاط در گرفتند

با یک دگر از طریقِ کارے — می رفت سخن ز هر شمارے

هر جعبه[1] چو تیر خود بر انداخت — جویائے غرض غرض در انداخت

در جلوهٔ آن عروسِ نوخیز — می کرد عبارتے شکر ریز

کایزد چو بنائے دهر پرداخت — هر طائفه جفت جفت در ساخت

زین رو همه را بزندگانی — از جفت گزیر نیست دانی

چون هست چنین امیدواریم — کامیدِ خود از درت برآریم

ناسفته دُرت که در خزینه ست — مانند صفا در آبگینه ست

گوئی بزبانِ خود که بے گفت[2] — با گوهرِ پاکِ من شود جفت

قیسِ[3] هنری که در زمانه — هست از همه در هنر یگانه

گر سینه بمهرِ او کنی گرم — دامادیِ او نیاردت شرم

این قصه که کرد میزبان گوش — از بس خجلی بماند خاموش

برخود قدرے چو مار پیچید — وان گه بجواب دُر بسنجید

---

[1] جعبه، ترکش غرض، نشانه و مطلوب و مقصود ۱۲ ش و حسرت [2] بے گفت - بے قال و قیل ۱۲ حسرت
[3] قیس هنری نامِ مجنون مولانا نظامی فرماید- ع چون شرطِ هنر تمام کردند + قیسِ هنریش نام کردند
جائے دیگر گوید ع قیسِ هنری به علم خواندن ۱۲ حسرت

گفتا چه کنم که میہمانی ——— ورنه کنم آن سزا که دانی
هر نکته گزان کسے بر نجد ——— رنجیده شود کسے که سنجد
گفتے که نه آن زداد باشد ——— پیمودنِ باد و بادٌ باشد
تیرے که نه بر ہدف گراید ——— آن به که ز جعبه بر نیاید
شخصے که ز نفسِ نا سرانجام ——— مارا لقبیله کرد بد نام
دیوانه و مست و لاابالی ——— وز مردمی زمانه خالی
از بے ننگی فتاده در ننگ ——— وز بے سنگی بخوردنِ سنگ
خلق از خبرش بخانه و در ——— انگشت بگوش و دست بر سر
زین گونه حریفِ ناخردمند ——— در خورد کجا بود به پیوند
حورے به ششتنبه [2] داد نتوان ——— لولو بوحل نهاد نتوان
خود گیر که ما بدست پیشی ——— جستیم رضائے تو بخویشی
آشفته که حالِ خود نداند ——— تیمار عروس کے تواند
بر دے که کفایتش بسے نیست ——— نیروی تعهدِ کسے نیست
در دیو دلان [3] توان نباشد ——— در دیو [4] چه استخوان نباشد
باشد چو زرے نستونِ خانه ——— ناخفته به اندرونِ خانه

[1] ناہیچ (برہان) ۱۲ حسرت [2] ستنبه بکسرِ اوّل بر وزن شکنبه صورتے را نیز گفته اند که از غایت کراہت و زشتی طبع از دیدنش رمان و ہراسان باشد (برہان) ۱۲ حسرت [3] دیو دل سیاه دل و بے رحم (برہان) ۱۲ حسرت [4] جونک (برہان) ۱۲ حسرت

آن زه که نشد کمانش از کار / دیوک[1] زندش به روئے دیوار
مرغے که شتر شده است نامش / بارست چو پائے ناتمامش
مردانه توانش نام کردن / کو بار کسے کشد بگردن
به گر نهی به پرده اش وئے / کِش غم تو خوری و او بُوَد شوئے
وان که بجدائی خداوند / از صدقِ عقیده خورد سوگند
(۱۱/۹۰) کین در نشود گشاده تا دیر / گر کارِ زبان رسد بشمشیر
جوینده لعبتے چو خورشید / شد باز بسوئے خانه نومید
آهسته بگوشِ پیرزن گفت / کین سوخته طاق ماند و بی جفت
کم خازنِ آن خزینهٔ سیم / از آهنِ تیر می کند بیم
گر کار رفتے بزور بازو / زین سوئے سبک بُدے ترازو
آن چاره که نے ببازوی ماست / زاقبالِ قوی ترے شود راست
نتوان ستدن ز پنجه ورخت / الّا که بزور بازوے سخت
آن دنبه که گرگ ازان کند توش[2] / کے گنجد در دهانِ خرگوش
هُدهُد که بسر و پاشه را تاج / شاهین کشد از کفش نه دُرّاج
گنجے که گرفت شحنه در چنگ / سالار ستاندش نه سرهنگ

[1] بر وزن زیرک جانورے ست که چوب عمارت و پشمینه و آنچه در زمین افتد بخورد و ضائع کند (برهان) یعنی دیمک ۱۲ حسرت
[2] توانائی و قوّت و خوراک بقدر حاجت (برهان) ۱۲ حسرت

شمشیر کشیدن نوفل بجهت مجنون در سواد لیلی و کوکب آراستن و در قتالِ مردمانِ حی بسعی تمام کوشش نمودن

خوانندهٔ حرفِ آشنائی	زین گونه کند سخن سرائی
کان پیرِ جگر کباب گشته	وز بادهٔ غم خراب گشته
چون شد ز درِ عروس نومید	شد خستهٔ آن گزند جاوید
شد در پیِ آن که تا چه سازد	کان عاشقِ خسته را نوازد
کرد آنچه ز چاره کردنی بود	نامد بکفش کلیدِ مقصود
چون از طرفی نیافت یاری	بر میر قبیله شد بزاری
نوفل ملکی بُد آدمی خوی	آزادهٔ و مهربان و دلجوی
از کشمکشِ دلِ ستمگار	در سلسلهٔ بتی گرفتار
هم زحمتِ عاشقی کشیده	هم شربتِ عاشقی چشیده
افسانهٔ قیس کآتش افروخت	هر لحظه همی شنید و می سوخت
چون حالتِ پیر دید حالی	کرد از بد و نیک خانه خالی
بنواخت بلطف و راز پرسید	وان قصه که داشت باز پرسید
پیر از جگر شکایت اندود	دم بر زد و گرد خانه پردود
چون کار فتادگان بزاری	جست از پیِ آن امید یاری

او خود غمِ او ز پیش دانست
وان مصلحت آنِ خویش دانست

قاصد طلبید و داد پیغام
سوئے پدرِ بتِ گل اندام

کاندیشہ آن کند کہ بے گفت
دیوانہ بماہِ نو شود جفت

گر گفتِ و گر بود درین زیر[1]
گویم سخن از زبان شمشیر

شد پیک و پیام داد در حال
تا شد شنوندہ بر دگر حال

بکشاد زبان چو آتشِ تیز
پس گفت جوابِ آتش انگیز

کاندازہ گرا بود درین راز
کز پردۂ ما بر آرد آواز

زہرہ بسلام کس نیاید
مہ نیز بدامِ کس نیاید

باید چو عطاردے کہ جاوید
پروانہ شود بشمع خورشید

دیوے کہ بود ز حاضران دور
کش جفت[2] کند فرشتہ یا حور

کارے کہ ز نسبتش جدایست
کوشیدنِ آن نہ نیک رایست

کرباسِ تو گرچہ دلپذیر است
پیوند حریر با حریر است

مینا کہ بسلکِ دُر کشی راست
از بہرِ صلاحِ چشمِ بد راست

گر مہتر ماست نوفلِ گرد
مہتر نہ کند ستیزہ با خرد

زان گونہ زبون نہ ایم ما نیز
کارزد گلِ با نرخِ کشنیز

افتد چو درونِ پردہ کارے
جان کیست دران میانہ بارے

---

[1] مقابل بم ۱۲ حسرت
[2] یعنی او را کدام کس (کہ اش) با فرشتہ یا حور جفت کند ۱۲ حسرت

چندان غم جان و تن توان خورد | کز پرده سخن برون توان کرد
فرمانده اگر بدین بهانه | ما را به بدی کند نشانه
ما نیز بکوششش صوابش | معذور بویم در جوابش
پیک آمده باز داد پاسخ | نوفل ز غضب شد آتشین رخ
لشکر طلبید و بارگی خواست | بیرون ز قبیله شد صف آراست
خویشان صنم چو آن شنیدند | مجموع یکیں برون دویدند
گشت از دو طرف روانه شمشیر | آویخت بجمله شیر با شیر
هر تیغ زنے به خنجر و خشت[۱] | سرها همه می درود و می کشت
می کرد سنان بچشم باریک | جاسوسی سینهاے تاریک
وان تیر که خون حلال می کرد | نی را بجگر نهال می کرد
ابروے کمان کرشمه انگیز | ناوک بکشش چو غمزه تیز
پیکان که جگر شگاف می کرد | می داد[۲] زبان و دل همی خورد
شمشیر کشیده هر دلیرے | نوفل بمیان چو تند شیرے
بر رسم عرب بجهد و ناورد[۳] | می کرد ستیزه مرد با مرد
مرگ آمده جان ز سینه می رفت | بر نغمه تیر پائے می کوفت
هر سو که فگند تیغ فولاد | گرد از سر مرد گردن آزاد

---

[۱] خشت نیزهٔ کوچک (برهان) ۱۲ حسرت [۲] می خلید ۱۲ حسرت
[۳] جنگ و پیکار (برهان) ۱۲ حسرت

زان کینه که بی دریغ میرفت / یک هفته دو رویه تیغ میرفت
خلقی سوی لعبت حصاری / تنگ آمده زان ستیزه کاری
ق
گفتند باتفاق پیران / در سوخته به که خانه ویران
چون فتنهٔ او برون زد این تاب / آن به که کنیم فتنه در خواب
خیزیم سبک ز خونِ لیلی / در خاک روان کنیم سیلی
آفت ز جهان چو گشت گمنام / غوغا ز دو سوی گیرد آرام
هم رخنهٔ فتنه بسته گردد / هم دل ز گزند رسته گردد
هم سکهٔ[1] مجنون اندرین راز / بدسوختهٔ درونه پرواز
آمد سوی آن ستم رسیده / نالید ز جانِ غم رسیده
رمزی که شنیده بود بنهفت / بگریست نخست بعد از آن گفت
مجنون که از آن خبر شد آگاه / بر زد ز درونِ دل یکی آه
بر میر سپه دوید جوشان / چون سیل که در رسد خروشان
بگرفت عنانِ مرکبش سخت / می سوخت ز خامکاری بخت
گفت ای همه مرهم تو آزار / باز آر دل از ستیزه باز آر
کان دست که او ستاین رنج / مانده است ازین شغب بلا سنج
گویند ز غصه مهترانش / کاهسته کنیم بر کرانش

[1] همه روده هم از ۱۲ حسرت

یعنی چو وی از جهان برافتد | این مشعله از میان برافتد
هان تا نشوی کنون کمان گیر | تا در نرسد بجان من تیر
تیری چه زنی که بر من آید | بر جان ز دریچهٔ تن آید
بر خصم بکش بکینه جوئی | تیغی که بخونِ دوست شوئی
آن نیزه مزن به دشمنان بیش | کز وی دلِ دوستان کنی ریش
چون جامهٔ بختِ من کبودست | از کوششِ مردمان چه سودست
ادبار فرو شده به کارم | اقبالِ ترا چه رنجه دارم
روزِ بدِ من مراست از پس | تو گردی از آنِ خویشتن بس
نوفل چو شنید گفتِ مجنون | بگشاد ز دیده چشمهٔ خون
لابد به نیام کرد شمشیر | در بیشهٔ خویش رفت چون شیر
در گوشهٔ غم نشست نالان | از حالتِ قیس دست مالان
از هر که حدیثِ او شنیدی | آهی به دریغ برکشیدی
آنکه آدمی ست و آدمی زیست | داند که گزند آدمی چیست
حیوانِ دگر که بی شمارند | از درد کسی خبر ندارند

مهمان خواندن مجنون زاغان را در خانهٔ خشم تا مردمان فتنه انگیز را بکاو کاو از خانه بیرون کنند

دانندهٔ این حکایت نغز | از پوست چنین برون دهد مغز

کان روز که نوفلِ سپهدار — بربست میان بعزمِ پیکار
چندان به زمین فتاد مردم — کاندر تهِ کشته[1] شد زمین گم
چون کوکبهٔ مصاف بشکست — هر خسته که رسته بود می جست[2]
خلقے ز دو سوئے خستهٔ و ریش — رفتند بسوئے خانهٔ خویش
ماندند برآں بساطِ ناورد — مجنون و یکے رفیق و همدرد
دیوانه که جائے دید خالی — برجست چو دیو لااُبالی
رخساره ز خونِ کشتگاں شُست — هم در صفِ کشته خوابگه جُست
اُفتاد چناں میانِ خوں غرق — کز کشته نه بود تا بدو فرق
ق
چوں ماند فتاده بر زمیں دیر — تشنه جگرے ز جانِ خود سیر
مرغاں که باوج مے پریدند — گستاخ بسوئے او دویدند
زاغے بسرش نشسته خونخوار — در دیده کشی کشیده منقار[3]
واں یار ز دوراں اسیرِ بے صبر — می دید و همی گریست چوں ابر
چوں کرد نگاه مردِ هُشیار — کاں چشم ز سرمه بند آزار
شد برسرآں خرابِ خونی — تا داخر دشش ازاں زبونی
پرّنده هوا گرفت چوں دود — واں سوخته خاست آتش آلود

ف۱ زمیں زیر انبار کشتگاں بپوشید ۱۲ ش
ف۲ می جست = می تپید ۱۲ ش
ف۳ مراد منقارِ زاغ به مناسبت سیاهی میلِ سرمه ۱۲ حسرت

زد نعره که این چه دوستداریست / آزردن دوستان نه یاریست
چون دیده بدشمنی دلم خست / از دشمن خانه چون توان رست
چندان بنظاره کرده شادم / کاندر غم کوریش فتادم
امروز که اتفاق آن بود / کان کین کهن برون کشم زود
ای دست به من کجا فتادی / کین دشمن را خلاص دادی
نی دیده که آفتیست در پوست / این آفت من ز دیدن اوست
زین شرم که روی یار دیده است / دستم ز گزندش آرمیده است
بے قصد من از غیب جائے / می شد ز سرم چنین بلائے
گر نیست سیاستے دگرگون / کم زان که کنم ز خانه بیرون
یارب که ترا چه آرزو بود / کوشش به زیان من درین سود
دیده چه بدے اگر نبودے / چه دیده که کاش سر نبودے
جان در سر این جریده کردم / سر در سر کار دیده کردم
کو دشمن دست دے بنگر / تا سر دهمش و دیده بر سر
اے دشمن اگر بکشتن آئی / تا تیغ بخونم آزمائی
چشمم بکن اوّل ار توانی / گر سر ببری آن گہے توانی
کافتاد چو فرق بر زمینم / رسوائی چشم خود نه بینم
زینسان بہ عتاب تلخ لختے / می خورد جگر چو شور بختے

وآن مرد سره[۱] که بود یارش — حیران شده در طریق کارش
زان شیوه که حالتی عجب دید — بگریست گهی گهی بخندید
گفت ای گهرت بمردمی پاک — وز بهر تو صد هزار دل چاک (۵۰)
گر تو ز حیات سیر گشتی — در کشتن خود دلیر گشتی
آن را که بود سر وفائے — چون بیند رنج آشنائے
آن دیو بود نه آدمی زاد — کز اندہ دیگرے شود شاد
با آن که ز دیده رنج بودت — چشم آن چه نمودنی نمودت
گر دیده بصد جفا کنی ریش — معذور بوی و لے ببیندیش
کان وز که رو برو نشینی — رویش به کدام دیده بینی
مجنون که شنید نام دیدار — گشتش بهزار جان خریدار
از وجد برقص شد چو مستان — زو زمزمه چون هزار دستان
زان قصه بدبهیر بر انگیخت — می گفت وز دیده اشک می‌ریخت
از گفت خوش چو وقت خوش گشت — بر داشت ز بے خودی رہ دشت
او رفت چو باد بے سر و پائے — همره بشگفت ماند بر جائے
آمد بسوئے قبیله نالان — زان مرغ پریده دست مالان
گریان بهزار وائے و ویلے — شد تا بدر سرائے لیلی

[۱] سره خالص ۱۲ ش

لیلی که شنید نالهٔ زار / بر کرد چو ماه سر ز دیوار

گفتا که تو کیستی بدین روز / وین گریه چرا کنی بدین سوز

رنجیده منم درین جهان بس / وین کارِ منست چون کند کس

تو ناله مکن که خسته مائیم / تن زن[1] تو که دل شکسته مائیم

آن یارِ عزیز مهرپرور / چون دیده در آن فشانهٔ در — ق

گفتا منم آشنائے یارت / دارم خبرے ز دوستدارت

لیلی که شنید دوست را نام / غلطان بدر آمد از سرِ بام

بوسید بصد نیاز پایش / پرسید به لطفِ جان فزایش

گفت اے سخنت برین نکوئی / از بهرِ خدا که راست گوئی

کان گم شده را چگونه دیدی / وز صحبتِ او چرا رمیدی

روز از تفِ آفتاب چونست / شبهاش نه دیده خواب چونست

دل را بغم که مے سپارد / غم را به رخ که مے گذارد

پایش ز رحیل در چه سنگست / رویش ز سرشک بر چه رنگست

اندیشه چیست در گمانش / افسانهٔ کیست بر زبانش

رنجه چه شوی برائے آن یار / گریه چه کنی برائے این کار

او یارِ منست یارِ تو نیست / وین کارِ منست کارِ تو نیست

[1] تن زن اے قرار گیر ۱۲ حسرت

مردِ گذری زسوزِ آن گفت
از دیده دُر و زلب گهر سفت

گفتا که مریض سیلِ اندوه
کان لاله خوش ست برسرِ کوه

امروز برزمگاهِ نوفل
شد در صفِ کشتگان مسلسل

چون مُردهٔ او فتاده بیهوش
با کشته و مُرده شد هم آغوش

چشمے که نهاد از غمش داغ
می کرد زغصه طعمهٔ زاغ

این سوخته گر نیامدے زود
آن زاغ زیانِ چشمِ او بود

چون کرد عروسِ پرنیان پوش
آزارِ دو چشمِ یار در گوش

خائید بدر دلعل چون قند
ناخن زد و روئی و موئی برکند

پس بازکشاد چشم را پشت
تا دیده برون کشد به انگشت

چون دید عقوبتِ چنان را
طاقت برمید میهمان را

زد دست و گرفت آستینش
اُفتاد به پائے نازنینش

گفت اے پری این چه کارِ دیو ست
تن زن که فرشته در غریو ست

یارے که تو زو بدین خطائی
دارد چو من و تو روشنائی

او را چو دو مردم ست پر نُور
تو نیز مشو ز مردمی دُور

روزے که رسد نوید دیدار
با دوست دو دیده چون کنی چار

بینندهٔ دوست را مکن ریش
شرمے هم ازان دو دیدهٔ خویش

وان گه بدو دیده خورد سوگند
وان کس که بدیده دار پیوند

کان گوهرِ پاک ناشکسته است / وان دیده ز چشم زخم رسته است
لیلی چو شنید پیش و کم راز / آمد قدری به خویشتن باز
جانش ز شکنجهٔ بلا رست / شمعش ز طپانچهٔ صبا رست
از شادیِ آن سخن که بگذشت / گردِ سرِ آن رفیق می‌گشت
شرمنده شد از حقِ وفایش / غلطید بعذر زیرِ پایش
از سوزِ دلش بسی دعا کرد / وانگه ز برِ خودش جدا کرد

در از شدنِ ظلمِ گیسوی لیلی بر مجنون و زنده داشتنِ مجنون شبهای فراق را بخیالِ لیلی و روشن شدنِ مهرِ نوفل در آفاق و تیرگیِ روزِ مجنون و لرزیدنِ پدرِ پیرِ مجنون از دمهای سردِ پیرِ سوادی سوی گرم مهری نوفل گریختن و گرم روی کردنِ آن مهربان بنتِ خود را که ذرهٔ حیا آفتابی بود سایه پرورد با مجنون بر یک اختر قران دادن و محترق شدنِ ستارهٔ مجنون ولیلی از استقامت رجعت کردن

توقیع کشِ مثالِ این حرف / در نامه سخن چنین کند صرف
کان سوختهٔ خراب سینه / او زنگ نشینِ بی‌خزینه

از نوفلیاں چو بے غرض ماند — لختے ز فراق در مرض ماند
چوں پیکرش از نشانِ سُستی — آمد قدرے بہ تندرستی
باز از وطن و خرد بروں جست — زنجیر برید و بند بشکست
می گشت بگرد کوہ و صحرا — چوں خضر بروضہاے خضرا
نے دل خوش و نے خرد فراہم — دیوانہ و دیو ہمرہ و باہم
ہجرش زدہ تیر بر نشانہ — غم یافتہ مرگ را بہانہ
یاراں بتاسف از چناں یار — خویشاں متحیر از چنیں کار
او دشت گرفتہ زار و دلریش — دشمن بملامت از پس و پیش
روبہ کہ تباک نمونہ باشد — در پیشِ سگاں چگونہ باشد
گوئی کہ فتد بجا لگہ پیش — حالش بچہ ساں بود بیندیش
بومے کہ بروز جنبد از باغ — کلمرغ شود ز سیلی زاغ
مسکیں پدرش بچارہ سازی — چوں شمع بخویشتن گدازی
در ہر طرفے بدرد پویاں — درمانِ غریب خویش جویاں
ہر جا کہ نشست زار بگریست — بے گریۂ زار در جہاں کیست
واں مادرِ خستۂ جگر سوز — شب رنگ شدہ ز بختِ بدروز
روزِ طربش بشب رسیدہ — خونِ جگرش بلب رسیدہ

۱؎ جولاں گاہ ۱۲ حسرت

۲۴۷۳

خستہ جگر و مژہ جگر بار — وز بے جگری ہمہ جگر خوار
دردے کہ ز گوشۂ جگر خاست — از بے جگری ہمہ جگر کاست
روزے ز زبانِ رہست بازی — در گوشِ پدر رسید رازی
کز مہر و وفائے آں یگانہ — کاندر ہمہ دہر شد فسانہ
زاں گونہ شدہ است نوفلش دوست — کاں دل شدہ مغز گشت و او پوست
گوید کہ اگر دل آیدش باز — من دخترِ خودش دہم بصد ناز
پیر از خبرِ چناں دل آمیز — برسوختہ شد چو آتشِ تیز[1]
دیدش سر و تن ز سنگ خستہ — چہرہ دژم[2] و جبیں شکستہ
پیراہنِ پارہ پارہ چوں گل — خونابہ چکاں ز دیدہ چوں مُل
از تفِ ہوا چو دود گشتہ — پشتش ز زمیں کبود گشتہ
اوّل ز دو دیدہ سیلِ خوں ریخت — وانگہ نمک از جگر بروں ریخت
کاے چشمِ من و چراغِ دیدہ — تو از من و من ز خود رمیدہ
دارم دلِ خستہ درد پرورد — درمانِ غمم توئی دریں درد
در خانہ خلف چراغ باشد — نے از پئے سینہ داغ باشد
دانستہ بُدم کہ روزِ پیری — گرد آوریم بدستگیری
اینم نہ گماں کہ بختِ ناشاد — خارِ خسکم دہد ز شمشاد

۱؎ اے نزد مجنون سوختہ رفت ۱۲ حسرت ۲؎ دژم، افسردہ و غمگیں (برہان) ۱۲ حسرت

تو دشت گرفته زار و بیحال ‌ ‌ ‌ مسکین دل ما درت بدنبال
زین گونه که از تو در بلائیم ‌ ‌ ‌ دیوانهٔ تو نیستی که مائیم
دریاب که عزم کوچ کردم ‌ ‌ ‌ نزدیک شد آفتاب زردم
زان پیش که بارگی کنم جست ‌ ‌ ‌ در جستنِ من عنان مکن سست
انگار گلِ تر از خزان برد ‌ ‌ ‌ وان هم نفسے که داشتی مُرد
زین گونه مده بدیو خود را ‌ ‌ ‌ بگذار زمام دیو دد را
یارے که نیایدت در آغوش ‌ ‌ ‌ آن به که کنی ز دل فراموش
شاخے که برش نه زود باشد ‌ ‌ ‌ هیزم بود ار چه عود باشد
بیدار نه دهد ز میوه مایه ‌ ‌ ‌ ق ‌ ‌ ‌ بارے بودش فراخ سایه
تو شاخ رسیده گشتی و تر ‌ ‌ ‌ نے سایه به ما دهی و نے بر
گر حفت شدے علاقهٔ[1] دُر ‌ ‌ ‌ باشد که نه بودے این تحیر
چون عشق بدل بود صواب ست ‌ ‌ ‌ مه در شب تیره آفتاب ست
نوفل که به مهتری ست منسوب ‌ ‌ ‌ دارد پس پرده دخترے خوب
در گلشن حسن سروِ چالاک ‌ ‌ ‌ چون قطرهٔ آب آسمان پاک
خورشید رُخے خدیجه نامش ‌ ‌ ‌ (زوجه) ‌ ‌ ‌ پرورده بعصمتِ تمامش
جوئنده و لیک از تکبر ‌ ‌ ‌ در رشتهٔ کس نه بندد آن دُر

[1] علاقه رشته سلک ۱۲ منه

زان رسم وفا که در تو دیده است / پیوند ترا بجان خریده است
در دل همه صحبت تو جوید / وز شرم بروی کس نه گوید
پرسد خبر تو گاه و بیگاه / هم معتقد است و هم نکوخواه
گر سر به رضای ما کنی راست / آن خواسته زان تست بخواست
هم مادر امید خاص یابد / هم جان پدر خلاص یابد
در خود زنی از خلاف تیری / بیجان شده گیر زال و پیری
گفتیم به تو غم نهانی / اما سخن دگر تو دانی
دیوانه که این حدیث بشنید / دیوانگیش ز سر[1] بجنبید
می خواست که از درون پر سوز / گردد بخلاف پاسخ اندوز
لیکن چو فسون پیر بد چست / گرد از دم سخت او درست
گویند که بود آن جفاکار / با مادر و با پدر وفادار
در خدمت هر دو کام ناکام / از خط رضا برون نزد گام
در پای پدر فتاد فرزند / گفت ای دم تو مرا زبان بند
با آن که خرد ز من عنان تافت / از رای تو روی چون توان تافت
گر دل شد از آن یار چالاک / پرورده تست آخر این خاک
با این حق نعمتی که داری / واجب نه بود حرام خواری

[1] ز سر = از سر نو - یعنی دیوانگیش زیاده شد ۱۲ ش

این ست چو خواهشِ الٰهی — تن در دادم بهرچه خواهی

مادر پدر را ازچنان جوابی — بر آتشِ دل زدند آبی

رفتند ز خانه بامدادان — سوئے پدرِ عروس شادان

بستند کمر بجست وجوئے — کردند بہ پردہ گفت وگوئے

نوفل که بخاطر این هوس داشت — پیش آمد و پاسِ آن نفس داشت

گشتند دو دل رمیده بهم باز — رفتند بسوئے خانه خرّم

بردند طرائفِ[1] عروسی — بغدادی و مغربی و روسی

صدگونه نوردِ مهترانه — وردائے[2] عروس زیبِ خانه

اسبابِ نشاط و مایهٔ سور[3] — شهد و شکر و گلاب و کافور

از گوهر و زر چنان که شاید — وز عود و قرنفل آنچه باید

نوفل که ازان خبر شد آگاه — شد با همه نزل بر سرِ راه

آراست بر آن نمط که دانی — روزِ دو سه برگِ میهمانی

اشرافِ قبیله را طلب کرد — عالم به نشاط پُر طرب کرد

دامادِ عزیز را درون خواند — در پیشگهِ بساط بنشاند

بنشست فقیه عیسوی دم — بنیادِ نکاح کرد محکم

---

[1] طرائف تحائف ١٢ ش [2] وردا چیزے ضروری و مایحتاج (برہان) ١٢ حسرت

[3] سور خوشی ١٢ ش

هر محتشمی و نامداری   می کرد لقب زِ خود نثاری
چون نافه کشاد گیسوئے شام   مہ جلوه کناں بر آمد از بام
از طوقِ زر و علاقهٔ دُر   شد گردن و گوشِ آسمان پُر
از روئے عروس پرده بر شد   داماد به پرده خاص تر شد
در حجلهٔ لعبتانِ آزر   بنشست فرازِ کرسیِ زر
آمد بنوائے خوش آہنگ   بر چرخ رسید نالهٔ چنگ
شد جلوه نمایتِ حصاری   چون گل به نسیمِ نوبهاری
نازک بدنی چو دُرِّ مکنون   مجنون کُنِ صد هزار مجنون
هر کس بهوس نگاه میکرد   مجنون میدید و آه میکرد
هر کس صفتِ جمال میگفت   مجنون سخن از خیال میگفت
هر کس گهر خریده می ریخت   مجنون ز سرشکِ دیده می ریخت
هر کس بطرب بکارِ خود بود   مجنون بهوائے یارِ خود بود
هر کس شمعی به سوز برداشت   مجنون همه سوز در جگر داشت
هر کس بطریقِ دوستداری   می خواند دعائے سازواری
او قصهٔ جانِ ریشِ می خواند   وافسونِ خلاصِ خویش میخواند
می کرد به سینه یاد دلخواه   می شست بگریه دست ازان ماه
بیرون خوش و از درون نه دلتنگ   تن حاضر و دل هزار فرسنگ

چوں حنظل تر ز ذوق بے بهر
بیروں تر و تازه اندروں زهر

می خواند و اِن یکاد[1] هر کس
او سورهٔ نوح و تبّت[2] و بس

مطرب ز طرب ترانه می زد
او نالهٔ عاشقانه می زد

از همنفسے که دل نفور ست
عفریت نماید ار چه حور ست

لوزینه که ساز وار جان ست
بر معدهٔ پُر خوری زیان ست

سیراب که شربتش چشانی
زهرش بود آب زندگانی

مفلس که بکشت خوشه چین ست
خار و خسکش گل انگبین ست

چوں کرد عروس جلوهٔ حور
در پردهٔ مهد گشت مستور

بردند گهر فشاں براهش
زانجا به طرب سرای شاهش

در پردهٔ عصمتش نشاندند
صد هدیه بد امنش فشاندند

چوں شد گه آں که خرم و شاد
همخوابه شوند سرو و شمشاد

مه در پئے آنکه کے شود جفت
دیوانه ز ماهِ نو برآشفت

از تختِ شهی سبک فرو جست
بر روئے زمیں چو خاک شد پست

از بسکه گریست سینه پرتاب
شد نقشِ بساط شسته زاں آب

دیوانه بدردِ خود گرفتار
حیراں شده ماهِ نو دراں کار

[1] آیهٔ قرآن که برائے دفع نظر بد خوانند ۱۲ حسرت
[2] سورهٔ نوح و تبت شان جلالی دارد ۱۲ اشش

نے او ہمہ شب غنودہ از سوز
نے لعبتِ نو ز بختِ بدروز

شب گیر[ل] کہ ابرِ نو بہاری
بگریست چو عاشقاں بزاری

از باغ نسیمِ صبح می جست
کاں مرغ رمیدہ دام بگسست

ہر شخص فسردہ درید جامہ
ہم کفش گذاشت ہم عمامہ

بر بوئے گلے کہ بود یارش
دامن نہ گرفت ہیچ خارش

بر نجد شدہ طواف مے کرد
با خاطرِ خود مصاف مے کرد

سوزاں غزلے کہ دل کند ریش
می خواند بہ حسبِ حالتِ خویش

در پیشِ خیال نالہ میکرد
وز خونِ جگر نوالہ میکرد

مادر کہ شنید قصۂ دوشش
سوئے پدرش دوید بیہوش

ناخن زدہ چہرہ غرقِ خوں کرد
دامن ز سرشک لالہ گوں کرد

بیچارہ پدر ز پا در افتاد
ہم شیشہ شکست و ہم خر افتاد

آسیبِ زمانہ چوں در آید
از شاخ سمن خسک بر آید

گفتند موافقان و خویشاں
زیں واقعہ جملہ دل پریشاں

از ہر ستمے کہ در سرشت ست
از نامۂ روزگار زشت ست

دورانِ بلا چو در رسد تنگ
دیوانہ بکودکاں زند سنگ

اندیشہ کہ گم کند ہوس را
یارب کہ مباد ہیچ کس را

ل شب گیر بروزنِ تکبیر بمعنی صبح و سحرگاہ (برہان) ۱۲ حسرت

شنیدن لیلی آوازهٔ وفات زوج مجنون و از آن حرارت سوختن و به آب تدبیر فرستادن نامه فرونشاندن آن آتش

گوینده این کهن فسانه — زان شعله چنین کشد زبانه
کان شمع نهان گداز شب خیز — پروانه صفت بر آتش تیز
چون یافت خبر که یار برگشت — و اندیشهٔ دل قفای سر گشت
روزی دو سه در ز خلق دربست — وز خون دلش زمین جگر بست
نزدیک بمردن از دم سرد — نی رغبت خواب و نی غم خورد
آن را که دل از شکیب فرد است — از شب تا روز یار درد است
غمناک به پیچ و تاب باشد — بی غم همه شب بخواب باشد
از تافتگیست رشته را پیچ — کس تاب نه دید پنبه را هیچ
او خود غم عشق داشت برکار — شد با غم عشق غیرتش یار
کبکی که شکسته بال باشد — شاهین زندش چه حال باشد
چون رخنه فتد به بام خانه — برابر سیه نهد بهانه
بیمار که تپ مدام دارد — طاعون زندش چه طاقت آرد
چون غمزده را دران تحیّر — از خوردن غم درونه شد پر

بس کاندهِ سینه شد فزونش / از دل به دهن رسید خونش
تیمارِ دلش بجان نگنجید / جان خود چه که در جهان نگنجید
شد در پیِ آن که دل بکاود / وز غم قدری برون تراود
کاغذ طلبید و خامه برداشت / ترتیبِ سوادِ نامه برداشت
سودای جگر بنامه می ریخت / خونابه ز نوکِ خامه می ریخت
کاغذ چو تمام شد نوردش / از خونِ دو دیده مهر کردش
وانگه طلبید قاصدی چست / کز باد به تک حریف می جست
دادش که رسان به آن خرابش / باز آرد به من رسان جوابش
قاصد شد و آن صحیفه را برد / وآن جا که سپردنی است بسپرد
مجنون که شنید نامهٔ دوست / می خواست برون فتادن از پوست
برجست و به پای قاصد افتاد / چون شاخِ بنفشه در رهِ باد
گرد از قدمش بدیده می رفت / بر گریهٔ خویش پای می کوفت
زان لوله چو غنچه بیاسود / بگشاد نوردِ نامه را زود
دید از قلمِ جراحت انگیز / در دوده سرشتهٔ آتشِ تیز

نامه نوشتن لیلی از دردِ دل سوی مجنون و ماجرای دل و دیدهٔ آن آشنا عرض کردن

آغاز صحیفهٔ معانی / بر نامِ خدای آسمانی

خلّاقِ جهان به بے نیازی | فیاضِ کرم بکار سازی
بر پائے کنِ بلند و پستی | پروانه دهِ برات هستی
بر دامنِ گُل نسیم گستر | در حملِ صدف یتیم پرور (ن: بحر)
دل گشته از و خزینه را | هم خازن و هم خزینه پرداز
آن را که هدایتے رساند | حدِ که بود که وا ستاند
وان را که کند ز روشنی دُور | آن کیست که باز بخشدش نور
وانگه ز خراش سینهٔ خویش | خون نابه فشاند از دلِ ریش
کین نامه که هست چون نگار | از دل شده بے بیقرار
یعنی ز منِ ستم رسیده | نزدیکِ تو اے ز من بُریده
اے عاشقِ دُور مانده چونی؟ | وے شمع ز نور مانده چونی؟ (ن: دون)
چونست سرت ببالشِ خاک؟ | خونی از رُخ تو که می کند پاک؟
از من بکه مے بری حکایت؟ | با خود ز چه مے کنی شکایت؟
روزت دانم که شب نشانست | شبهائے فراق بر چسانست؟
گریه بره که مے کنی ساز؟ | دیده برُخ که مے کنی باز؟
در گوشِ که ناله میرسانی؟ | دریائے که قطره میچکانی؟
بازارِ تو در کدام سویست؟ | سیلابِ تو در کدام جویست؟
همدردِ تو زین غمِ نهان کیست؟ | غمناک تر از تو در جهان کیست؟

جایت بکدام خاکدانست؟ | رویت بکدام آستانست؟
تکیه بدرِ که میکنی خواست؟ | بالین ترا که میکند راست؟
زنجیر[1] برِ کدام کوئی | مجنونِ کدام خوب روئی؟
جانت که هزار داغ دارد | تسکین بکدام باغ دارد؟
جسمت که برُوے خاک خفته است | از نوکِ کدام خار سفته است
پشتِ تو به بسترِ ذلیلان | چون ست بسایهٔ مغیلان؟
غم را به چه شغل می شماری | شب را به چه روز می گذاری
تا ظن نه بری که من صبورم | نزدیکِ توام اگرچه دورم
غمناک مشو کم از تو غم نیست | بر سنگ هنوز شیشه کم نیست
در دستِ من ست گرچه حالی | من نیز نیم ز درد خالی
شمعے که بر آتش ست تا روز | پروانه کُشش ست و خویشتن سوز
آبے که بغرق می کشد فرق | او هم بمغاک می شود غرق
چون عشق دلم ز دست بر بود | دل دادنِ[2] کس کجا کند سود
چون ز آتشِ تیز پرنیان سوخت | از سوزن و رشته کے توان سوخت
چون دل ز حصار گشت خندان | پیوند نشد بآب[3] دندان
بگداخت ز سوزِ دل وجودم | وز اوجِ فلک گذشت دودم

[1] مُراد اسیر و پابند ۱۲ حسرت [2] دل دادن تسلّی دادن ۱۲ اشش
[3] لعابِ لب ۱۲ اشش

تو گرچه ز عشق تنگ تاری | بارے قدمِ فراخ داری
گر پیش روان شوی و گر پس | دستے نزند بدامنت کس
مسکین منِ مستمندِ بندی | موقوفِ سرائے دردمندی
خو کرده بگوشهٔ ندامت | زندانیِ درد تا قیامت
پروردهٔ غم شدست جانم | فرسودهٔ محنت استخوانم
تا بسترِ تو زمین شنیدم | من نیز همان زمین گزیدم
گر حلّه برآری از حریرم | بینی همه نسخهٔ حصیرم
چون سایه رو و براه با من | فرقے نه کنی ز سایه تا من
گنجِ تو زمایه گشت دریاب | خورشیدِ تو سایه گشت دریاب
گر هست ترا یقین مرا نیست | در هستیِ خود که هست یا نیست
گفتم به یگانگی چنان چیست | کین هستیِ من ز هستیِ تست
هر خار که پائے تو کند ریش | من از دلِ خود برون کنم نیش
هر تاب که بر تو ز آفتابست | سوزش همه بر منِ خرابست
هر آبله کافتدت برفتار | از دیدهٔ من ترا ود آزار
هر سنگ که پهلوے تو خستست | اینک تنِ من از آن شکستست
هر کوه که جائے تست غارش | بر جان و دلِ من است بارش
هر باد که از رهِ تو خیزد | در دیدهٔ من غبار بیزد

من بی تو چنین بغم نشسته — از هر که بجز تو روی بسته

تنهائی و گوشهٔ و دردی — وز آبِ دو دیده آبخوردی

مشغول بدین شکنجهٔ درد — کان گم شده را کجاست ناورد

وان سینهٔ بی فراغ چون ست — زندانیِ بی چراغ چون ست

ای خار چو پهلوش کنی ریش — از آتشِ آهِ من بیندیش

ای گرد چو بر تنش نشینی — بارانِ سرشکِ ما ببینی

روای دم سردِ من براهش — خاشاک بچین ز تکیه گاهش

اینم نه گمان که یارِ دلسوز — شبها بوصال می کند روز

در کوی دگر همی زند گام — با یار دگر همی کشد جام

گر یارِ نو آمدت در آغوش — از یارِ کهن مکن فراموش

بیگانه مشو چنین به یکبار — آخر حقِ صحبتی نگهدار

گر باده و گر خمار بودیم — روزی من و تو نه یار بودیم

گر لاله و سرو در شمار ست — آخر خس و خار هم بکار ست

گیرم که تراست لعل در چنگ — مشکن بدکانِ شیشه گر سنگ

گر تو خوشی از همای دیدن — نتوان سرِ ماکیان بریدن

گو آن نفسِ وفا شمردن — در کشمکشِ نیاز مردن

گفتی سخنی ز دوست داری — پس روی بتافتی زیاری

دیدی که معرض هلاکم — چون باد برون شدی ز خاکم
بیگانه صفت حرام کردی — بیگانگیِ تمام کردی
بسیار مئے جفا چشیدی — بیخوابی و بیدلی کشیدی
اکنون که بوصل خفته‌ئی شاد — بیخوابهٔ تو مبارکت باد
بختِ من اگر ز من شد آزاد — آن را که رسید یار او باد
با این همه دوستدار و یارم — با یارِ تو نیز دوستدارم
او گرچه که دشمنیست در پوست — از دوستیت گرفتمش دوست
ممکن نبود چو بر عدو زور — شوریده بجانم ار کنم شور
چشمی که کند ستیزه با خار — بندد رهِ روشنی به مسمار
آن یار که دوست داشت یارم — دشمن بوم ار نه دوستدارم
گر تو نه کنی بمهر یادم — از تربیتِ غمِ تو شادم
آن کس که زند ز عاشقی دم — از خوردنِ غم کجا خورد غم
آتش زده مرا بخرمن — ترسم که کنی گله هم از من
سیلی که زند طپانچه بر سنگ — خود ناله زنان رود بفرسنگ
چون باز کشی ز دست دامن — بازیچه شوی ز گفتِ دشمن
عشق از تو مگر غبارِ خود رفت — سگ آزرده همی شوی ز هر گفت
مرغی که بشاخ دل نه بندد — طیره[1] شود ار گلی بخندد

[1] طیره بروزنِ خیره - خجل و خجالت و آزردگی (برهان) ۱۲ حسرت

نگشاید این دل ز بو نم | کز گریه گره شده است خونم
بگذشت چو زهر من ز تریاک | تو دیر رسی که من شدم خاک
درد تو رفیق جان من باد | همخوابهٔ خاکدان من باد
چون خوانده شد این ورق تمامی | دل سوخته پخته شد ز خامی
غلطید میان خاک لختی | چون بازدهٔ کهن درختی
پس قاصد نامه را بفرمود | کارد قلمی و کاغذی زود
قاصد بسوی قبیله شد است | وآورد دو سیر دانچه او خواست
دیوانه ز راز پرده برداشت | می ریخت غمی که در جگر داشت
اوّل بگه قلم گذاری | کرد از سر خستگی و زاری

جواب نوشتن مجنون مرفوع القلم از سیاهی آب تاک دیده نامهٔ جراحت لیلیٰ را و ریشهای سربسته از نوک قلم خاریدن و خون سوخته بر ورق چکانیدن

آغاز سخن بنام شاهی | کار است چو چرخ بارگاهی
خورشید فروز انجم آرای | بنیاد کن عقل معرفت زای
سازندهٔ گوهر شب افروز | روزی دهِ جانور شب و روز

دیباچه کشائے باغ دلستان — گویا کنِ بلبلان بدستان
برتر زنشانه گاه فرہنگ — نزدیک شکستگانِ دل تنگ
در مکتب کن صحیفه پیوند — پرکن بکنِ جهان خداوند
صنع[1] از کلِمِ قضاش طرفے — حم[2] ز حمدِ او دو حرفے
زان صنع که کائنات چیزی ست — ملکِ ازل و ابد پشیزی ست
زین[3] گونه ز نافه پوست کنده — پس بوئے جگر برون فگنده
کین قصهٔ محنت از غمینے — بر سیمبرے و نازنینے
یعنی زمنِ خراب و رنجور — نزدیکِ تو اے ز مردمی دور

زمن تبه

بگذر ز منِ عتاب[4] روزی — چندم بعتابِ تلخ سوزی
من خود ز زمانه در ہلاکم — تو نیز مکش بخون و خاکم
اکنون که ز دست شد عنانم — از طعنه چه میزنی سنانم
با تو بدلم دگر نگنجد — حقا که خیال در نگنجد
باد ار چه گل آردم ز کوئت — گل نگرم از برائے رویت
خواہم شبِ تیره با تو شینم[5] — تا سایه برابرت نه بینم

[1] یعنی عالم مصنوعات از قضائے ربّانی که محیط ہمه چیز ست جزو قلیل ست ۱۲ حسرت [2] حامیم مراد از حم سورهٔ قرآن ۱۲ حسرت [3] یعنی اوّل مشک حمد افشاند پس از ان حالِ دلِ پرخون نوشت ۱۲ حسرت [4] عتاب روزی آنکه عتاب را روزیِ او کرده باشند پس معنیِ بیت این باشد که از من که عتاب را بخش و نصیبم کرده اند بگذر، مرا تا چند بعتابِ تلخ خواہی سوخت ۱۲ حمید [5] شینم مخفف نشینم و سایه در شبِ تیره محسوس نمیشود ۱۲ ش

با غیر چه کار تا تو هستی
در قبله خطاست بت پرستی

عشق از دو صنم بود عنان تاب
چون دین ز توجه دو محراب

جان رفته ز سینه دیر شد دیر
نبود به یکی میان دو شمشیر

در سینهٔ من که می کند سیر
اندیشهٔ تست نی غم غیر

نیلوفر تر که تازه روی ست
از چشمهٔ خور نه ز آب جوی ست

یکدل ز تو شد غبار هر کو
بهر دگری دل دگر کو

غیر تو و پس درین دل گم
یک دیده و انگهی دو مردم

تا یکسر مو بود بجایت
موئی نه کشم سر از هوایت

تا در سر شمع نور باشد
پروانه کجا صبور باشد

نزدیک بمردنم ز دوری
دور از تو و انگهی صبوری

اینجا من و دلستانم آنجاست
آنجاست دلم که جانم آنجاست

من تنگ دلم تو در دل تنگ
صحبت دو مکن بمنزل تنگ

آن را که دو یار در دل آید
تنگ نیست دل فراخ باید

گر گرد سپهر بی طریقم
تهمت زدهٔ دگر رفیقم

نی خواهش دل مرا بدان داشت
کز قبله به بت نظر توان داشت

بنشاند مرا چنین برآدر
حکم پدر و رضای مادر

مهری که بسینه داشت رو هم
بر روی پدر چگونه گویم

آں یار کہ جز تو در کنار ست — سروست مرا درختِ خارست
گر گل[1] بودم بدیدہ یا خار — اولیٰ تر ازاں کہ روئے آں یار
دعوائے وفا کنم کہ یارم — پس از تو بجز تو چشم دارم
چشمت[2] چو کند بروئے من ناز — در روئے تو دیدہ چوں کنم باز
بادام دو مغز در یکے پوست — از غایتِ سخت[3] چشمیِ اوست
زاں مہ کہ چو شب رمیدم از نور — جز یک نظرش ندیدم از دور
ہر چند بعقد بود جفتم — نادیدہ رخش طلاق گفتم
گر بود نظر بدل فروزی — دیدارِ تو ام مباد روزی
در سر نکنم دولی ہمہ گاہ — گر سر دو کنی بہ تیغ کیں خواہ
مومن بوفا دو روئے نبود — ور ہست یگانہ[4] گوئے نبود
بر من چہ کشی بخشم شمشیر — من خود شدہ ام ز جانِ خود سیر
بے قیمت و قدر و خوار و کاہاں — چوں مرکبِ کورِ پادشاہاں
بیدار برائے آخریں خواب — چوں اشترِ عیدگاہِ قصاب
امروز کہ من بدیں خراشم — تو نیز مزن بُد[5]ور باشم
جاں کز تو رمید زخمِ غم خورد — تن نیز دریں شکنجہ خم خورد

[1] گل بمعنی اخگر آتش ۱۲ حسرت [2] یعنی چوں دل بدیگرے دہم وقتیکہ تو روبرو شوم و چشم تو بروئے من ناز کند در روئے تو دیدہ چوں باز کنم ۱۲ حسرت [3] سخت چشم شوخ و بیحیا (بہار عجم) ۱۲ حسرت [4] یگانہ گوئی موحّد ۱۲ حسرت [5] بائے زائدہ ۱۲ حسرت

آن دل که کشند ز دوست دامن — ناچار خورد قفاے دشمن

یارے که برد ز صحبتِ یار — منظوم شود بسلک اغیار

در کوے تو دل که بوے جان یافت — گم گشت چنانکه کم توان یافت

گر باز بیابم آن دلِ گم — ندهم بهمه اسنگهی بمردم

جانے ست بموے تو گرفتار — خواهیش به بند خواه بگذار

مرغے که قفس بریخت از تن — بیهوده بود قفس شکستن

گر جان ز پے رحیل شد چیست — غم نیست که جانِ من غمت هست

جان حیف بود بهاے این غم — آخر غمِ تست چون زنم کم

هر جا که کنم نشست با تست — چون در نگرم غمِ تو آنجاست

شبها ز غمت بسوزِ من کیست — من دانم و شب که روزِ من چیست

همسایه نخفت ز آهِ سختم — وز خوابِ ابد نخاست بختم

خوابم نه اگر ز یادِ ما هے — یابم ز خیال تکیه گاهے

در خواب چو دامنِ تو گیرم — بیدار شوم ولے بمیرم

خفتن چو بجز چنین ندانم — می ترسم از آن که خفته مانم

فریاد که دل وبالِ من شد — رسوائی من جمالِ من شد

بر خاکِ درِ تو سنگسارم — ور سنگ طلب کنی ندارم

کم زدن حقیر و فرومایه شمردن (بهار عجم) ۱۲ حسرت

بیں برتنِ من نشان خاشاک — چوں ہندسہ بہ تختۂ[1] خاک
پشتم کہ رقم ہزار دارد — چوں دل زخراشِ خار دارد
از خار ہرا کبود ی تن — گوئی زدہ اند جملہ سوزن
پہلوئے بنفش من نگر چیست — چوں ابروئے وسمہ کردہ لیست
چوں تن بفراق اسیر باشد — خار و خسکش حریر باشد
با رنج خودم چناں خوش افتاد — کز راحتِ کس نیایدم یاد
اشتر کہ بخار خوے دارد — حلوا دہیش چہ روئے دارد
آں مرغ چہ ترسد از بطانہ[2] — کو خار خورد بجائے دانہ
من دور ز تو غبار در چشم — نے نے غلطم کہ خار در چشم
تو پائے زخارِ من نگہ دار — دامن زغبارِ من نگہ دار
گر تیغ زنی بر آستانم — من بندہ بہ دوستی ہمانم
از من بجہاں چناں رمیدی — کز کوئے وفا عناں کشیدی
تو فارغ و دل بسے فغاں زد — ہر ماہ طپانچہ چوں تواں زد
آسودہ کہ با فراغِ دل زیست — او کے داند کہ سوزِ دل چیست
باغے کہ خزاں نہ دیدہ باشد — برگ و گلش آرمیدہ باشد
یارے کہ دلش ز مہر پاک ست — او را ز گزندِ من چہ باک ست

[1] منجمان رانختہ حساب می باشد کہ براں خاک انداختہ نقوش حساب طالع درست کنند (غیاث) ۱۲ حسرت
[2] بطانہ اندرون شکم و سینہ (غیاث) ۱۲ حسرت

ترکے کہ بر آہوا فگند تیر ‌ ‌ ‌ خوشدل شود از ہلاکِ نخچیر

شاہیں کہ دہد کلنگ را خم ‌ ‌ ‌ از رنجِ دلش کجا خورد غم

برداشتہ ام ز خویشتن دل ‌ ‌ ‌ بسم اللہ اگر کنند بسمل

چوں بر سرِ گنج پاس دارم ‌ ‌ ‌ از تیغ چرا ہراس دارم

شب رو[1] کہ برد زبانہ نور ‌ ‌ ‌ جلاد بدشنہ ہست معذور

بر کشتنِ من چو کامگاری ‌ ‌ ‌ مردار شدن چرا گذاری

میشے کہ ز جاں فتد بتاپاک ‌ ‌ ‌ ہم تیغ شباں سرش برد پاک

شد سوختہ جانِ ناشکیبم ‌ ‌ ‌ تا کے بزباں دہی فریبم

بس ابر کہ تند سر بر آرد ‌ ‌ ‌ آواز دہد و لے نبارد

دلہا بستیزہ خست نتواں ‌ ‌ ‌ قارورہ[2] برہ شکست نتواں

بر بے گنہ آں کہ شد ستم سنج ‌ ‌ ‌ آخر بود از ندامتش رنج

آں گرگ بود نہ آدمی زاد ‌ ‌ ‌ کز خوردنِ خوں مے شود شاد

(آدمی)

دزدے کہ بتابِ رشتہ پیوست[3] ‌ ‌ ‌ نالد بفسوس دست بر دست

فریاد کہ خوردیم ہمہ خوں ‌ ‌ ‌ زیں فتنہ خلاص چوں بود چوں

زنجیر گسستن ست کارم ‌ ‌ ‌ موئے ز تو بگسلم نیارم

---

۱ شب رو عیار و طرار (مصطلحات وارستہ) ۱۲ حسرت ۲ قارورہ شیشہ ۱۲ ش

۳ اے گرفتار شد ۱۲ حسرت

گیرم ندهی ز وصل بویم | کم[1] ز آنکه نگه کنی بسویم
بردار ز مطرح هلاکم | افتاده رها مکن بخاکم
چون ثبت شد آن چه بود پنهان | وان نامه در رشد به پایان
تاریخ فراق پادرش[2] کرد | عنوان ز سرشک سرش کرد
بسپرد بقاصد سبک سیر | تا بستد و بر پرید چون طیر
برد آن ورق و بنازنین داد | غنچه بکنار یاسمین داد
چون نامه بدید ماه بی صبر | از نومیدی گریست چون ابر
بکشاد و بخواندش و بسنجید | در هر ورقی بدرد پیچید
از پوزش عذر بیکرانش | تسکین تمام یافت جانش
از خواندن نامه چون بپرداخت | تعویذ گلوی خویشتن ساخت

عزیمت دوستان جانی سوی مجنون و ورا از دیولاخ کوه بافسون در حلقهٔ مردمان درآوردن و سایه گرفتن او از درختان سایه دار و چون باد سوی باغ دویدن و آهنگ مرغان باغ کردن و با بلبلان نالان گل بانگ زدن

چون نافه کشاد باد نوروز | بشگفت بهار عالم افروز

[1] ای کم از ان مباش که نگاهی سوی من کنی ١٢ حسرت [2] ای در پاش کرد و پاینش نوشت ١٢ حسرت

ابر از صدفِ سپہر یکسیر ۔۔۔ در گوشِ بنفشہ ریخت گوہر
سرو از علمِ بلند پایہ[۱] ۔۔۔ بر فرقِ سمن فگند سایہ
از شبنمِ گوہرین شمائل ۔۔۔ آراست گلوئے گل حمائل
غنچہ بدر آمد از شبستاں ۔۔۔ پُر شیر شدش ز ابر پستاں
بید از سرِ خنجرِ گہر دار ۔۔۔ شد بر سرِ یاسمین گہربار
نازک تنِ لالۂ دل افروز ۔۔۔ لرزندہ شد از نسیم نوروز
با شاہدِ دستے خجستہ ناماں ۔۔۔ گشتند بہر چمن خراماں
ہر کس بعزیمتِ تماشا ۔۔۔ مجنونِ دلِ رمیدہ حاشا[۲]
ہر کس شدہ در کنارِ آبے ۔۔۔ مجنونِ خراب در خرابے
ہر کس صنمے چو گل در آغوش ۔۔۔ مجنونِ رمیدہ خار بر دوش
ہر کس بسوئے چمن شتاباں ۔۔۔ مجنونِ رمیدہ در بیاباں
ہر باد کہ از بہارش آمد ۔۔۔ بگریست کہ بوئے یارش آمد
ہر گل کہ شگفتہ دید بر خاک ۔۔۔ کرد از غمِ دوست پیرہن چاک
یک روز در آنچنیں بہارے ۔۔۔ می گشت بگردِ چشمہ سارے
با خود بہزار جاں گدازی ۔۔۔ می گفت انشیدِ عشق بازی
پیرامنِ او ز خویش و پیوند ۔۔۔ حاضر نہ کسے مگر دوسے چند

۱ جوہر دار ۱۲ حسرت ۲ یعنی حاشا کہ میل تماشا کند ۱۲ حسرت

آن کس که بدشت و کوه خو کرد … زو اُنس نشاید آرزو کرد
آہو که خورد بدشت خاشاک … باشد چو بخانه نزد او خاک
مرغے که ز سبزه داشت مفرش … زندانِ قفس کجا کند خوش
مردے که گرفت میلِ صحرا … در خانه بری رود بصحرا
او بود و غمے و بادِ سردے … گرد و ور پدید گشت گردے
یارِ دو سہ محرمانِ ردش … خونابه[1] دائی روے زردش
بودند بکوه و دشت پویاں … واں گم شده را بجا کجویاں
صحرا چو غبارے نوشتند … تا بر سرِ خلوتش گذشتند
در کوچ[2] گہش جمازه راندند … وز دور جمازه را نشاندند
رفتند پیاده پیشِ مجنوں … ریزاں ز دو دیده دُرِّ مکنوں
دیدند بگوشهٔ خرابے … غولے بکنارهٔ سرابے
زنجیر ز ہمدماں گسسته … در حلقهٔ دام و دو نشسته
از دامنِ پاره خاک می بیخت … وز دیده دُرِ سرشک می ریخت
گفتند که اے رفیق چونی … در خونِ جگر غریق چونی
آخر چه شدی که وا رمیدی … وز صحبتِ دوستاں بریدی
خو باز گرفتی از ہمه کس … با شیر و گوزن ساختی بس

[1] خونابه زدائے خون صاف کننده ۱۲ حسرت [2] اے به مقامش ـ چه کوچ بمعنی خانه کوچ ہم است که زن و فرزند و عیال باشد (برہان) ۱۲ و جغد را ہم گفته اند که در ویرانه آشیاں کند دریں صورت کوچ گہ ویرانه و خرابه باشد ۱۲ حسرت

زنیسان نبرند آشنائی
مردم نہ کند چنین جدائی

ہر جنس ز مردم و دو و دام
در صحبتِ جنس گیرد آرام

قمری کہ نوائے عشق سنجد
با زاغ نشانیش برنجد

بوم آید سوئے بومِ منحوس
طاؤس بجلوہ گاہِ طاؤس

تو مردمِ دانشی ز حد بیش
چون ست کہ با ددان شدی خویش

برخیز کہ گل شگوفہ نو کرد
دلہا بہ نشاطِ مے گرو کرد

وقتِ چمن ست و بوستاں ہم
ما منتظریم و دوستاں ہم

امروز اگر دمے چو یاراں
باشی بمراد دوستداراں

گلگشتِ چمن کنیم چوں باد
باشیم بروئے یکدگر شاد

بینی رخِ دوستانِ جانی
بے دوست مباد زندگانی

مجنوں ز دو دیدہ آب بکشاد
وانگہ گرہ از جواب بکشاد

گفت ای شب و روزِ تاں ہمہ سو (شنا ۱۲)
باد اشبِ تاں ز روز من دو

من کز عمل جہاں شدم فرد
بازم بجہاں چہ جائے ناورد[1]

ویرانہ من اگرچہ زشت ست
چوں خوے گرفتہ ام بہشت ست

زاں گونہ ببانگِ بوم شادم
کز بلبلِ مست نیست یادم

در دستِ چناں خوش ست خارم
کز باغِ کساں خبر ندارم

[1] ناورد بمعنی جدال و پیکار (برہان) ۱۲ حسرت

غولے که بدشت خو پذیرد | در باغ برش[1] جا نه گیرد
آن را که خیالِ یار باشد | با سرو و گلش چه کار باشد
بگذر که چمن چو یارِ من نیست | وان گل که مراست در چمن نیست
یاران ز چنان جوابِ دلدوز | راندند بسے سرشک جانسوز
گفتند که اے نشانهٔ درد | زندانِ دلت خزانهٔ درد
شک نیست که روے یار دیدن | خوشتر ز گل و بهار دیدن
لیکن گل[2] تو که رشکِ باغ ست | او نیز در آن چمن چراغ ست
گر گه که دلش بگیرد[3] از کاخ | جان تازه کند بسبزه و شاخ
هر جا که بنفشهٔ بروید | از قامتِ تو فسانه گوید
هر خار که دید جان بکاود | و اندوهِ ترا برون تراود
هر فاخته که برکشد آه | از سوزِ غمت زند علے[4] الله
آید بچمن چو نازنینان | با همنفسان و همنشینان
ایشان همه با نشاط و همرنگ | او گوشه گرفته با دلِ تنگ
برخیز یکے ز بختِ روشن | بینی گلِ تازه را بگلشن
مجنون که شنید نامِ مقصود | برشد ز دلش بر آسمان دود
باهمنفسان ز جائے برخاست | بر ناقه نشست و محمل آراست

[1] اگر او را در باغ بری قیام نکند ۱۲ ش [2] مراد از لیلیٰ ۱۲ ش [3] دل گرفته شود ۱۲ ش
[4] فریاد (غیاث) ۱۲ حسرت

رفتند از آن حنا بہ پویاں — در جلوہ گہِ نشاط جویاں
یارانِ عزیز در چمن گاہ — بودند نشستہ چشم در راہ
دیدند چو روئے عاشقِ مست — گشتند ز رفق بر زمین پست
در خدمتِ آں عزیزِ دلریش — کردند نثا شتے ز حد بیش
گرد از رُخِ نازکش فشاندند — در صدرِ تنعّمش نشاندند
ہر کس ز دلِ رمیدہ ترساں — می کرد نوازشِ دگرساں
یاراں بہ نشاطِ عیش سازی — او با دلِ خود بعشق بازی
ایشاں بشرابِ دوستگانی[1] — مجنون و سرشکِ ارغوانی
او دل بولایتِ دگر داشت — نے از خود و نے ز کس خبر داشت
نہ رنجہ شد و نہ گشت خشنود — کاز زار و نوازشش یکے بود
مطرب غزلے کشیدہ دلکش — مجنوں بہ نشید خویشتن خوش
ہر نالہ کہ زد ز جانِ ناشاد — ہر کس کہ شنید کرد فریاد
چوں جوشِ دلش بفرق شد بر — یکبار ز خویش بے خبر شد
از حلقۂ دوستاں بدر جست — زنجیر بُرید و بند بگسست
می رفت و لے بتاب گشتہ — ناخوردہ قدح خراب گشتہ
دیوانہ و مست و عاشقِ زار — با ایں سہ حریف چوں بود کار

[1] شرابِ دوستگانی شرابے کہ بہ یادِ دوستاں خورند (برہان) ۱۲ حسرت

یارے کہ گرفت دامنش تفت[1] / دامانش بدست باد و او رفت
آنان کہ رہ وفا نوشتند / رفتند تگے و باز گشتند
او سایہ بُرید زین چمنہا / سوئے چمنے کشید تنہا
بنشست بزیر زاد[2] سروے / چون در پر طوطی تدروے
در لالہ و گل نظارہ مے کرد / جان ابشکیب چارہ مے کرد
دید از سر شاخ بلبلِ مست / در جستنِ صوتِ خویش می جست
دل در غم گل بخار می سفت / بر یادِ چمن سرود می گفت
مجنون ز نشاطِ آن ترانہ / چرخے بنمود عاشقانہ
مرغ از سرِ سوز در مقالت / مجنون بہ بیانِ وجد و حالت
چون دید نشانِ آشنائی / داد اندہِ سینہ را روائی
گفت اے ز شرابِ عاشقی مست / با غمزدگان بنالہ ہمدست
سازت کہ نوائے جان نوازیست / مجو بہ کشائے عشق بازیست
در موسمِ گل کہ تو کنی ساز / بس عشقِ کہن کہ نو شود باز
من با تو بعشق ہم شرابم / زیرا کہ تو مست و من خرابم
بوئے کشم و کنم خرابی / فریاد ازین تنک شرابی
چون زمزمہ وفا سگالی / بہرِ گلِ بے وفا چہ نالی

۱ تفتن بمعنی گرم رفتن (برہان) ۱۲ حسرت ۲ زاد بروزن باد مخفف آزاد (برہان) ۱۲ حسرت

چندیں کہ بہر چمن گذشتی — در گرد گل و شگوفہ گشتی

ق گر چوں گل من بہ بوستانے — دیدی سمنے دار غوانے

گوتا بہ تبرکش ربایم — گہ بر دل و گہ بدیدہ سایم

چوں سرو من آید اندریں باغ — تا در دل لالہ نو کند داغ

گوئی ز زبان من دعایش — بوسی بہزار عذر پایش

وانگہ بعبارتے کہ دانی — ایں قصہ بگوشش او رسانی

کاے دعوی مہر کردہ با من — وانگہ ز وفا کشیدہ دامن

دور از تو ز من نماندہ جز پوست — دوری و نعوذ باللہ از دوست

بر بوئے گل آمدم دریں گشت[1] — ورنہ چہ کم ست خار در دشت

گلزار کہ بے رخ تو بینم — آں بہ کہ بکنج غم نشینم

ن۔ بہر طرفے

در ہر طرفے بتازہ روئی — پوشیدہ نشان من بجوئی

ہر خار کہ خون ناب دارد — سیخش ز دلم کباب دارد

لالہ کہ بدل گرہ شدش دود — از آہ منست آتش آلود

نرگس کہ ز قطرہ بست گوہر — از درد منست چشم او تر

ازرق کہ بنفشہ را بدوش ست — از ماتم من کبود پوش ست

رخسار سمن کہ زرد سان ست — از گونۂ زرد من نشان ست

[1] گشت بمعنی سیر (برہان) ۱۲ حسرت

سوسن که چنان زبان دراز است
از من به تو در بیانِ راز است

وان غنچه که خون درو بصد توست
آنهم جگرِ من است در پوست

هر سبزه که گرد آب رُسته
از اشکِ منست روی شسته

هر جا که ازین دو چشم بی‌خواب
در چشمه نشانِ خون دهد آب

دامن نه کشی ز جوئے خونم
رنجه نه شوی ز بوئے خونم

زینسان چمنے چو پرِ طاؤس
افسوس که بے تو بینم افسوس

چه سود خرامشِ تو در باغ
چون جلوهٔ کبک بنگرد زاغ

او در سخن از درونهٔ ریش
بلبل به نشاطِ نعرهٔ خویش

پیغام رسان بگریه تر بود
پیغام پذیر بے خبر بود

مجنون دل از آه پاره می کرد
بلبل بچمن نظاره می کرد

مجنون ز وفا فسانه می گفت
او با دلِ خود ترانه می گفت

مجنون نفسے ز شوق میزد
او زمزمه به ذوق میزد

مجنون غزلِ فراق می خواند
او نیز باتفاق می خواند

مجنون ز سرشک لاله می ساخت
او با گل و لاله عشق می باخت

چون دید که گفته ناصواب است
قاصد نه میانجیِ جواب است

نالید دمے ز بخت ناشاد
در سایهٔ سرو جست چون باد

دامن ز گلِ پیاده[1] پرداخت
بر خار پیاده رخش[2] می تاخت

[1] گلِ پیاده هر گلے را گویند که آنرا درخت و بوتهٔ بزرگ نباشد همچو نرگس و سوسن (برهان) ۱۲ حسرت [2] تیزی دو

در کوه شد و به تیغ بر شد　　پیکان فراق را سپر شد
بازان ددگان[1] که صف شکستند　　گردش چو سپهر حلقه بستند
او ز آب دو دیده بی مدارا　　می داد گهر بسنگ خارا
بی سنگ شده ز دوری دل تنگ　　می سود فتاده روی بر سنگ
می ریخت ز دیده سیل اندوه　　چون ابر بهار بر سر کوه
گوئی که ز رنگ چهرهٔ زرد　　بر سنگ عیار زر همی کرد
گنجینهٔ دل متاع درد است　　پیرایهٔ عشق روی زرد است

دل دادن مجنون سگی را که در کوی دلدار بود و بازوی خود را طوق گردن او ساختن و تن استخوان شده را گزیده دهان و مزد دندان او کردن و بزبان چربش نواختن

یک روز بگاه نیم روزان　　کانجم شده ز آفتاب سوزان
گردون ز حرارت تموزی　　در سایهٔ حسنزان به پشت کوزی
آتش زده گشت کوه و کان هم　　تفسیده زمین و آسمان هم
جائی نه که دیده را برد خواب　　ابری نه که تشنه را دهد آب

[1] ددگان جمع دد و بمعنی جانور درنده (فرهنگ جهانگیری) ۱۲ حسرت [2] بی قدر ۱۲ حسرت

مرغانِ چمن خزیده در شاخ — در رفته خزندگان بسوراخ
خورشید چنانچه تیزیِ اوست — بکشاد چو مار ز آدمی پوست
در حوضهٔ خشک از آتش و تاب — صد پاره شده زمینِ بے آب
در دشت سرابهائے کین تو[1] ز — چون وعدهٔ سفلگان جگرسوز
مرغابی از آرزوئے آبے — خون خورده بگردِ هر سرابے
ریگ از بطِ بچه در گرانی — چون تابهٔ[2] بر روزِ میهمانی
از گرمیِ ریگهائے گردان — پُر آبله پائے ره نوردان
هر کس بچنین هوائے ناخوش — در حجرهٔ سرد کرده با خوش
مجنون بکنار هر سوادے — می گشت بسانِ گردبادے
افروخته روی و تن بخون غرق — در آتش و آب مانده چون برق
بالاش ز غم دوتاه گشته — رخساره ز زلف سیاه گشته
هرجا که رسید کرد زاری — بگریست چو ابرِ نوبهاری
ق هرسو که شنید بانگ رودے — یا خاست ز گوشهٔ سرودے
مستانه برقص پای فشرد — گه زنده شدے گهے فرو مُرد
گاهے ز سلب دریده پیوند — گه پوست تنِ فگار برکند (ز تن بیزار)
آمد قدرے چو در سرش هوش — گشت آن همه حالتش فراموش

[1] توختن اندوختن (برهان) ۱۲ حسرت [2] توا ۱۲ حسرت

با این صفتِ رمیده خویان — ناگه بقبیله رفت پویان
می گشت چو بیخودان بهرسوی — خونابه روان ز دیده چون جوی
دید از طرفی گذر بسوئے — غلطیده سگے بکنج کوئے
خارش زده و خراش خورده — از پهلوئے خود تراشش کرده
در گرد سرش چو فرقِ نقّاب[1] — وز سلخ تنش چو پیشِ قصّاب
بگذاشته صلح و جنگ را پے — نے خشم و نه عفو مانده در وے
خم یافته در تهی گهش[2] راه — گشته شکمش همه تهی گاه
از دم دهنش فراز مانده — دندانش ز خنده باز مانده
سرتا قدمش جراحت و ریش — شویان بزبان جراحتِ خویش
بے لقمه گلوے لقمه خوارش — لیسیدنِ دست و پائے کارش
مجنون چو بحالِ او نظر کرد — در پیش دوید و دیده تر کرد
پیچید بگردنش بصد ذوق — وافگند[3] ز زر بگردنش طوق
بگرفت برفق در کنارش — می شست بگریه هائے زارش
جانش ز کلوخ و خار می رُفت — وز پائے و سرش غبار می رُفت
دامن بتنش فگند در خاک — میکرد بآستین سرش پاک
گه پیش رخش بگریه نالید — گه در کفِ پاش دیده مالید

[1] نقاب نقب کننده (غیاث) ۱۲ حسرت [2] تهی گاه کمر (غیاث) ۱۲ حسرت
[3] از دست خود که رنگ زرد داشت ۱۲ حسرت

گاہیش بمہر گشت دایہ — گاہیش بدست کرد سایہ
بوسید سرش برفق و آزرم — خارید برش بناخنِ نرم
گفت ای گلت از وفا سرشتہ — نقشت فلک از وفا نوشتہ
ہم نانِ کساں حلال خوردہ — ہم خوردۂ خود حلال کردہ
کردہ زرہِ حلال خواری — با منعم خویش حق گذاری
جانت ز حلال خوارگی مست — و آسودگیت حرام پیوست
میلے نہ بخفتن از شتابت — بیداری عین عینِ خوابت
پیکار پذیر پاسپاناں — بیدار کُن خراس[1] باناں
ایمن ز تو پاسباں بہر سوئے — معزول ز تو عسس بہر کوئے
از سایۂ تو رمیدہ نقّاب — چوں سایہ کہ دارد از مہتاب
شب رو کہ ز دستِ تست معذور — چوں دیو ز حلقۂ فسوں دور
و ز دے کہ شد از دہانت خستہ — الّا بگزند جاں نرستہ
از خاستنِ شب سیاہت — میموں شدہ خوابِ صبحگاہت
در کہفِ وفا[2] چو راہ بردہ — نغنودہ بچشم اگر بمردہ
در صحبتِ صدق گشتہ تابع — گہ سابع[3] بودہ گاہ رابع

[1] خراس آسیائے بزرگ (بُرہان) ۱۲ حسرت [2] اشارہ بہ سگ اصحاب کہف ۱۲ حسرت
[3] اشارہ بآیہ "سَیَقُولُونَ ثَلٰثَۃٌ رَّابِعُھُم کَلبُھُم" و سابع بایں تاویل باشد کہ اہلِ تحقیق در تفسیر آیۂ و یقولون سبعۃ و ثامنھم کلبھم فرمودہ اند کہ شمارۂ اصحاب کہف ہفت بودہ شش تن بزرگانی کہ آنرا دربارِ دقیانوس بعد اعلانِ توحید کنارہ گرفتند (از تفسیر کشاف) و یکے راعی کہ بوقت فرار از دقیانوس با ایشاں موافقت کرد

بعد ظہورِ اصحاب کہف [illegible] سال بر آں سال ایشاں ۱۲ حسرت

صد روضهٔ خوش بزیر پایت ... در روضه کہ بہشت جایت

در گشته شبانِ گوسفندان ... از گرگ ربوده مزد دندان

از سرکشیِ تو در جوانی ... سگبان تو کرده شیربانی

تو شیر جوان و مست بوده ... وز شیر و پلنگ جان ربوده

معشوقهٔ خسروان بنخچیر ... وافگنده بدوش زلفِ زنجیر

بوده همه وقت گردنت پُر ... از طوقِ زر و علاقهٔ دُر

از تنگ زدنت بدشت روزے ... هر گنبد تو به پشت یوزے

آهو که از و جگر خورد شیر ... تو بے جگرش فگنده در زیر

بر تختهٔ پشتِ هر شکارے ... تعلیم گرفته روزگارے

عالِم شده در فنِ دو و دام ... زاں کرد خرد مُعلّمت نام

صد خون ز لبت چکیده در خاک ... وز لوثِ جنایتت دهن پاک

امروز که باز ماندی از کار ... خواری همه را امرا نه خوار

گر تو سگے از سرشتِ دوراں ... اینک سگِ تو منم بصد جاں

کو سلسلهٔ تو تا ز یاری ... در گردنِ خود کشم بزاری

بارے بزنم بمهر و پیوند ... با تو بموافقت دمے چند

---

۱ نوعے از جستن ست چنانچه به چار پا آهو و اسپ کنایه از سُرین باشد (غیاث) ۱۲ حسرت

۲ اے اورا گرفتن نتوانند از غصه جگر خود خورد — بے جگر بمعنی زار و نزار ۱۲ حسرت

۳ کلب معلّم در فقه سگے را گویند که آداب شکار آموخته باشد ۱۲ حسرت ۴ جنایت گناه ۱۲ حسرت

هرچند شکار کارِ من نیست ‌ ‌ کس در هوسِ شکارِ من نیست

آن کز سگِ کو شکار جوید ‌ ‌ گوئی که ز مرده کار جوید

لنگے کہ بتنگ و نیش تیز ‌ ‌ در اولِ تنگ بماند از خیز

جوله[1] چه برد تنسته را نام ‌ ‌ این جمله تنست زان همه گام

پائے تو که گشت بر درِ یار ‌ ‌ بر چشم منش سزاست رفتار

پشت تو که سودش آن کفِ پاک ‌ ‌ حیفست و هزار حیف بر خاک

چشمت که بر آن نشانه سوده است ‌ ‌ بر روئے زمین چرا غنوده است

از حسرتِ آن که چشمِ آن ماه ‌ ‌ دیده ست بجانبِ تو گه گاه

خواهم که شکافم این دلِ تنگ ‌ ‌ در وے کشمت چو لعل در سنگ

خاکت بمژه فشانم از پائے ‌ ‌ در دیده کشم که هست زانجائے

هستیم من و تو هر دو شب گرد ‌ ‌ لیکن تو بناله و من از درد

دل نیست که از رهِ صوابے ‌ ‌ در خدمتِ تو کشم کبابے

دارم جسدے گرسنه جانے ‌ ‌ گر دل کشدت باستخوانے

چون باز گذر کنی در آن کوئے ‌ ‌ بر خاک درش نهی ز من روئے

هرگه جگرت بخشد آن یار ‌ ‌ یادے بکنی ازین جگر خوار

---

۱ جوله = عنکبوت. تنسته = بافتهٔ عنکبوت (از برهان و فرهنگ جهانگیری) تنستن تنیدن و بافتن (مصدر)
معنی شعر آن باشد که چون عنکبوت با آن همه گام زنی این جمله ناچیز تنسته و بافته است که تنستهٔ او باشد (جاله)
پس در صفِ بافندگان از تنستهٔ خود چه نام برد و ذکر بر زبان آرد ۱۲ حسرت

هر خس که بر آں کشادِ گامے ... از من بر سانیش سلامے

هر جا که نهاد پائے دشمن ... بسیار بوسی از لب من

خواند چو ترا درونِ دهلیز ... یادش دهی از سگِ گریز

زنجیر زرت نهد چو بر دوش ... از گردنِ من مکن فراموش

روزے اگر آں بتِ پری چهر ... دستے بسرِ تو ساید از مهر

آ گه کنیش ز مهرِ جانم ... ویں قصه بگوئے از زبانم

کاے آہوئے ناوک افگنِ مست ... یک تیرِ تو و زِ آہواں شست[1]

از تیر تو جانِ آدمی زاد ... رو زن شده همچو دامِ صیاد

آں کز پئے صیدِ تو زند گام ... خود را فگند بحلقهٔ دام

هر کاز پئے تو شود کماں گیر ... بر سینهٔ خویشتن زند تیر

تا طرّه بخوں دلیر کردی ... از غمزه شکارِ شیر کردی

چشمیست که بے نظیر ست ... آہوئے سیاهِ شیر گیر ست

تو شیر کشی بهر شکارے ... مجنوں ز سگانِ کیست بارے

بگزار که چوں سگاں نهانی ... باشم بدرت بپاسبانی

دُم لابه کنم بر آستانت ... مالم بوسیلهٔ سگانت

باآں که بود فغانِ من زار ... آنجا که توئی ترا چه آزار

[1] شست عدد (۶۰) یعنی یک تیرِ تو برابرِ شست تیرِ آہو شِکاں ست ش ۱۲ یا یک تیرِ تو شست آہو را شکار میکند ۱۲ حسرت

مهتاب که نورِ پاک دارد — از بانگِ سگان چه باک دارد

هرچند که دارم از عدد بیش — داغِ سگیِ تو بر دلِ ریش

هم میطلبم فراغِ دیگر — دل میکشدم به داغِ دیگر

گیرم[1] نه بمردمی سلیمم — آخر بدرت سگِ قدیمم

گر نیست چنانم ارجمندی — کز زلف خودم قلاده بندی

کم زان که زنعمت حضورم — سیراب نظر کنی ز دورم

من خود ز حیاتِ خود بگویم[2] — آخر تو چه می زنی بچوبم

در خانه گرم نمی گزاری — بارے ز درم مران بخواری

ور لقمه نمی دهی بچنگم — بارے مزن از کرشمه سنگم

زینسان سخنے بکار میکرد — دیوانگی آشکار میکرد

او بر سرِ این فسانه در دو — و انبوه به گردِ او زن و مرد

هر کس به نظاره چنان زار — مانده بتحیر اندران کار

نادان ز سرِ کرشمه خندان — در گریهٔ زار دردمندان

آن را که بدل نه داغ باشد — داغ دگرانش لاغ[3] باشد

بے غم که دلش گره نه بندد — از گریهٔ پرغمان بخندد

در تیغ چو کس آتشے فروزد — گرید بگداز گر نه سوزد

[1] اے کم ازاں مباش ۱۲ حسرت [2] بگوفت هستم ۱۲ حسرت [3] لاغ بیهوده ۱۲ اشش

از یخ بتر است سینهٔ سرد ‌‌ از گریهٔ کس نباشدش درد

آن کو دلِ غیر دیده ناخوش ‌‌ آتش زندش اگر بگیرد آتش

آن گل بود از چراغ خانه ‌‌ آتش زندش زند زبانه

گل بهتر از آن دلِ گل اندود ‌‌ کز شعلهٔ کس نباشدش دود

آن سوخته پیر دو رخ آشام ‌‌ خوش گفت که سوخته به از خام

حاصل[1] بجهان نظاره گاہے ‌‌ مجنونِ شکسته می زد آہے

پرسید یکیش زان میانه ‌‌ کاے کرده ز عافیت کرانه

این سگ سگِ کیست اندرین گرد ‌‌ وین غم غمِ کیست با چنین درد

چون بہر که می خوری بدینسان ‌‌ وز بہر که می کنی چنین جان

سگ را چه خبر که کام تو چیست ‌‌ با نیک و بد پیام تو چیست

او را چو ز عقل نیست تمکین ‌‌ تعظیم ویت چراست چندین

ق دیوانه بدرد پاسخش داد ‌‌ کاے از غمِ من دلِ تو آزاد

طعنم چه زنی به سگ پرستی ‌‌ من نیز سگم ز روے هستی

مردم ز غمے که کم ندارد ‌‌ سگ بهتر ازو که غم ندارد

گر من تہ پاے سگ زنم بوس (زیر پاے) ‌‌ زان پاے بود نه زین لب افسوس

کاین پا که بشهر و کوے گشته است ‌‌ پیش درِ یار من گذشته است

[1] حاصل الحاصل ۱۲ منه

روزیش بکوئے آں پری کیش — دیدم گذراں بدیدۂ خویش

تعظیم ویم نہ از پئے اوست — کش[1] دوست گرفتم از پئے دوست

مہماں چو سگ آیدم ازاں کو — آہو طلبم بود ز آہو[2]

از یار چو بہرہ خار باشد — با بوئے گلم چہ کار باشد

نالید بر ایں ترانہ سختے — شوریدہ بسانِ شور بختے

پس گریہ کناں زجائے برخاست — میرفت و ندید در چپ و راست

برکوہ شد و نفیر می زد — وز دل بستارہ تیر می زد

غنودن نفس لیلی از بیماری و مجنون بخواب او را دیدن و بنفسِ تند خویش از جائے جستن و بیرون دویدن و کمر کوہ گرفتن و مجنون را بہ تیغ کوہ خراشیدہ و خستہ دریافتن و دستِ تسلّی بر خستگی او سودن و مرہم راحت رسانیدن

افسانہ سرائے شکریں گفت[3] — زالماسِ زباں گہر چنیں سفت

کاں گوشہ نشینِ روئے بستہ — بودے ہمہ وقت دل شکستہ

(۱۰)

۱ بلکہ اورا از پئے دوست دوست ساختم ۱۲ اش ۲ آہو دو معنی دارد جانور معروف و عیب (غیاث) ۱۲ حسرت ۳ گفت گفتار ۱۲ اش

چون غمزدگان بخاک خفتے   خاشاک زخوابگہ نہ رُفتے
گاہے زجگر بنالہ کردے   گہ جاں بعدم حوالہ کردے
آمیختنی نداشت باکس   مونس غمِ آشنائے خود بس
پرداختہ دل زصبر وآرام   گشتے ہمہ شب چو ماہ برِ بام
ہنگامِ سحر زبختِ ناشاد   چوں ابر گریستے بفریاد
گفتے چو شبش دراز گشتے   با خود ز فراق سرگذشتے
چوں سرخ[۱] گلِ فلک برستے   ناخفتہ زگریہ روئے شستے
ناگاہ شبے زبعد سالے   بگرفت برآندھش ملالے
میخورد غمِ دلِ خرابش   در خوردنِ غم نبود خوابش
دید از نظرِ خیال پرورد   دیوانۂ خویش را بصد درد
کامد بہ نظارۂ جمالش   نالید بسے ز زلف وخالش
گہ شست بخونِ دل سراپیش   گہ از مژہ رُفت خاکِ پایش
زالماسِ سرشک سینہ می سُفت   وافسانۂ روزگار می گفت
می گفت قصیدہ ہائے دلسوز   می کرد گلہ زبختِ بدروز
زاں نالہ کہ زد بخواب از یار   بشنیدۂ خواب گشت بیدار
چوں جست زخواب تا نشیند   واں دیدۂ خویش باز بیند

منظر ۱۰

۱ سرخ گلِ فلک - آفتاب ۱۲ ش

نے یار و نہ آں وفا سگالی بستر تہی و کنار خالی
لختے ز طپانچہ روے را کوفت خونابہ ز رخ باستیں روفت
آہے زد و سوخت پردہ را از وز پردہ بروں فتاد آواز
در خانہ ہمہ مزاج دانان بربستہ دہن چو بے زبانان
زاں بیم کہ خواست زہرہ سفتن کس زہرہ نداشت پند گفتن
چوں سبزۂ ایں کبود گلشن آراستہ شد بصبح روشن
خورشید باوج رفت خندان چوں نور ز دل نیاز مندان
آں مہد نشیں بجہد برخاست بر پشت جمازہ محمل آراست
بکشاد زمام را بہ تندی کامد ز تگش صبا بکندی
میراند شتر بدشت پویان آں گم شدہ را بہ خاک جویان
چوں شیب و فراز را بسے جست وز ہر خارے چو سبز گلبنے رست
بر نجد رسید و بارگی راند لختے چپ و راست در طلب ماند
دیدش بہ بن شکستہ شاخے افتادہ میان سنگلاخے
بر پشتہ کوہ پشت دادہ بر بالش خار سر نہادہ
آوردہ صباش بوے لیلے مژگانش بخواب کردہ میلے
او خفتہ و گرد او دو انش شیران شکار پاسبانش

له عارفان ۱۲ ش

از بوئے دوانِ صید فرسائے — از کار بشد جمازہ راپائے
آں تشنہ جگر ز جانِ خود سیر — آمد سبک از جمازہ در زیر
اندیشہ نہ کرد از اُن دو دام — در خوابگہ رفیق زد گام
با عشق چو صدق بود ہمدست — ہر یک ز دو داں بگوشہ جست
او پہلوئے یار خویشتن رفت — جاں جلوہ کناں بسوئے تن رفت
افشاند غبار سش از تنِ ریش — بنہادہ سرش بزانوئے خویش
از گریۂ زار دُرِّ مکنوں — میریخت ولے بروئے مجنوں
آں چشم کہ راہِ خواب میزد — بر عاشقِ خفتہ آب میزد
یعنی کہ ز گریۂ گہربار — زد بر رخش آب و کرد بیدار
باراں چو فشاند سبزہ را گرد — از خواب در آمد آں گلِ زرد
مجنوں کہ ز خواب دیدہ بکشاد — چشمش بجمالِ لیلیٰ افتاد
از جانش برآمد آتشیں جوش — ز د نعرہ و باز گشت بیہوش
چون لشکر میزباں دگر گشت — مہمانِ عزیز نیز دیگر گشت
بیمار کہ دار و شش بتر کرد — در روشن طبیب نیز اثر کرد
او داشت دلے ولے بسیرہ — ایں یافتہ جاں و لیک مُردہ
او خفتہ میانِ خاک ماندہ — ایں بر شرفِ ہلاک ماندہ

لہ طرز روش قاعدہ و قانون (برہان) ۱۲ حسرت

او باخبر از گزند این غم / این بے خبر از خود و زاو ہم

او وادہ ز دل بباد این ہوش / این کردہ زیادِ خود فراموش

بودند چو سایہ خفتہ بر خاک / تا چشمۂ خور بجست ز افلاک

آمد چو در آں قصاصِ ہجراں[1] / در ہر دو ز بوئے یکدگر جاں

جستند ز جا فرشتۂ و حور / چوں مردہ بجستہ از دمِ صور

باز وئے رضا در از کردند / وآغوشِ مراد باز کردند

مجنوں ز جگر نفیر میزد / لیلی بگرشمہ تیر میزد

کُشتن آں پری از دو چشمِ غمّاز / دیوانۂ خویش را بصد ناز

افسوں ساز

از ساعد و زلف کرد تسلیم / زنجیر ز مشک طوقش از سیم

چوں بود دو دل یکے بسینہ / یعنی کہ دو دُر بیک خزینہ

تن نیز بیک شبے کہ شد راست / نقشِ دوئی از میانہ برخاست

درساخت بہم دو دوست با دوست / وآمیخت دو مغز در یکے پوست

شد تازہ دو چاشنی بیک خواں / شد زندہ دو کالبد بیک جاں

آسودہ دو مرغ در یکے دام / وآمیخت دو بادہ در یکے جام

آراستہ شد دو تن بیک ذوق / وافروختہ شد دو دل بیک شوق

دو صبح بہم رسیدہ از دور / دو مشعلہ را یکے شدہ نور

[1] اے واقعۂ قصاصِ ہجراں اشارہ بآیۂ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَا اُولِي الْاَلْبَابِ ۱۲ حسرت

بودند بیاری آن دو همعهد — آمیخته همچو شیر با شهد

چون حاجت دوستی روا شد — هر چیز که جز غرض وفا شد

از بوس و کنار دل بیاسود — جز مصلحت دگر همه بود

از هر نمطے سخن شد آغاز — آمد بمیان جریدهٔ راز

مجنون ز نشاط یار جانی — بکشاد زبان بدُرفشانی

کاے از خم زلف عنبرین تاب — بربسته بچشم دوستان خواب

عمرے در تو بدیده رُفتم — عمرے دگر از غمت نخفتم

امروز که بعد روزگارے — بادے خوشم آمد از بهارے

زآسایش دل ربود خوابم — ناگه بسر آمد آفتابم

در خواب چنان نمود بختم — کاختر بفلک نهاد تختم

بر تخت من و تو روئے در روئے — چون موج دو چشمه در یکے جوئے

خوابم چو ز پیش پرده بربود — تعبیر نظارهٔ رخت بود

تا روز قیامت ار بود تاب — نتوان خفتن بیاد آن خواب

این دم که گل دگر شگفته است — بختم ز هوس هنوز خفته است

لیلی که دو خواب همعنان[1] دید — بیداری بخت را نشان دید

اوّل بگزید لب بدندان[2] — پس باز کشاد لعل خندان

[1] هر دو خواب مطابق دید ۱۲ حسرت [2] از حیرت ۱۲ حسرت

دو شیفته خیالِ خود کم و بیش — آن آئینه را نهاده در پیش
چون عکس دو آئینه یکے بود — رفت ار ز یگانگی شکے بود
آن هر دو چو بخت خویش بیدار — زانخواب عجب بحیرت کار
افسانهٔ خواب چون بسر شد — بیداری هجر پرده در شد
هر یک ز شبے سیاه بے روز — میکرد شکایتے جگر سوز
چندان غمِ دل شد آشکارا — کآمد بنفیر سنگ خارا
چندان نمِ دیده رفت در خاک — کز تندی سیل شد زمین چاک
هر دو چو دو سروِ ناز پرورد — ز آسیبِ خزان فتاده در گرد
در جیبِ دو غنچه گل بخندید — بادے بمیانه در نگنجید
مجنون ز خیالِ غیرت اندیش — میخواست رمد ز سایهٔ خویش
زان آه که بے دریغ می زد — بر سایهٔ خویش تیغ میزد
وآن یارِ یگانهٔ وفا جوئے — گشته به یگانگی یکے گوئے
خود را چو نگرد ز آشنا فرق — میکرد بجنون دو دیده را غرق
یعنی که چو هست یار در دل — دیده چه شود بشخص[1] مائل
دو سوخته دل بهم رسیده — سیوم نه کسے جز آبِ دیده
باد از دو طرف عبیر می بیخت — بر دیدهٔ تر غبار میریخت

[1] شخص وجود ۱۲ ش

حوراں زنسیمِ شوق شاں مست … بکشاد فرشته در دعا دست

از عشرتِ آں دو مستِ بے جام … در رقص در آمده دد و دام

هر خار کشیده دور باشے … میکرد بچشم بد خراشے

سلطان بیزک[۱] جنیبه رانده … لشکر به وثاق[۲] باز مانده

تیهو بعقاب راز گفته … یوسف بکنارِ گرگ خفته

جولاں زده آهوئے به نخچیر … بر گردنِ شیر بسته زنجیر

صیاد که تیر بصید انداخت … از صید کشید و بر خود انداخت

بط فربه بود و چرغ ناهار[۳] … طرفه که نداشت چاشنی کار

بے زحمتِ رشته دُر شده جفت … الماس شکسته لعل ناسفت

شکر بقمطره[۴] ماند در بند … طوطی بنظاره گشته خورسند

ساقی و حریف جام در دست … ناخورده شراب هر دو سر مست

صبحے بچنیں امیدواری … نشگفت شگوفهٔ بهاری

پالوده اگرچه جاں فزا بود … انگشت ز چاشنی جدا بود

بر گنج رسیده دزد را پائے … خازن شده[۵] و خزینه بر جائے

چوں نقد خزانه اشتلم کرد … دربشکن[۶] اگر کلید گم کرد

---

۱ بیزک بفتح اوّل و ثانی بمعنی جمع قلیل و مردم کم که پیش پیش لشکر روند (برهان) ۱۲ حسرت

۲ بضم و کسر بمعنی خانه (غیاث) ۱۲ حسرت ۳ اے گرسنه ۱۲ حسرت

۴ قمطره صندوق (غیاث) ۱۲ حسرت ۵ شده یعنی برفت ۱۲ ش

۶ در را بشکن ۱۲ ش

افزوں ز طلب چو یافت مردم — شک نیست کہ دست و پا کند گم
مفلس کہ رسد بگنج ناگاہ — ز افزونیِ حرص گم کند راہ
عاشق کہ گرفت مژدۂ خوابش — شربت دہی ار بود عذابش
دارو کہ پس از ہلاک باشد — بر جائے حریرہ خاک باشد
آب از پسِ مرگِ تشنہ جستن — ہم کار آید ولے بشستن
چوں مردہ بود ہزار دستاں — چہ سود ز جلوۂ گلستاں
برخاکِ شہید گل فشاندن — ایمن بود از درود خواندن

[illegible]

بازگشتن کبکِ خراماں از کوہ و شتر پرندہ را پر بر جناح بر بستن و رشتۂ دراز دادن و کبوترِ دیوانہ را پر گم داشتن

چوں بر سرِ چرخِ لاجوردی — خورشید نہاد رو بزردی
معشوقۂ آفتاب پایہ — برداشت ز فرقِ دوست سایہ
برعزم شدن ز جائے برخاست — عذرے بہزار لطف درخواست
او در سخن و رفیق خاموش — تاپاکِ[1] دلش بِبردہ از ہوش
حیرت زدہ مُہر بر دہانش — تپ لرزہ گرفتہ استخوانش
دانست مسافرِ خردمند — کو را چہ شکنجہ شد زباں بند

[1] تاپاک یعنی تپاک ۱۲ اشش

اندیشهٔ او خطاب پنداشت — خاموشی او جواب پنداشت
لختے کفِ پائے پُر زخارش — بوسید و گرفت در کنارش
غلطید بسے چو گنج بر خاک — پیچید بسانِ مارِ ضحّاک
پس محمل ناقه جُست در بست — بکشاد عقال[1] و تنگ بربست
شد بر شتر و زمام بسپرد — شاهیں بپرید و کبک را برد
میرفت بچشم خونفشاں تر — خونابه بچشم زو رواں تر
چوں ماه ببرجِ خویشتن شد — واں سرو رونده در چمن شد
در گوشهٔ غم نشسته مهجور — تن از دل و دل ز خرمی دُور
میزد نفسے جراحت انگیز — میسوخت جهاں بآتشِ تیز
چوں زلفِ شب از کلاله تر — در دامنِ خاک ریخت عنبر
از پرده عروسِ مه بروں جست — خواب آمد و چشمِ مرداں بست
بنشست وزیں خواب رفته — خوں ریخت ز چشمِ آب رفته
با شب ز رفیق راز میگفت — نامش میگفت و باز میگفت
از سوزشِ سینه آه میکرد — مه را بفغاں سیاه میکرد
میزد نفسے چو غم رسیدے — میخواند چو بلبلاں نشیدے
چوں خسته شد از دلِ سیه روز — گفت ایں غزل از درونِ پُرسوز

از نیرال

[1] عقال زنجیر و رسن ۱۲ شمس

گریستن لیلی در ہوائے آشنا و موجِ درونہ را بدیں غزل[1] آبدار بر روئے آب آوردن

بازم غمِ عشق در سر اُفتاد
بنیادِ صبوریم در اُفتاد

بازایں دلِ خستہ دردِ نو کرد
خود را بوبالِ من گرو کرد

بازم ہوسے گرفت دامن
کز عقل نشاں نماند با من

بازایں شبِ تیرہ جگر سوز
بربست بروئے من درِ روز

خوں موجِ درونہ بر سر آورد
طوفاں ز تنور سر بر آورد

دُود دے کہ ز شوق در بر اُفتاد
از سینہ گذشت و بر سر اُفتاد

طاقت برسید چند جوشم
آتش بدرونہ چند پوشم

گویند کہ تا کے از در و بام
گہ نامہ دہی و گاہ پیغام

آلودہ شدی بہر دہانے
افسانہ شدی بہر زبانے

بے درد کہ فارغ ست خنداں
کے داند حالِ دردمنداں

غافل کہ ہمیشہ بے خبر زیست
او را چہ خبر کہ بیدلی چیست

با ہر کہ وہم غمے بروں من
داند غمِ من ولے نہ چوں من

گیرم کہ بود بہ پردہ جایم
وز حجرۂ غم بروں نیایم

نتیجہ

[1] مراد از غزل بیانِ دردست نہ کہ از غزل متعارف ۱۲ ش

این خانه شگاف نالهٔ زار ... پوشیده کجا شود بدیوار
اکنون چه کنم حجاب آزرم ... کافتاده ز چهرهٔ برقع شرم
آنرا که درونه چاک باشد ... از پردهٔ دری چه باک باشد
در مجلس عشق جام خوردن ... وانگه غم ننگ و نام خوردن
دست من و آستین یارم ... گو خلق کنند سنگسارم
شوریده که غرق حال باشد ... رسوا شدنش جمال باشد
دیوانه که می گریزد از سنگ ... دارد به یقین نشان فرهنگ
هر جا که بتے است در قبیله ... با محرم خویش هم طویله
مسکین من مستمند و دلتنگ ... محبوس بلا چو لعل در سنگ
هر کبک دری به تیز گامی ... بر لاله و گل بخوش خرامی
الا که من گسسته پیوند ... چون مرغ قفس بمانده در بند
پیوند ز دوستان گشادم ... در طعنهٔ دشمنان فتادم
آنکو ز هلاک جان نترسد ... از طعنهٔ دشمنان نترسد
کاغذ چو شود نشانهٔ تیر ... جز خوردن زخم نیست تدبیر
دف هر طرفے که رخ بتابد ... از لطمه کجا خلاص یابد
عاشق که بزیر تیغ شد خم ... از زخم زبان کجا خورد غم
زین پس من و یار مهربانم ... گر تیغ کشند و گر زبانم

گر کُشته شوم به تیغِ پولاد — بارے برهم ز دستِ بیداد
مُرغے کہ بماند از پریدن — راحت بودش گلو بریدن
اُفتاده چو ریشِ ناقه در گِل — دانی که دواش چیست بسمل
این سر که برانقدم نساید — از تن اگرش بُرند شاید
اے دوست کہ بے منی و با من — آتش زده یا توئی و یا من
چون شعله بجز منے دهد نور — بیگانه نظاره بیند از دُور
اُفتاده که سیل در ربودش — زافسوسِ نظارگی چه سودش
زارم ز غمت عظیم زارم — دستے که ز دست رفت کارم
گر تو دلِ شاخ شاخ[1] داری — بارے قدمِ فراخ داری
با زاغ و زغن چنانکه دانی — شرحِ غمِ خویش میتوانی
بیچاره منِ حصار بسته — در زاویهٔ عدم نشسته
کنجے و غمے بسینه چون کوه — زندانیِ تنگنائے اندوه
گردم زنم از درونهٔ تنگ — ترسم که خورم ز بام و در سنگ
شبها که مه از افق برآید — مهتاب ز روزنم درآید
چشمم بستاره راز گوید — جانم غمِ رفته باز گوید
یادِ تو زمن برد چنان هوش — کز هستیِ خود کنم فراموش

[1] شاخ شاخ - پاره پاره (بهارِ عجم) ۱۲ حسرت

ناگاه که از خود آیدم یاد — باشم بهلاکِ خویشتن شاد
گر کرد زمانه بیوفائی — بارے تو مکن که آشنائی
بر سینه لگد مزن که پستم — عصمت مطلب ز من که مستم
خون نابهٔ دیده آبِ من ریخت — دل هم سرِ خود گرفت و بگریخت
جائے ست نشانه گاهِ صد تیر — خواهیش بمان[۱] و خواه برگیر
گفتی که صبور باش مخروش — این قصه دلم نمیکند گوش
اے دوست ز دوست دور بودن — وانگاه بدل صبور بودن
چون من بهلاک جان سپردم — دور از تو ز دوریِ تو مردم
از آهِ تو گر به مه رسد دود — در خاک مرا کجا کند سود
تا جان ز تنم عنان نتابد — مشمار که دل خلاص یابد
خرسے که رهد از چه گشت نالان — تا سر ننهد بزیرِ پالان
هر چند ز بختِ خود بجانم — هر جور که بینم از تو دانم
دامن که ز کهنگی بخندد — تهمت بزبانِ خار بندد
عشقت ز دلم که سر بخون برد — آزارِ فلک همه برون برد
سوزن که ز پا برون کشد خار — باهم سرِ خود شود بپیکار
ما نطعِ حیات در نوشتیم — تو دیر بزی که ما گذشتیم

۱ بمان اے بگذار ۱۲ اش

حاضر شدن مجنوں در غیبت لیلی و بحضور خیال بحضور آمدن و سر حسرت گفتن و دست بر دست زدن

گوینده چنیں فگند بنیاد — ق — کاں لحظه کز آں غیب ناشاد
معشوقِ عزیز روئے بنهفت — آں کشته بخوابِ بیخودی خفت
از زندگیش نبود اساسے — تا از شبِ تیره رفت پاسے
باز آمد چوں رمیده راهوش — اُفتاد درونه باز در جوش
آں سایهٔ آفتاب گشته — رو شسته بخونِ آب گشته
غلطید بخاک چوں گیائے — میزد بهلاک دست و پائے
میکند بصد شکنجه جانے — میزد بهزار غم فغانے
کوبے که بهولِ جاں خورد مرد — بر بسترِ ایمنی کشد درد
نے مرده نه زنده بود تا روز — چوں نم زدن مشعلِ جگر سوز
چوں مرغِ سحر شد ارغنوں ساز — از موذنِ کو برآمد آواز
شد پردهٔ ظلمت از هوا دور — رُو شست جهاں به چشمهٔ نور
آں خانه فروش کیسه پرداز — آمد قدرے بخویشتن باز
افتاں خیزاں ز جائے برخاست — بکشاد دو دیده در چپ و راست
میگشت و لے خراش خوردن — چوں خستهٔ دورباش خوردن

زاں زخم کہ بر جگر رسیدش — خوں از رہِ دیدہ می دویدش
لختے چو زبید لی فغاں کرد — آہنگ نشیدِ عاشقاں کرد
از ناوکِ سینہ سنگ می سفت — ویں زمزمۂ فراق می گفت

آہ کردن مجنوں از درونۂ پر سوز و غزلِ دوانداز دودِ کش دہان بیروں دادن

بحر

ماہیچکسانِ کوئے یاریم — ما سوختگانِ خام کاریم
جائے نہ و باخضر ہم آبیم — نورے نہ و یارِ آفتابیم
چوں گل بجوشی بخندہ کوشیم — ہر چند لباسِ ژندہ[1] پوشیم
گر از خز و پرنیاں گدائیم — در زیرِ گلیم بادشائیم
جامہ ز پلاس پارہ دوزیم — خانہ ز پئے نظارہ سوزیم
بے منتِ تاج سرفرازیم — بے زحمتِ دست عشقبازیم
با شیر و گوزن ہمعنانیم — با زاغ و زغن ہم آشیانیم
در سایۂ بوم جائے روبیم — بر نغمۂ چغد پائے کوبیم
بے عبرہ[2] تر از دہ خرابیم — بے آب تر از بط شرابیم
گنجیست غم اندرونِ سینہ — ما راست کلید آں خزینہ

[1] ژندہ دلق ۱۲ ش [2] محصول (چنگی وغیرہ) ۱۲ ش

دل خسته و گریه خونِ ناب ست
یارب چه خوش ست نالهٔ زار
ای آمده و گذشته ناگاه
تا در تنِ من نشانِ جان بود
از حالِ من انگه آمدت یاد
بیمار که کوچ کرد جانش
ناخوانده رسیدن اینچه سان ست
گیرم نکنی شکر فشانی
جانم ز فراق بر لب آمد
جز نیم دمے نماند حالی
تنگ آمده ام زجان بدخوئے
گفتی که صبور شو بدوری
بنمائے رخِ چو یاسمینم
عشقِ تو مفرحِ جهان ست
خیزم ز تو من دلم بخسند
گر جور کنی و گر کنی ناز

هان گر هوس مئے و کباب ست
خاصه ز درونهائے افگار
بختم ز تو ماند دست کوتاه
مهرم ز دلِ تو بر کران بود
کافگنده غمم خلل به بنیاد
چه سود گلاب و ناردانش[1]
ناگفته گذشتن اینچه ناز ست
کم زانکه بغنیمت زمانے
می آئی و یا برون خرامد
باز آئے که خانه گشت خالی
بیگانه چه میکند دریں کوئے
دوری ز تو وانگهے صبوری
بنواز بشربتِ[2] پسینم
دیں سوخته را هلاکِ جان ست
کس نیست که خونِ من بریزد
اینک من و دل بهر دو دستم

از دیده از [illegible]

۱ ناردان انار دانه ۱۲ اش ۲ شربتِ پسیں شربتِ مرگ ۱۲ اش

تیغم بزن آستاں بکن پاک — بگذار کہ بر درت شوم خاک
گر خود بتلطفم دہی دست — یا خود بعقوبتم کنی پست
دل برنکنم ز آشنائی — عمداً نکنم خلافِ رائی
ہر چند کہ آں رُخِ دل آگیں — بنشاندمرا بر آتشِ تیز
از بندگئ چناں جمالے — آزاد نہ ام بہیچ حالے
گنجینۂ عشق شد وجودم — بے عشق مباد تار و پودم
آسودہ مباد جانم آں روز — کز دردِ غمت نباشدم سوز
دل رفت کہ با غمت بر آید — تا زیں دو کدام بر سر آید
گیرم خوش و شادماں تواں زیست — ہیہات کہ بے تو چوں تواں زیست
بینم چو ترا بجانِ پر شوق — خود را بکنار گیرم از ذوق
چوں[۱] باشد رغبتِ کنارم — خود طاقتِ دیدنت ندارم
تا نامِ تو بر زباں نیاید — در قالبِ مردہ جاں نیاید
بندے بسر زباں ندارم — کیں دل کند و من آں ندارم
پوشیدنِ غم ز من نخیزد — ہر چیز کہ پُر بود بریزد
زیں پس مطلب ز من کفایت — کز دست بروں شد ایں ولایت
پندار چہ صلاحِ کارِ مردست — بر دل شدگانِ عشق دردست

ادردو

۱؎ چوں یعنی چگونہ ۱۲ حسرت

زاں سینه که عشق مجلس آراست — اندیشهٔ نام و ننگ برخاست
اشکی که بعشق گرم پوید — از دل رقم صلاح شوید
پولاد که سنگ را کند خورد — زاں شیشه درست چوں تواں برد
عشق اول کار دلنواز ست — چوں تافت عنان سخن دراز دست (یافت ن)
طوفاں که سخن بہ ابر گوید — اول کف پائے خلق شوید
چرخم زده دیده خوں رواں کرد — با چرخ ستیزه چوں تواں کرد
فریاد که جاں زغم زبوں شد — وز رخنهٔ دیده دل بروں شد
ایں تن که خمیده بود بشکست — واں دل که نداشتم شد از دست
سیلاب بلا برآمد از فرق — کشتیم چه سود چوں شدم غرق
ایں آهِ سحر که میزنم نرم — باز از رحیل میکنم گرم
بر سوز دلم که رستخیز ست — انگشت منه که شعله تیز ست
من بے تو بدیں سیاه روئی — بے من تو چگونهٔ نکوئی
اے غنچه تنگ خوئے چونی — اے دشمنِ دوست روئے چونی
چشمِ سیہت بناز چون ست — خوابت لبشب دراز چون ست
در خونِ که میشوی سبک خیز — برجانِ که میزنی مژه تیز
از دستِ که باده می ستانی — در بزمِ که جرعه می فشانی
گشتم بدرت چو خاک ناچیز — یک جرعه بریز بر سرم نیز

یارے کہ بمہر دلنواز ست / ناگفتہ بداند انچہ راز ست

بخشندہ کہ آستیں کشاید / ناخواستہ بخشد انچہ باید

گل بر نارسیدہ گستاخ / چوں پختہ شود خود افتد از شاخ

بس وعدہ کہ داد بخت بدرام[1] / کت از مے وصل خوش کنم کام

آمد بمن آں شرابِ گلرنگ / لیکن چو فتاد شیشہ بر سنگ

از روئے تو ہرچہ دید جانم / بر روئے تو گفت چوں توانم

ہر قطرہ خوں بریں رخ زرد / پندار کہ چشمہ ایست از درد

از دیدہ رود چو جوئے خونم / شیراں نکشند بوئے خونم

از شعلہ آہ در دہانم / پُر آبلہ ہیں ہمہ زبانم

مارا یا ماں گر از تو رہ نیست / تو غمزہ زنی ترا گنہ نیست

سیاف[2] کہ خوں بعنف ریزد / رحمت بدلش چگونہ خیزد

شادم برخت کہ غم کند کم / پیش چو توئی وانگہے غم

ور غم رسد از تو نیز شادم / ایں شادی و غم ہمیشہ بادم

مہر تو در استخوانِ من باد / درد تو و وائے جانِ من باد

مجنوں چو بدید ایں دم دل انگیز / از سینہ بروں زد آتشِ تیز

کوہ از جگرش بخوں در آمد / فریاد ز وحشیاں بر آمد

[1] سرکش و آراستہ (برہان) ١٢ حسرت [2] سیاف جلاد عنف درشتی ١٢ ش

هر روز بدین نیازمندی
میگشت به پستی و بلندی

شب تا سحر و ز صبح تا شام
یک لحظه دلش نکردے آرام

در دل غم دوست داشت تا مرد
وان لحظه که مرد با خودش برد

روزے که زمانِ عمر در گشت
جاں بر سرِ دل نہاد و بگذشت

خراہش کردن لیلیٰ با هم فرقدانِ همسایه سوئے بوستان و شناختن آں آزاده نوبراں را و زبانِ سوسن کشیدن و غزلے جگراندوز از اندازهائے مجنوں به آواز نرم رواں کردن و بر دلِ لیلیٰ زدن و کاری آمدن و باز جست کردنِ لیلیٰ طبرگی بلبل خارنشینِ خود را و آزمودن آں راوی تعطشِ لیلیٰ را سوئے خونابهٔ مجنوں و مرگ مجنوں غلبه کردن و سوخته شدنِ لیلیٰ و بگرمی در خانه باز آمدن و به تپِ اجل گرفتار شدن

گوینده این حدیثِ زیبا
زیں گونه نگاشت روئے دیبا

کاں زهرهٔ شب نشینِ بے خواب
چوں در غم دوست ماند بیتاب

چوں غمزدگاں بدر دمی بود — با نالہ و آہِ سرد می بود

ہر گریہ کہ کرد موجِ خوں ریخت — ہر دم کہ زد آتشے بروں ریخت

با سایۂ غمِ درازمی گفت — درپیشِ خیال رازمی گفت

ہر چوب زحجر ہائے دردش — زرچوبہ[1] شدہ زرنگِ زردش

ہر روزن و درزِ جلوہ گاہش — تاریک شدہ ز دودِ آہش

ہر غمزہ کہ زد زچشمِ بدکیش — خوں ریخت وے[2] ز دیدۂ خویش

چشمے کہ بگریہ ریش میکرد — زاں بادہ خمار بیش میکرد

بے وسمہ کمانِ ابروانش — بے سرمہ دو چشمِ ناتوانش

از داغ غمش درونہ خستہ — داغ کلفش[3] برخ نشستہ

کلفش کہ سیاہ فام کردہ — نسبت بہش تمام کردہ

نے کلفہ کہ سایہ بدبمہتاب — نے نے غلطم کہ سایہ برآب

غلطاں ہمہ شب چو صد سال — پہلو پہلو چو قرعۂ فال

خالی شدہ از جلا جمالش — معزول شدہ زجلوہ خالش

از کوفتنِ رُخِ جمیلش — بر رخ بدل[4] سپیدہ نیلش

زاں روئے کہ داد چرخ را نور — باآں ہمہ نیل چشمِ بد دور

مقنع چو درونہ چاک گشتہ — گلگونہ فتادہ خاک گشتہ

از درد

از درد گریستن

۱ زرچوبہ ہلدی ۱۲ ش ۲ اسے چشم گریاں ۱۲ حسرت
۳ کلف تیرگی یعنی جھائیں ۱۲ ش ۴ بدل، بدلہ عوض ۱۲ ش

پیرایهٔ زر چو سنگ مانده   آئینهٔ چیں بزنگ مانده
گشته خمِ طرّه چو شمشاد   از زخمِ زبانِ شانه آزاد
بیخویش زگفت و گوے خویشاں   وز طعنه چو زلفِ خود پریشاں
غم را بدرونه بند میکرد   دل بر سرِ غم سپند میکرد
غم گرچه بگفت دردناک ست   در سینه گره زدن ہلاک ست
دل دوختنِ غم ارچه خون ست   لب دوختنِ آفتِ زبون ست
گردد چو تنور بسته سر گرم   پولادِ درشت رکند نرم
دیگے که درونه شد بجوشش   کف بر دہن آید از خروشش
دشنه بجگر فرو تواں خورد   سخت ست فرو خوردنِ درد
آنرا که بود بسینه جانے   خیزد ز جراحتش فغانے
مرده است که بے خروش باشد   نشتر خورد و خموش باشد
از گوشت تهی کنند خواں را   خوردن که تواند استخواں را
بیم ار نبود ز آخریں خواب   در دل چه سناں چه قطرهٔ آب
دل سوخته چوں کند نہاں راز   کش می تراود اشکِ غمّاز
آں خم که دروں بود زلالش   بیروں گذرد نم از سفالش
گردم نزند لبش ز بیداد   رخسارہ سخن کند بفریاد
بیروں محکِ درونه باشد   عنواں ز غرض نمونه باشد

مشک ار چه بود به پوست خونش — بویش خبر آرد از درونش
کانونِ[1] تو شد چو آتش اندود — همسایهٔ تو بگرید از دود
آن کبکِ قفس نشینِ محبوس — بے جلوه چو پر شکسته طاؤس
از بند قفس چو آمدی تنگ — کردے بطوافِ وادی آہنگ
بر پشتِ جمازهٔ سبک خیز — از حجرهٔ غم بروں شدے تیز
با چند پری وشِ بہشتی — راندے بسراب دشت کشتی
گفتے غمے از شکسته حالی — کردے بسخن درونه خالی
لختے زہر اینِ نقش بیناں — در گوشه شدی زہم نشیناں
با سبزه ز دوست راز گفتے — با سرو غمِ دراز گفتے
ہر مرغ که در ہوا پریدے — مقنع زنواش بر دریدے
شب چوں سوئے خانه باز گشتے — بازش غمِ دل دراز گشتے
چوں شمع زغم فسرده میبود — شب سوخته روز مرده میبود
روزے زغم اندراں زبونی — تنگ آمد از اندُهِ درونی
از کنج سرائے آتش اندود — سرگشته بروں شتافت چوں دود
خوباں که بُدند ہم نشینش — گشتند بہمرہی قرینش
رفتند بہم پئے جمیله — در نخلستانِ آں قبیله

[1] کانون آتشدان (غیاث) ۱۲ حسرت

گہ بر رخِ یاسمین خمیدند — گہ در تہِ شاخِ گل خزیدند
ہر شاخ گلے شگوفہ پرورد — لیلی بمیانہ چوں گلِ زرد
ہر غنچہ کشادہ لب بخندہ — لیلی چو بنفشہ سر فگندہ
ہر لالہ بیوئے مشک گشتہ — لیلی چو نہالِ خشک گشتہ
ہر بت رطبے ز بار می خورد — لیلی ز زمانہ خاری خورد
ہر سرو ز جو بجامہ میرست — لیلی ز سرشک جامہ می شست
ہر کبکِ رواں بناز مائل — لیلی چو تدروِ نیم بسمل
ق
لختے چو در آں بساطِ گلروئے — گشتند میانِ سبزہ و جوئے
از گرمے آفتابِ سوزاں — در سایہ شدند نیم روزاں
در انجمنے کہ رشکِ مہ بود — یک سایہ و آفتاب دہ بود
شخصے ز موافقانِ مجنوں — صافی گہرے چو دُرِّ مکنوں
از سوزِ رفیق سینہ پرداغ — میگشت بجلوہ گاہِ آں باغ
بشناخت کہ آں بتاں کدامند — ہر یک بچہ نسبت و چہ نامند
در حلقۂ شاں نمود میلے — شد در پئے آزمونِ[1] لیلے
کاں بادہ کہ کرد قیس را مست — در لیلی از آں سراپئے ہست
در گلشنِ آں بہارِ خنداں — بر داشت نوائے دردمنداں

[1] آزمون آزمائش ۱۲ ش

سوزاں غزلے رقیق دلکش
میگفت چو شعلہائے آتش

زاں زمزمۂ جراحت انگیز
میزد بجگر زبانۂ تیز

خوباں کہ نوائے او شنیدند
در پردۂ جامہ جاں دریدند

زاں نغمہ شدند دور از آرام
چوں آہوئے ہند و اشتر شام

معشوقہ چو نام یار بشنید
واں نالۂ جاں فگار بشنید

شوریدہ ز جائے خویش برخاست
ستر ادبش ز پیش برخاست

در پیش غزل سرائے شد زود
رخسارہ بہ پشت پائے او سود

گفت از سر گریہ اے نکوروئی
بیگانہ نما و آشنا خوئی

دانم کہ بدیں دم نژندے
داری خبرے ز دردمندے

زیں نو غزلے کہ کردی آغاز
نوگشت مرا غم کہن باز

زاں غمزدہ کیں ترانہ رانی[1]
ما را خبرے دہ ار توانی

کز دست دل ستم رسیدہ
چون ست میان خون دیدہ

منزل بکدام غار دارد
بستر بکدام خار دارد

ہم خانۂ او کدام مور ست
ہمخوابۂ او کدام گور ست

سینہ بکدام داغ دادہ است
دیدہ بکدام زاغ دادہ است

بالش بغبار تنگ چون ست
پہلوش بر لوئے سنگ چون ست

[1] ترانہ رانی یعنی می سرائی ۱۲ ش

باکیست بروز تیره رازش | چون میگذرد شب درازش
دارد بارِ گرچنان میلے | یا هم بخیال روئے لیلے
بشنید چو آن سخن خردمند | بکشاد بآزمون دمے چند
گفت اے ز وفا سرشته جانت | قاصر ز حدیث دل زبانت
آن یار که بهر اوست این گفت | دل زاندُه او بباد بُرفت
کز تو شده بود دور و مهجور | دُور از تو ز خویش نیز شد دُور
دل را بتو داده بود آزاد | جان نیز به بیدلی ترا داد
تا زیست نظر بسوئے تو داشت | چون مرد هم آرزوئے تو داشت
زان ره چو گذشت بے حمایت | همره نشدش مگر خیالت
چون با تو نگشت دوش با دوش | با خاکِ سیاه شد هم آغوش
همخانهٔ عشق نازنین ست | همخوابهٔ[1] رایگان زمین ست
بگرفت بخوابگه قرارے | وز بیخوابی برست بارے
هست از تو بخواب نیز بیتاب | می بیند خوابت[2] اندران خواب
آنرا که برآمد از غمت هوش | هان تا نکنی ز دل فراموش
لیلی چو شنید این سخن را | در خاک فگند سرو تن را
میزد سر و پائے دوست بر خاک | چون مرغ بریده سر بتاپاک

[1] یعنی چیزے که بیکار باشد پیوند خاک میشود ۱۲ حسرت
[2] در خفتن هم خواب تو می بیند ۱۲ ش

گوینده نادرست پیمان — از گفتهٔ خویش شد پشیمان
چندان که نموده استواری — پیوسته نگشت زخم کاری
رخنه که بدل شد و جگر هم — انباشته کی بود بسر هم
در تن چو رگِ حیات بگسست — از حیله کجا گره توان بست
خوبانِ دگر که حال دیدند — از هر طرفی فرا دویدند
شوریده زخاک برگرفتند — فریاد و نفیر درگرفتند
بیخویشتنش بخانه بردند — زانگونه بمادرش سپردند
شد پیرزنِ جگر دریده — زان تیره نفس نفس بریده
افتاد برو چو خس بر آبی — یا بر سرِ آتشی کبابی
نتوان زجگر برید پیوند — دیدن نتوان خراشِ فرزند

صفتِ برگ ریز و دو[1] داد و بادِ خزان و از سببِ صدماتِ حوادث دوران سر نهادن سروِ لیلی در خاکِ فنا بی بالش ماندن

آمد چو خزان بغارتِ باغ — بنشست بجای بلبلان زاغ
رخسارهٔ لاله پرزچین گشت — آئینهٔ آب آهنین گشت
هر غنچه که جلوه کرد گستاخ — در ریختن آمد از سرِ شاخ

[1] تگ و دو ۱۲ حسرت

پُر برگ شدہ زمینِ گلزار — چوں مجلسِ کرماں[1] ز دینار
ریزاں گل و لالہ شست و دست — مالیدہ چنار دست بر دست
ہر سوئے برہنہ گلستانے — چوں راہ فتادہ[2] کاروانے
ز آسیبِ طپانچہائے صرصر — غلطاں بزمیں شگوفہ تر
منقارِ کلاغ برسرِ گل — مقراض شدہ بپرِّ بلبل
خفتہ علمِ شگوفہ بر خاک — عباس شدہ درختِ ضحاک[3]
شیرازۂ گل گرہ کشادہ — ہر سو ورقے بروں فتادہ
ماندہ ہمہ غنچہائے خوشبوئے — از خندۂ شکّریں ترش روئے
برگے کہ ز باد شد گریزاں — ہر گوشہ دواں فتان و خیزاں
نرگس کہ بخواب چشم بستہ — از بانگ زغن زخواب جستہ
سوسن زغبارِ سینہ پر خار — کازادۂ و باغباں سرو کار
رخسارۂ یاسمیں زمیں سائے — پیمانۂ لالہ باد پیمائے
در زلزلہ سروِ راست خانہ — چوں مردمِ راست در زمانہ
گیسوئے بنفشہ خاک بوساں — چوں زلفِ خمیدۂ عروساں
نسریں بلبِ زمانہ خوردن — و ز شاخ بتا زیانہ خوردن
درہم شدہ جعد سنبل از باد — شانہ طلب از درختِ شمشاد

---

[1] صاحبانِ اکرام ۱۲ حسرت [2] غارت شدہ و راہ زدہ ۱۲ حسرت [3] یعنی درختے کہ از شگفتگی گلہا بسیار خندہ زن بود از اثرِ خزاں بسیار عبوس و پژمردہ گشت ۱۲ حسرت

ناگہ بچنیں شگوفہ ریزے — افتادہ گلے برستخیزے
لیلی کہ بہارِ عالمے بود — از چشمۂ زندگی نمے بود
آتش زدہ گشت نوبہارش — وزآب برفتہ چشمہ سارش
آں ریشِ کہن کہ درجگر داشت — جاں بردکہ سوئے جاں گذر داشت
آں دل کہ شدش بعشق پامال — جاں نیز رواں شدش بدنبال
آمیخت بسروِ نوجوانش — بیماری جسم ناتوانش
شعلہ زتنش چناں برآمد — کش دود زاستخواں برآمد
پہلو بکنارِ بستر آورد — سر پوشِ اجل بسر درآورد
گشتش تنِ گوہریں سفالیں — وز بسترِ رنج ساخت بالیں
چشمش کہ ہمی بخواب درگشت — دربندِ غنودنِ دگر گشت
درآتش تپ فتادہ نعلش — یاقوتِ کبود گشتہ لعلش
گشتش خوے تپ رواں بتعجیل — ہم وسمہ زروئے شست وہم نیل
گیسو زشکنج ناز ماندش — نرگس زکرشمہ باز ماندش
شد تیرہ جمالِ صبح تابش — وافتادہ بزردی آفتابش
تپ لرزہ بسوخت روئے چوں باغ — تبخالہ نہاد برلبش داغ
ہم رنج تن وہم اندہ یار — یک جاں بدو غم شدہ گرفتار
درتلوسۂ[1] چنیں جگرسوز — میدید عقوبتے دو سہ روز

ازنسخ بیت

[1] تلوسہ بروزنِ وسوسہ مخفف تلواسہ کہ اضطراب وبیقراری واندوہ باشد (برہان) ۱۲ حسرت

چوں شد که آنکه مرغِ دمساز | از بندِ قفس شود بپرواز
زاں شعله که زد بجانش آذر | بکشاد جریده پیش با در
کائے دردِ من اندُوه نهانت | واندیشهٔ من خراشِ جانت
زیں غم که برائے من کشیدی | آزرده شدی و رنج دیدی
ناچار چو خونم از تنِ تست | بارِ دلِ من بگردنِ تست
رنجے که نهند بر نهادم | لابد تو کشی که از تو زادم
کارے که مرا بود بصورت | آں کار ترا فتد ضرورت
درخوشه فتد چو آتشِ تیز | از روئے تنه راچه جائے پرهیز
هرگه که جگر خراش گیرد | قالب چه کند که گر نمیرد
تیمارِ مرا که پے فشردی | زحمت ز قیاس بیش بردی
وقتست کنوں که خیزم از پیش | زایل کنم از تو زحمتِ خویش
عذرت بکدام رسائے خواهم | مزدت مگر از خدائے خواهم
چشمت پس ازیں نمے مبیناد | بعد از غمِ من غمے مبیناد
بردار ز بسترِ هلاکم | وز آبِ دو دیده شوئے پاکم
از آتشِ سینه سوز عودم | وز بوئے جگر رساں درودم
خونریز بروئے مشک بویم | تا غازهٔ تر شود برویم
گل زن بجبیں بروئے خویشم | کافور فشاں زموئے خویشم

ق

چوں از پئے مرقدم نہانی — پوشی بلباسِ[1] آں جہانی

از دامنِ چاکِ یارِ دلسوز — یکپارہ بیار و بر کفن دوز

تا با خود از آں مصاحبِ پاک — پیوندِ وفا برم تہِ خاک

چوں نوبتِ آں شود کہ از تخت — لیلی بجنازہ بر نہد رخت

کم کن قدرے رقیبِ ما را — وآوازہ دہ آں غریبِ ما را

کاید چو شہاں دریں عروسی — لب ساز کند بفرق بوسی

در جلوۂ من کند نظارہ — وز سینہ بر آورد حرارہ

از رخ بزمیں شود زر افشاں — وز گریۂ تلخ شکر افشاں

رنگیں کند از جگر قبا را — خونیں کند از نفس ہوا را

قاری شود از نفیرِ دلدوز — مطرب شود از ترانۂ سوز

از گریہ رواں کند درودے — وز نالہ بر آورد سرودے

او نغمۂ غم زند بنامم — من رقص کناں بروں خرامم

آید قدرے چو مہربانان — تا حجرۂ خوابگاہِ جاناں

وانگہ بوفا چنانکہ داند — ہمخوابہ شود اگر تواند

در زندگی ار نبود کارے — در خاک بہم بویم بارے

گو آنچہ کہ گفتی ار یقین ست — بشتاب کہ وقتِ آں ہمین ست

[1] لباس آنجہانی کفن باشد ۱۲ حسرت

اینک رخ اگر جمال خواہی — وانیک من اگر وصال خواہی
شورے زدو کالبد برانگیز — تن با تن و جاں بجاں در آمیز
رنج دو جراحت اندکے کن — خونِ دو شہید را یکے کن
گر از دمِ سرد سر دم اے دوست — خوں سرد نشد ہنوز در پوست
با گرمئ خونم آر در بر — پیوند بہ خونِ گرم بہتر
ور دل نشود کہ بر من آئی — چوں جاں بدریچۂ تن آئی
گیری گلم[1] دوست چوں گراناں — جاں دوستتر بود زجاناں
از مردئ تو بر نگردم — زاں روئے کہ در وفات[2] مردم
ہر کس پئے زندگاں گزیند — کس روئے گذشتگاں نہ بیند
یا آنکہ کنند نالہ و شور — نتواں پسِ مردہ رفت در گور
با ایں ہمہ من بمنزلِ خویش — خالی نکنم ز تو گلِ خویش
چوں خاک شود وجودِ پاکم — برباد دہد زمانہ خاکم
با بادِ صبا غبار گردم — گردِ سرِ کوئے یار گردم
گویند کہ گرد باد در دشت — جانیست ز تن رمیدہ در دشت
من نیز بجاں دہم کشادے — گردم بسرت چو گرد بادے
لیکن چو تو آنکسی کہ با دوست — ہمخوابہ بجاں شوی بیک پوست

۱ ترک و نقصان ۱۲ حسرت ۲ اے در وفائے تو ۱۲ حسرت

عمریست که جانِ تو بغم بود — در جُستنِ همرهِ عدم بود
بشتاب که سوئے آن خرابی — همراهِ دگر چو من نیابی
همره چه بود که جانِ چون نوش — همخوابه و همدم و هم آغوش
آن راهِ دراز گاه و بیگاه — ز افسانۂ غم کنیم کوتاه
چندان ز تو انتظار بردم — کاندر رهِ انتظار هردم
و امروز که گشت جان سکپائے — من مردهٔ و انتظار برجائے
دوری منمائے بیش ازینم — کز کتمِ عدم رُخِ تو بینم
منشیں که بساط در نوشتم — تو زود بیا که من گذشتم
گفت این سخن و زحال در گشت — وز حالتِ خویش بے خبر گشت
جانش که میانِ موجِ خون رفت — مجنون گویان زتن برون رفت
او رفت ز دهرِ عمر فرسائے — وان کیست که خواست ماند برجائے
هیچ است جهانِ پیچ در پیچ — دانندهٔ نظر نکرد در هیچ
رنگین منگر گیاهِ این کشت — کاوّل سمن ست و آخر انگشت
همسایۂ مرگ شد حیاتش — همشیرهٔ زهر شد نباتش
هر سرو و گلے که روید از خاک — فردا همه هیزم است و خاشاک
اے آنکه چو غافلان بخوابی — تا دل ننهی برین خرابی
هان تا نخوری فریبِ ایام — کانگه بردت که دادت آرام

این پرشده گنبدِ مدور ... دارد دو دراز چه هست بی در
هرکز دو درش برون نشسته است ... از ششدرهٔ زمانه رسته است
چون لیلی را ز هفت پرکار ... در ششدره گشت مهره مردار
جانی که گرفت راه در پیش ... جز عشق نبرد توشه با خویش
زین خانه که رخنه گاهِ دزد است ... زان شی که بری همانت مزد است
چون رفتنی ایم ازین گذرگاه ... آن به که بریم توشهٔ راه
یارب چو بری ازین سوادم ... ز ایمانِ درست بخش زادم
زین مرحله نیست همرهم کس ... جز بدرقهٔ عطای تو بس

خبر یافتنِ مجنونِ دردمند از بیماریِ لیلی و از حلقهٔ سگانِ بیابان زنجیر گسستن و بحلقه زدنِ درِ لیلی در آمدن و از پیش جنازهٔ لیلی در جلوِ رحیل دیدن و نثارِ شاهانه از دیده ریختن و بمصاحبتِ محافهٔ عروسِ خود سوی شبستانِ لحد بر عزمِ خلودِ صحبت روان شدن

خوانندهٔ این خطِ کهن سال ... زین گونه نمود صورتِ حال
کان بت چو ازین سرای غم رفت ... با همرهِ عشق در عدم رفت
مادر چو بدید حالِ لیلی ... برداشت بنوحه وای ویلی

آہے زجگر چنان برآورد — کاختر ز دمش فغان برآورد
افتاد ز غم چو خاک بر دَر — وز در دو فگند خاک بر سر
از کندن موہائے پر نور — میریخت بجسم مُردہ کافور
پرکالۂ تر ز روئے می کند — وز بہر سرشک تحفۂ می کند
سر میزد و رُخ خراش میکرد — ناخن بحنا خضاب میکرد
زان مشغلہ کش برُوئے میرفت — خونابہ رُخ بجوئے میرفت
خویشان ہمہ آمدند دلتنگ — رخسارہ زخونِ دیدہ گلرنگ
کردند بدرد پیرہن چاک — دستارِ شرف زدند بر خاک
مجنوں زخبر بروفادار — آگہ شدہ بُد ز رحمتِ یار
آزردہ دل و جگر دریدہ — بر در بعیادتش رسیدہ
کآمد ز درونِ در نفیرے — وز خانہ پدید شد سریرے
لیلیٰ گویاں برادر و خویش — ایشاں زپس و جنازہ در پیش
بردند بروں جنازۂ ماہ — برخاست فغاں زکوچہ و راہ
یکجا شدہ مرد و زن فراہم — پرویں و بناتِ نعش باہم
عاشق کہ نظارۂ چناں دید — برداشت قدم کہ ہمعناں دید
در پیشِ جنازہ رفت خنداں — نے درد و نہ داغِ دردمنداں
از دیدہ رہِ جنازہ میرفت — می گفت سرود و پائے میکوفت

نظم از سرِ وجد و حال میخوانند — خوش خوش غزلِ وصال میخوانند
کالمنة لله ازچنیں روز — کز ہجر برست جانِ پرسوز
در بزمِ وصال خوش نشستیم — وز دردِ فراق باز رستیم
در گل نه ازیں سفال[۱] سائیم — بل غالیهٔ وصال سائیم
وصلے که در و ز قربِ جانی (از زاید ۱۲) — نے گنجد جاں نه زندگانی
بے منتِ خلق چاره سازیم — بے طعنهٔ خلق عشق بازیم
سروے که کشیده داشت بالیں — از صحبتِ ایں تنِ سفالیں
وقتست که خانه ساز دا کنوں — ریحانِ وے از سفالِ مجنوں
بے منت دیده روئے بینیم — بے زحمتِ لعل بوسه چینیم
آں دست که از جہاں بداریم — در گردنِ یکدگر در آریم
ہمخانه شویم موئے در موئے — ہمخوابه شویم روئے بر روئے
زیں خوابِ دراز بے ملامت — سر بر نکنیم تا قیامت
پوید بخزینه[۲] پاک با پاک — ماند بخطیره[۳] خاک با خاک
باید لحدے به تنگی آراست — تا ہر دو جسد یکے شود راست
گر فرجهٔ خاک تنگ پایه است — بستانِ عدم فراخ سایه است
نبود منِ خسته را دریں شور — خلوت کدهٔ نکوتر از گور

[۱] سفال اے جسمِ خاکی ۱۲ حسرت [۲] اسے عالمِ برزخ ۱۲ حسرت
[۳] حظیره بظائے معجمه مقبره ۱۲ ش

نے از شغبِ مزاحماں جوش ‌ ‌ ‌ نے بانگ رقیب در بنا گوش

نے عربدۂ فسردہ[1] جاناں ‌ ‌ ‌ نے سنگِ ملامتِ گراناں

نے بینشِ دیدیاں بافسوس ‌ ‌ ‌ نے دیدہ کشی زچشمِ جاسوس

افتادہ دو یار داغ دیدہ ‌ ‌ ‌ وز غم باجل فراغ دیدہ

اے کامدہ بطعن مجنوں ‌ ‌ ‌ مردت خوانم گر آئی اکنوں

وے دشمنِ خندہ زن زحد بیش ‌ ‌ ‌ میخند کنوں ولیک بر خویش

وے دوست کت اشک در روانی ست ‌ ‌ ‌ نگری بغمے کہ شادمانی ست

چندانکہ زبہر من زنی وائے ‌ ‌ ‌ در نوحۂ لیلی اندر افزائے

ہر گریہ کہ بہرِ من کنی ساز ‌ ‌ ‌ موجِ گہرش بلیلی انداز

موئے کہ کنی بموئیہ[2] من ‌ ‌ ‌ بر پا دِ کمندِ زلفِ او کن

در ماتمِ او بسر کنی خاک ‌ ‌ ‌ از شارعِ آں جنازہ کن پاک

بر من چو دعا دمی درین دم ‌ ‌ ‌ نے بر سوئے من کہ سوئے او دم

عفوے کہ بخواہیم[3] ز درگاہ ‌ ‌ ‌ نے از پئے من کہ بہرِ او خواہ

در توشۂ من کہ نمک بیز ‌ ‌ ‌ از چاشنی غمش نمک ریز

حلوا کہ فرستیم پیاپے ‌ ‌ ‌ نامِ لبِ او نویس بر وے

زاں بوسہ بخاکش از حد افزوں ‌ ‌ ‌ گو کیش برساں بروحِ مجنوں

---

[1] فسردہ جاناں لے گراں جاناں ۱۲ حسرت [2] مویہ گریہ و نوحہ (برہان) ۱۲ حسرت
[3] اے از درگاہِ الٰہی ۱۲ حسرت [4] اے بخاک بگو ۱۲ حسرت

رہ ارچہ قیامتست سویش　　دردم زدنے رسم بکویش
زیں پا حدِ راہ را نپایم　　جاں پائے کنم بروشتابم
اے جانِ عزیز دل مینداز　　کانجانِ عزیز یافتم باز
زینساں ہمہ رہ ترانہ میزد　　رقصِ خوش عاشقانہ میزد
آنرا کہ درونہ زندہ وش بود　　زیں زمزمۂ فراق خوش بود
وانکس کہ نداشت لذّتِ درد　　در گریۂ زار خندہ میکرد
خلقے بگماں کہ مردِ بیہوش　　ازبیخودی آمدہ است در جوش
ویں دردِ کس نہ کو بصد خواست　　افسانۂ گفتہ را کند راست
میرفت بداں ترنم و تاب　　تا خوابگہِ نگارِ خوش خواب
چوں شدگہِ آنکہ دورِ افلاک　　در خاک نہد ودیعتِ خاک
گریانِ جگرِ زمیں کشادند　　واں کانِ نمک درو نہادند
مجنوں زمیانِ انجمن جست　　وافتاد بدخمۂ[1] لحد پست
بگرفت عروس را در آغوش　　رو داشت بروی و دوش بردوش
دو اختر سعد را بپاکی　　افتادہ قراں بہ برجِ[2] خاکی
خویشانِ صنم ز شرمِ آں کار　　جستند بغیرت اندراں غار
تا سازکنند خشم و خونریز　　برکشتہ زنند خنجرِ تیز

[1] دخمہ بروزن زخمہ سردابۂ مردگاں باشد (برہان) ۱۲ حسرت

[2] ثور و سنبلہ و جدی اینجا مراد قبر ۱۲ حسرت

چوں دست بپنجه در زدندش — پیچاکِ[1] غضب بسر زدندش
او را سرِ پنجه بے خبر بود — پیچش بشکنجهٔ دگر بود
باہم شده بود پوست با پوست — پرواز نموده دوست با دوست
کردند بجنبش آزمونش — از جاں رمقے نداشت خونش
بازو که حمایلِ صنم گشت — از ہم نگشا دیں که خم گشت
افتاد بمغزشاں غبارے — کز یار جدا کنند یارے
پیرے دو سه از بزرگواراں — گفتند بچشمِ سیل باراں
کیں کار نه شہوتِ ہوائی ست — سرّے ز خزینهٔ خدائی ست
ورنه بہوس کسے نه جوید — کز جانِ عزیز دست شوید
خوشوقت کسے که از دلِ پاک — در راهِ وفا چنیں شود خاک
وصل ارچه باہلِ دل وبال ست — وصلے که چنیں بود حلال ست
نفسے که نباشدش ہوا رام — رامش ز کجا شود دو و دام
گر عاشقی ایں مقام دارد — تقویٰ بجہاں چه نام دارد
تا ہر دو نه در مغاک[2] بودند — ز آلایشِ نفس پاک بودند
وامروز که شہر بندِ خاک اند — پیداست که خود چگونه پاک اند
اولیٰ بود از چنیں نشانے — پاکیزه تنے به پاک جانے

[1] پیچاک اسے پیچ و خم (غیاث) ۱۲ حسرت
[2] اسے تا زنده بودند و در مغاک قبر نرفته ۱۲ حسرت

درہم شکنید حالِ ایشاں / درگردنِ ماو بالِ ایشاں
از سوزِ دل آں حکایتِ زار / کرد آں ہمہ را درونِ دل کار
کردند بدرد و اشک ریزی / بر ہر دو فتادہ خاک بیزی
زاں روضہ کہ دل گداز گشتند / گریاں سوئے خانہ باز گشتند
زافسوس زدند نعرہ چوں کوس / خود حاصلِ عمر چیست افسوس
با آنکہ دہد جہاں بقائے / ہیچ است چو نیستش وفائے
عمر ارچہ بآدمی عزیز است / عمرے کہ چنیں بود چہ چیز است
ایں عمر کہ روئے کس نہ بیند / چوں باد رود کہ پس نہ بیند
نقدِ شدہ چوں تواں ستد باز / ما سادہ دل و فلک دغا باز
ہردم بہ کمانِ کینۂ خویش / تیرے کشد آسمانِ بدکیش
منگر کہ بدیگرے کشاید / گر زوے چو گذشت بر تو آید
از وے کہ[1] جہد بہ گاہِ نخچیر / دوزد ہمہ خلق را بیک تیر
آنرا کہ بود بمرگ بنیاد / از مرگِ کسے کجا شود شاد
در نوبتِ کس مکن خوشی فاش / کیں کار بنوبت است خوش باش
گیرد رہِ تو اجل نہانی / گر رہ ندہی بخود تو دانی
غافل مشو از جوانیِ خویش / می ترس ز خصمِ جانیِ خویش

[1] کہ بمعنی کدام ۱۲ ش

موئے سیہت کہ تیرہ رنگے ست — از عاریتِ[۱] زمانہ ننگے ست

ناخوش بود آں عروسِ طنّاز — کز زیورِ عاریت کند ناز

ایں چشمۂ خور کہ آب جوی ست — از موئے سیہ خضاب شوی ست

ایں شب کہ تراست عشرت آموز — تا چشم بہم زنی شود روز

ہر مہ مہ تو بر آسماں ہست — ماہی گیرے بنیمہ شست

از نیم و تمام ہرچہ ہستند — از نیمہ شستِ او نرستند

چرخ ست خراسِ آسیا رو — چہ کہنہ چہ نو در آسیا جو

صرصر چو زند بہ بوستاں گام — ہم پختہ فتد ز شاخ و ہم خام

آتش چو بشعلہ بر کشد سر — چہ ہیزمِ خشک چہ گلِ تر

بازارِ جہاں مبیں کہ تیز ست — کایں جملہ متاعِ رستخیز ست

صبحش منگر کہ ہست دلخواہ — باشد دُمِ گرگ و دامِ روباہ

شامش منگر کہ ہست خنداں — کاں تیغ نمایدت نہ دنداں

خندیدنِ آسماں ہلاکی ست — بس خندہ کہ آں ز خشمناکی ست

چوں شد برہِ تو شیر بدخوئے — دست از رہِ خود بجوئے خود شوئے

انجم کہ رقیبِ[۲] جملہ چیزند — غارتگرِ جملہ چیز نیزند

دُزدی کہ ز کوتوال باشد — در قلعہ دروں چہ حال باشد

---

۱ یعنی چوں زمانہ بعاریت ترا موئے سیاہ دادہ است اسباب ننگ ست نہ سامانِ فخر ۱۲ حسرت

۲ نگاہباں ۱۲ حسرت

خازن چو کند خزینه تاراج — گنجینه نقب زن چه محتاج

این کهنه بساطِ عشرت اندوز — راهی است که میروی شب و روز

هردم که زنی تو گاه و بیگاه — گامے ست که میزنی درین راه

با تا خفتنے بدین روانی — پیدا است که چند زنده مانی

بس خر صفتاں که در اقامت — بستند طویله بر قیامت

زین مرحله چوں بروں جهیدند — رفتند چنانکه پس ندیدند

خامی ست که در سرائے پُرسوز — جا گرم کنند بهر ده روز

در سینه غرور در نه گنجد — طوفاں بتنور در نگنجد

بگسل ز وفائے مادرِ خاک — کو بچّهٔ خویش را خورد پاک

گفتی که مراست ایں زر و مال — نیست گر آیدت بدنبال

گنجے که دلِ تو شاد دارد — بیں تا چو تو چند یاد دارد

خوشدل شدنت چو کودک از قند — زیں صُرّهٔ[۱] مُروه ریگ تا چند

از لب نفسے رمیده گیرت — وآں زر به کساں رسیده گیرت

ہیچ ست دمے که پیچ پیچ ست — بر ہیچ مبند دل که ہیچ ست

چوں بر گرهٔ تهی نهی پیچ — گر باز کنی چه یابیش ہیچ

خاکست خزینه در مغاکے — چندیں چه دوی ز بهر خاکے

۱ صره کیسه ۲ حسرت

این شیشه که بیش رنگ دارد | زانکس شکند که سنگ دارد

این موبها پیچیدن بگیسوئے منور مادرِ مغفورهٔ خویش که تاب الشیب[1] نوری داشت و برپشت افتاد و بدین نالهائے سوز را نفس را خس و خاکستر کرده شده و گوهرِ [مرد ۱۲] پاک برادر حسام الدین را که درمیان خواب خوردِ مورچه گشت روشن گردانیده آمد

تغمدهما الله بغفرانه

ماتم کده شد جهان نهان نیست | ماتم زده کیست کز جهان نیست
زانجمله منم یکے درین سوز | از روزئ[2] خویشتن بدین روز
کامسال دو نور زاخترم رفت | هم مادر و هم برادرم رفت
یکهفته ز بختِ تفتهٔ من | گم شد دو مهِ دو هفتهٔ من
هجرم ز دو سو کشید کینه | دهرم بدو دهره[3] خست سینه
بخت از دو شکنجه داد پیچم | چرخ از دو طپانچه کرد هیچم
ماتم دو شد و غمم دو افتاد | فریاد که ماتمم دو افتاد

[1] الشیب نوری یعنی پیری نورِ من ست ۱۲ ش [2] روزی قسمت ۱۲ حسرت
[3] دهره بروزن بهره شمشیریست کوچک (برهان) ۱۲ حسرت

حیف ست دو داغ چوں منے را — یک شعلہ بس ست خرمنے را

یک سینہ دو بار برنگیرد — یک سر دو خمار برنگیرد

از یک لگد آنکہ رخت ریزد — دو نیم زنیش چگونہ خیزد

آں دل کہ دو سوئے میگراید — گر شد ز میاں دو نیم شاید

خوں شد دلم از دریغ خوردن — وز نالہ ہمچو تیغ خوردن

چوں مادرِ من بزیرِ خاک ست — گر خاک بسر کنم چہ باک ست

اے مادرِ من کجائے آخر — رو از چہ نمی نمائے آخر

خنداں ز دلِ زمیں بروں آے — بر گریۂ زارِ من ببخشائے

راندی بہ بہشت کشتیِ خویش — رو تافتی از بہشتیِ[1] خویش

ہر جا کہ ز پائے تو غباری ست — ما را ز بہشت یادگاری ست

شیرازۂ جزوِ من ز تقدیر — آمیختہ خونِ تُست با شیر

مہرے کہ بشیر شد فراہم — تا جاں نرود کجا شود کم

گیرم کہ شدی ز دیدہ مستور — از سینۂ من کجا شوی دور

زانجا کہ نوازشت فزوں بود — گستاخیِ من ز حد بروں بود

آزردہ دلم ز کردۂ خویش — کازردہ شدی ز من ز حد بیش

با ایں خجلی کہ رو سیاہم — عذرت بکدام روئے خواہم

از دیدۂ دل

[1] کنایہ از خوبرو و خوبصورت باشد (برہان) ١٢ حسرت

زان بی‌ادبی که پیش کردم — اینک ز فراق زخم خوردم
بر دل که صبوریش سپر نیست — تیر لئے ز فراق صعب‌تر نیست
در زندگیت ز روئے عادت — غافل بُدم از چنین سعادت
تا خانه بود ز دولت آباد — قدرش نشناسد آدمی زاد
دولت چو عنان ز دست بربود — مالیدنِ دست کے کند سود
من کایت ہجر خوانده ام باز — میدانم اگرچه مانده ام باز
نعمت بحضور سهل چیزست — هرگه که ز دست شد عزیزست
هر دم که بتوفتد بسستی — کے داند قدرِ تندرستی
نشناسد مرد قدر خویشاں — تا دور بتوفتد از ایشاں
آنکس شرفِ حضور داند — کز ذوقِ حضور دور ماند
آید چو غمِ عزیز در پیش — آنکس که عزیزتر غمش بیش
هر لقمه که خوشترست و دلکش — باشد بقیاسِ آرزو خوش
نبود بخورش چو میل چنداں — حلوا خشک ست زیر دنداں
ذاتِ تو که حسنِ جانِ من بود — پشت من و پشتبانِ من بود
نامِ تو ز نقشِ دولت انباز — هم دولتِ بنده بود و هم ناز
با ناز نماند دولتم جفت — نازا زچه کنم چو دولتم خفت
نے نے که ترا چو نام زنده است — خود دولتِ من همان بنده است

نامِ تو پناہِ خویش سازم	تعویذِ کلاہِ خویش سازم
نے نام کہ مونسِ تنم ست آن	بل نائبِ اسمِ اعظم ست آن
روزے کہ لبِ تو در سخن بود	پندِ تو صلاحِ کارِ من بود
امروز ہمم[۱] بمہر و پیوند	خاموشیِ تو ہمی دہد پند
لیکن سخنِ تو گر بود ہوش	از ہوش تواں شنید نہ از گوش
غافل چو منے کہ نیست ہوشم	کے پندِ تو رہ برد بگوشم
زانجا کہ بزندگانیِ خوب	بردی رقمے ز غیرِ مغضوب[۲]
اکنونت گماں برم کہ ناکام[۳]	درخوردِ عمل بود سرانجام
گر ہیچ رواجِ کار یابی	در پردۂ قدس باریابی
یاد آر بحضرتِ رفیعم	خوشنودیِ خویش کن شفیعم
دانم کہ تو در بہشتِ جاوید	رخشندہ تری ز ماہ و خورشید
چون ست برِ تو ہمسرِ من	فرزندِ تو و برادرِ من
قتلغ[۴] کہ مرا ز حق تبارک	بودہ است چو نامِ خود مبارک
از اوجِ وفا کبوترِ پاک	ہم کابکِ من ز برجِ افلاک
نے نے غلطم کہ در سواری	شاہینِ دلاورِ شکاری

۱؎ امروز ہم مرا ۱۲ حسرت ۲؎ اشارہ بجانب آیہ غیر المغضوب علیہم ۱۲ حسرت
۳؎ ناکام بالضرور (غیاث) ۱۲ حسرت
۴؎ قتلغ اسم ترکی ست ۱۲ حسرت

در معرکه اژدها نظیرے / در مستیٔ باده[1] شیر گیرے

رواز همه سو برزم چون تیغ / تیغ از همه رو چو برق در میغ

آئینِ غزا تمام کرده / دولت لقبش حسام کرده

در حملهٔ دُرست چون پدر شیر / نے همچو منِ شکسته شمشیر

چون حرفِ پدر همه زبر[2] کرد / هم عزم[3] ولایتِ دگر کرد

شد جانِ پدر ز جانِ او شاد / لیکن غمِ او بجانم افتاد

اے مونس و یاورم غمِ تو / نه از دل که ز جان خورم غمِ تو

بے مونس و بے رفیق و بے یار / چونی و چه میکنی در آن غار

بودی ز توانِ بے ترازو[4] / بازوئے من و توانِ بازو

رفتی و توان ز بازوم رفت / نقدِ شرف از ترازوم رفت

خواهم که بجستنت شتابم / جویم و لے از کجات یابم

بسیار شبت بشادمانی / آمد بصبوحِ کامرانی

تا عاقبت آن مئے طرب زائے / یکباره دراو فگندت از پائے

دوران که قدح لبالبت داد / در خوردِ نشستنِ شبت داد

چه شد که تنک شراب[5] گشتی / پیش از دگران خراب گشتی

خویشان که ز خویش سیر گردند / لختے بکشش دلیر گردند

---

[1] اے بادہ جوانی ۱۲ حسرت [2] از بر ۱۲ حسرت [3] اے در پے پدر آخرت شتافت ۱۲ حسرت
[4] اے بے اندازہ ۱۲ حسرت [5] تنک شراب کمظرف که زود دست گردد ۱۲ حسرت

کوشند اگرچه در جدائی / زینسان نه برند آشنائی
بنمائے رخ این چه روئے تابیست / بیدار شو این چه دیر خوابیست
گر ننگری این تن خرابم / بارے رخ خود نما بخوابم
از خواب تو در برادران تاب / خوش کرده تو با برادران خواب
دوری همه گرچه نادرست ست / دوری ز برادران زشت ست
فریاد کنم ز جان ناشاد / فریاد که نشنوی تو فریاد
هر دم خورم از فسوس خارے / خود نیست چو من فسوس خوارے
هر نیم شبے و صبح گاہے / از حسرت تو برآرم آہے
چون تو نکنی بسوئے من راه / از آه چه خیزدم همان آه
دانم که بدین شغب فزائی / زانجا که تو رفته نیائی
لیکن چه کنم چو ناشکیبم / خود را به بهانه می فریبم
اے درد تو هم طویلهٔ من / حال تو برون ز حیلهٔ من
در خاک نه زان نمط شدی گم / کائی بنظر بجهد مردم
غربال دل ارچه خاک بیزست / دریافتنت بر ستیزست
نائی چو بکوششم فراچنگ / از بے گهری بدل نهم سنگ
سنگیں کنم این دل پر آتش / کاتش باشد بسنگ دلخوش
در سینه نهم ز سوگواری / غمهائے ترا بغمگساری

[illegible]

نامِ تو بصبر کردنِ دل — طومار کنم بگردنِ دل
نقشِ تو بدل نگار سازم — وز یادِ تو یادگار سازم
آیم بتو چون شکسته رائے — خوانم بشکستگی دعائے
دعوت چو درِ امید گیرد — امید پذیر در پذیرد
هم تو ز نصیبِ آنجهانی — بفرست نصیبم آنچه دانی
روحِ تو که باد دور از آذر — باشد چو رفیقِ روحِ مادر
شاید که باتفاقِ فرخ — آرید برحمتِ خدا رخ
گویید بهر سکون و سیرے — ایمانِ مرا دعائے خیرے
تا چون بسوئے شما کنم راه — مومن چو شمار روم الی الله
یارب که برحمتِ گنه شوئے — از گردِ گنه بشوئے شان روئے
آمرزشِ خویش یارِ شان کن — بخشایشِ خود نثارِ شان کن
میدار بخلد شان فراهم — نوبت چو بمن رسد مرا هم

انجمن آرائی

در ختم این نامهٔ مسلسل مجنون که هر نقش مقرر قلب ست و خط کشیدن بر خطائے حرف گیران که صحیفهٔ مردمان را انگشت پیچ کنند و چون نامهٔ ایشان باز کشائی همچنین از پیچ پیچ مشتے لیام چه التفات انشاء الله کراماً کاتبین این نامهٔ سیاه را بر من نه پیچانند یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب

چون گنجِ هنر کشاد بخشم — نوباوهٔ[2] غیب بست رختم

[2] نوباوه هر چیز نو در آمده و هر چیز را نیز گفته اند که دیدنش چشم را خوش آید و پسند طبیعت باشد (برهان) [illegible]

ارزانیِ گوہرِ گران خیز ... کرد از ہمہ سو خرندہ را تیز
آمد فلک آستیں کشادہ ... نہ بحر دُر آستیں نہادہ
انجم کہ کشادہ تحفہ دیدند ... دُرّے بستارۂ خریدند
باقی کہ نداشت قیمت ایام ... دادم قدرے بمشتری دام
از غلغلِ ایں سرود وایں لحن ... پا کوفت فرشتہ بر ہم صحن
میخواست بسے دلِ ہوس باز ... کز سحرِ قدیم نو کنم ساز
بیروں دہم از دمِ درونے ... باجادوئے رفتہ ہم فسونے
پے بر پےِ او چنانکہ دانم ... گفتم قدمے زدن توانم
از شیوۂ خود رمیدہ گشتم ... تسلیمِ ہماں جریدہ[1] گشتم
چیدم بقلم نمونۂ پیش ... بردم ز میاں تکلفِ خویش
آرایشِ پیکرِ معانی ... بستم بسلاستِ روانی
کاں مایہ کہ صنعتے بود خام ... از شیوۂ من برون بَرَد نام
چشمے کہ دلے برد بتاراج ... دانی کہ بسرمہ نیست محتاج
در وے ہمہ کس برابر وئے زشت ... چوں سبزۂ تر بود در انگشت
زاں سکہ کہ مردِ پرہنر داشت ... بہ زیں نتواں نمونہ برداشت
گر خود بزلالِ من شدی غرق ... ممکن نشدیش درمیاں فرق

[1] جریدہ یکتا ۱۲ حسرت

زین بیش تفاوتے ندانم — کان از دلِ اوست وین ز جانم

هردم که بزاد توامانند — هم هر دو بیکدگر نمانند

دو خط که نویسی از یکے دست — هم نوعِ تفاوتے در آن هست

کلک ار چه کشد دو نقطه پرکار — هم بیش و کمی بود بمقدار

نقّاش که پیکرے نشان کرد — دیگر نتواند آنچنان کرد

مانی که قلم زنِ خیال ست — مانند نبشتنش محال ست

مقصودِ من از بیانِ این حرف — طرزِ سخن ست و صرفه صرف

کاقلیم کسان بزهرهٔ شیر — به زین نتوان ستد بشمشیر

هرچند که این خطِ مسلسل — موئے بود ز حرفِ اوّل

(مجنون لیلی ۱۲) دانم بیقین که حاسدِ خس — (لیلی مجنون ۱۲) پشمینه رقم کند بر اطلس[۱]

اے آنکه به[۲] مراهقی تام — وز غورهٔ خویش خوش کنی کام

از من نظرت بچشمِ سوزن — وندر دفِ تو هزار روزن

غربال سپر کنی چو در جنگ — زخم آوردت ز صد در آهنگ

گر ما ز هنر تهی میانیم — بارے تو بگوی تا بدانیم

از دعوی این خیال سنجی — تا گفته ملاف تا نرنجی

بنود چو فسانهٔ تو نامی — بیهوده چه لافی از نظامی

[۱] بر اطلس از پشمینه نقش و نگار کردن غیر موزون ست ۱۲ [۲] آسمرت [۳] به مخفف بهی میوه ۱۲ اشش

گفتی دمِ اوست مرده را بیست
آن زانِ ولیست زانِ تو چیست

گرزان قدح آری آنچه خوردم
بے گفتِ تو اعتراف کردم

لیکن بتو اربود متاعے
بکشا ز دوکانِ خود قفاعے[1]

صد رحمتِ ایزدی بر آن مرد
کز کیسۂ خود بود جوانمرد

از خوانِ کسان نواله دادن
بر تیسیه بود قباله دادن

من کرده ام این دغل شماری
تو نیز بیار تا چه داری

دانم که بچاشنیٔ این شهد
گوئی صدو هیچ بصد جهد

لیکن نرود جنیبتِ لنگ
پویان و دوان هزار فرسنگ

زان کرده ام این نوائے خوش ساز
تا گوشِ زمانه را کنم باز

ذوقے که درین دمِ حیاتست
همشیرهٔ اوّلین نباتست

زنده است یعنی (مجنوں لیلیٰ ۱۲) اوستادم
ورنیست مثش (لیلیٰ مجنوں ۱۲) حیات دادم

احسنت زہے سخنورِ چیست
کز نکته دهانِ عالمے شست

میداد چو نظم نامه را پیچ
باقی نگذاشت بهرِ ما هیچ

آن بحر که بر لبش خسے نیست
محتاجِ ستایشِ کسے نیست

آنکس که قدم چنان سپرده است
انصاف خود آنچه بود برده است

انصاف مرا سزاست بارے
کز هیچ کنم چنین نگارے

[1] قفاع نمونۂ جنس ناقص ۱۲ ش

اوزآنهمه فکرِ گوهر آمائے
تنها ز یکے وش برون پائے

صد طرز سخن چو شکّر و شهد
ننمود مگر بمثنوی جهد

او بود بیک فنی نشانه
چون یک فنه بود شد یگانه

داناکه درِ خرد کشاید
آن کار کند که نیکش آید

گازر که بکارِ خود تمام ست
بهتر ز حریر بافِ خام ست

لنگے که برقص شد سبک خیز
هنگامهٔ خنده را کند تیز

کورے که کند گهر شناسی
بازی کند از دمِ قیاسی

آن گنج نشان و گنجه پرورد
بوده است درین متاع درخورد

وانکه ز جهان فراغ جسته
وز شغلِ زمانه دست شسته

بارے نه بدل مگر همیں بار
کارے نه دگر مگر همیں کار

کوشش همه در سخن سگالی
خاطر ز هر التفات خالی

گنجے و دلے ز محنت آزاد
آسودگیِ تمام بنیاد

از هر ملکے و نیک نامے
اسبابِ معاش را نظامے

بے جنبشِ پائے کام در دست
میگوئے سخن چو کامِ دل هست

چندین سببِ مراد باهم
چون نایدش این سخن فراهم

مسکین منِ مستمندِ بیهوش
از سوختگی چو دیگ در جوش

شب تا سحر از صباح تا شام
در گوشهٔ غم نگیرم آرام

باشم ز برائے نفسِ خود رائے — پیشِ چو خودے ستادہ برپائے
تا خوئے نرو ز پائے تا سر — دستم نشود زآب کس تر
مزدے[۱] کہ دہند منتِ داد — واں رنج کہ من برم ہمہ باد
چوں خر کہ علف کشد بزاری — ریزند جوش و لے بخواری
گر از پئے ہفتۂ زمانے — یابم زفراغِ دل نشانے
سہل ست بفرصتے چناں تنگ — کاوندہ چہ زر برآرد از سنگ
ممدوحِ خجستہ راکنم یاد — یا رغبتِ سینہ را دہم داد
بختا[۲] ایں کہ سخن سبک عنان ست — کاں در دل و گنج بر زبان ست
کلکم کہ سرش زبانِ غیب ست — گنجینہ کشائے کانِ غیب ست
آواز دہم چو در روانی — لبیک زناں دود معانی
از جنبشِ نظم گرم رفتار — دلّالۂ فکر ماندہ بے کار
با چنداں شغلِ خاطر آشوب — چندیں برِ نو دہم بیک چوب
ق
گر از تگ و پوے آب و نانم — بودے قدرے خلاصِ جانم
روشن گشتے کہ از چنیں دُر — آفاق چگونہ کردمے پُر
با اینہمہ ہر کہ بیند ایں گنج — معلوم کند حدِ سخن سنج

۱ اے مزدِ رنجِ من دہند و منتِ عطا نہند، رنجِ مرا ضائع شناسند ۱۲ حسرت

۲ اے خوبیِ بخت ست ۱۲ حسرت

از نسخهٔ ب

انصافِ من ار تو ندهی ای دوست | خود نافه کند حکایت از پوست
ور تو ندهی بجان سپاسم | من قیمتِ لعل خود شناسم
ور تو نکنی ز آفرین شاد | من خود کنم آفرینِ خود باد
هر کس ز برائے نیک و بد را | لیسد بزبانِ خویش خود را
گربه بزبان (زبان نه) نه خار دارد | گو شانهٔ سینه خار دارد
مردار چه بعقل ناتوان است | در شستنِ عیبِ خویش دانا است
گاوے که زبانِ او درشت است | سوهانِ درشتهائے پشت است
سگ نیز برائے راحتِ خویش | شوید بزبان جراحتِ خویش
چون من بسگی نمودم اقرار | تو شیری خویشتن نگهدار
نے نے نه سگم که شیر مردم | خاصه که چنین شکار کردم
این آهوی شیرگیرِ من باد | ز آهو گیرانِ ۱ عالم آزاد
از شکرِ خدائے خوش کنم کام | کآغازِ صحیفه شد بانجام
نامش که ز غیب شد مسجّل | مجنون لیلی بعکسِ اوّل
تاریخ ز هجرت آنکه بگذشت | سالش نود است و ششصد و هشت ۹۹۸
بیتش بشمار راستی هست | جمله دو هزار و ششصد و شصت ۲۶۶۰
هر کو نکند بطبع قابل | ق | ما بعدِ نوشتنش مقابل

۱؎ آهو گیر عیب بین ۲ احسنت

یا بیتے ازین عدد کنند کم — کم باد ورا خلاصی از غم
اُمید که هر خرد پناهے — از چشم رضا کند نگاهے
زانکس که نگه کند به تمکیں — انصاف طلب کنم نه تحسیں
یارب که منِ سیاه نامه — کآراستم ایں ورق بخامه
هرچند بد آمد ایں شمارم — چشم از تو بجز بهی ندارم
شعر ارچه صلاحِ کارِ دیں نیست — ق — بر وے ز شریعت آفریں نیست

این نامه سزائے آفریں باد
انشاءالله همچنیں باد

تمت بالخیر

عرفی

در قبول نذر عشق هزاران شرط است
اول از عافیت رفته طهارت باید